سیرت صحابیات رض

شمارہ 2011/01

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

لندن
8-3-11

مکرمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکی طرف سے ''خدیجہ'' کا شہداء نمبر موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔
اللہ تعالیٰ تمام کارکنات کو اپنی ذمہ داریاں احسن رنگ میں نبھانے کی توفیق دے اور وہ ہمیشہ آپ سب کی مدد اور راہنمائی فرماتا رہے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین۔

والسلام
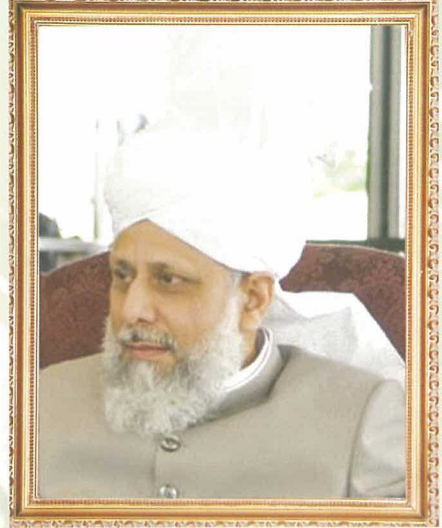
خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

تاریخ: 25.5.11 لندن: ایل ایس 9754

مکرمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے رپورٹ ماہ فروری ۲۰۱۱ء موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔
آپکی تربیتی کوششوں کے اللہ تعالیٰ بہترین نتائج عطا فرمائے۔ رسالہ 'خدیجہ' کے ضمن میں کافی محنت کی گئی ہے۔ ماشاء اللہ، اس سلسلہ میں سیکریٹری اشاعت صاحبہ اور انکی ٹیم مبارکباد کی مستحق ہیں جنہوں نے کام میں مزید بہتری پیدا کرنے کے لئے ایک خصوصی ریفریشر کورس کا اہتمام کیا۔ اور بہت کچھ سیکھا۔ فجزاکم اللہ۔
اللہ تعالیٰ آپکے کاموں میں برکت عطا کرے اور آپ کی پر اخلاص کوششوں کو قبول فرمائے۔
سب ممبرات کو میرا محبت بھرا سلام دیں۔

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

خدیجہ

شمارہ نمبر 1/2011ء سیرۃ صحابیات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لجنہ اماء اللہ جرمنی

زیر نگرانی: نیشنل صدر لجنہ امۃ الحئی احمد صاحبہ

فائنل چیکنگ: مکرم مبارک احمد تنویر صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ جرمنی

نیشنل سیکرٹری اشاعت: ڈاکٹر امۃ الرقیب ناصرہ صاحبہ

مدیرات: آصفہ احمد (اردو سیکشن)

مبشرہ بندیشہ صاحبہ (جرمن سیکشن)

سرورق، لے آؤٹ، گرافکس: فوزیہ بشریٰ صاحبہ، صبیحہ محمود صاحبہ

ایڈیٹوریل بورڈ اردو ۔ سیّدہ منورہ صاحبہ، فوزیہ بشریٰ صاحبہ، عتیقہ چیمہ صاحبہ، عائشہ ماہم صدیقی صاحبہ

کتابت و پروف ریڈنگ: اختر درانی صاحبہ، نادرہ رامہ صاحبہ، نرگس ظفر صاحبہ، عذرا عباسی صاحبہ، عطیۃ الرحمٰن صاحبہ، سفینہ تارڑ صاحبہ، بدر النساء صاحبہ، ماہم منیر رامہ صاحبہ، ظلِ ہما صاحبہ، صابرہ رفیق صاحبہ، آصفہ احمد صاحبہ نایاب تارڑ صاحبہ، کاشفہ احمد صاحبہ، فائزہ انعام صاحبہ

جرمن ایڈیٹوریل بورڈ جرمن: ۔ زوباریہ احمد صاحبہ، راحت خالد صاحبہ، صباح الفتح بنگوی صاحبہ، انیٹے احمد صاحبہ

جرمن ترجمہ و کتابت

ماہم منیر رامہ صاحبہ، شگفتہ احمد صاحبہ، صفورہ ممتاز صاحبہ، سمیرا رانا صاحبہ، عالیہ ورک صاحبہ، عائشہ شاہین صاحبہ، منورہ احمد صاحبہ، بنت المہدی صاحبہ، ماہم منیر صاحبہ، نصرت جہاں ادریس صاحبہ، نازش خان صاحبہ، شازیہ فاروق صاحبہ، عامرہ عارف صاحبہ، حبہ غفور صاحبہ، عائشہ آفاق صاحبہ، نائلہ بھٹی صاحبہ، زبدہ خان صاحبہ، خوشبو راجہ صاحبہ، عائشہ منور صاحبہ، ثنا بھٹی صاحبہ، مدیحہ انعام صاحبہ، صائمہ الیاس صاحبہ، کومل شیخ کلیم صاحبہ، فرینہ احمد صاحبہ، سیماب آصف صاحبہ، آمنہ امبر طاہر صاحبہ، ثوبانہ نعیم صاحبہ

جرمن پروف ریڈنگ

عطیہ نور احمد حبش صاحبہ، ریحانہ اختر صاحبہ، نبیلہ احمد صاحبہ

پبلشر: ۔ خان پریس کولن

فہرست مضامین

اذکُرو امواتکم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ شعبہ اشاعت لجنہ جرمنی کو حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں سے اس شمارے سے پہلے رسالہ خدیجہ کا ''شہداء نمبر'' شائع کرنے کی توفیق ملی۔ خاکسار پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی بے حد ممنون و مشکور ہے کہ حضور اقدس نے ازراہ شفقت قدم قدم پر ہماری رہنمائی فرمائی اور ہماری حقیر کاوشوں کی بے حد حوصلہ افزائی فرمائی۔ نیز خاکسار شعبہ اشاعت کی پوری ٹیم کی بھی تہہ دل سے شکر گزار ہے کہ ان سب نے بہت محنت اور لگن سے اس رسالے کو تیار کیا۔ وہ تمام احباب و خواتین بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ''شہداء نمبر'' کے بارے میں اپنے تاثرات، تجاویز اور پیارے پیارے تبصرے بھیجے جزاکم اللہ۔ اس قدر دانی سے ہماری ٹیم کی انتہائی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ ان سب کو بہترین جزا دے نیز ہم سب کو شہداء کی خوبیاں اپنانے والا بنائے، آمین۔ خدا تعالیٰ کا بے حد شکر و احسان ہے کہ اب شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ جرمنی کو سیرت صحابیات آنحضرت ﷺ کے موضوع پر رسالہ خدیجہ کا خصوصی نمبر شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک

2010 میں مکرم ہدایت اللہ ہبش صاحب نے خط لکھ کر خاکسار کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی کہ سیرت صحابیات ﷺ کے موضوع پر ہمارے پاس کم مواد ہے۔ ہماری نوجوان نسل کو ضرورت ہے کہ صحابیاتؓ کے بارے میں ان کو معلومات دی جائیں۔ خدا تعالیٰ ان کو بہترین جزاء دے، ان کی طرف سے توجہ دلانے پہ لجنہ جرمنی کی طرف سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس موضوع پر رسالہ خدیجہ کا ایک خصوصی نمبر شائع کیا جائے۔ یہ کیسا خوبصورت اتفاق ہے کہ اس رسالے کا عنوان ہبش صاحب کے خط کی وجہ سے چنا گیا تھا اور اس میں ان کا بھی تذکرہ آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحابہؓ سے ملائے ان کی نسلوں کو روحانی اور دنیاوی ترقیات عطا فرماتا رہے۔ آمین خدا کے فضل سے اور حضور اقدس کی دعاؤں سے یہ تمام کام پایہ تکمیل تک پہنچے۔ فالحمدلله علیٰ ذٰلک۔ اس شمارے میں ہم صرف چند ازواجِ مطہراتؓ اور صحابیاتؓ کی سیرت کے بارے میں مختصر بیان کر سکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے خوبصورت باغ میں سے ہم نے چند پھول چنے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ، اللہ فی اصحابی۔ یعنی میرے اصحاب میں اللہ ہی اللہ ہے'' (بحوالہ ملفوظات جلد پنجم صفحہ 118) نیز یہ بھی فرمایا کہ ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں''۔ یعنی وہ دوسروں کو راستہ دکھاتے ہیں۔ ان صحابیاتؓ کی زندگی کے سب پہلو خوبصورت ہیں۔ ان کا عشق خدا اور رسولؐ، ان کی جانثاری، وفاداری اور بہادری۔ ان کا مثالی پردہ، عبادات میں شغف اور بہت ساری خوبصورت خصوصیات ہیں، جن کو اپنانے سے ہم روحانیت میں ترقی کر سکتے ہیں منزل مراد پا سکتے ہیں انشاءاللہ۔

حضور اقدس نے نیشنل سیکرٹری اشاعت لجنہ کو مورخہ 18-03-2011 کے خط میں ارشاد فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور آپ کے ان پروگراموں کے مفید اور بابرکت اثرات پیدا کرے اور شعبہ اشاعت کو مزید موثر کوششوں کی توفیق دے اور پرانے بزرگوں اور صلحاء امت کے ایمان افروز واقعات کو بھی اپنے، اپنے مضامین میں قلمبند کرنے والا بنائے اور صحابیاتؓ کی سیرت کو ہمیشہ مدنظر

رکھنے والیاں بنیں آمین۔ اللہ مدد و توفیق خاص عطا فرمائے آمین''۔ خدا کرے کہ ہم حضور اقدس کی توقعات پہ پوری اترنے والی ہوں آمین۔

عاجزہ مکرم و محترم مبارک احمد تنویر مربی سلسلہ احمدیہ کی مشکور ہے۔ انہوں نے اس مواد کی فائنل چیکنگ کی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ جزاک اللہ۔ اس کی تیاری میں دونوں مدیرات جرمن اور اُردو ایڈیٹوریل بورڈ نے تمام جرمنی میں ریجنل ، سٹی صدرات کو فون کر کے اور انفرادی رابطے کر کے، مضامین اکٹھے کیے۔ یہ موضوع چونکہ مشکل تھا اس کا مواد اکٹھا کرنا آسان نہ تھا۔ اس لئے جنہوں نے لکھا اُنہوں نے بہت محنت سے حوالہ جات ڈھونڈے۔ کافی مضامین کے حوالے خدیجہ کی ٹیم نے درست کئے۔ نیشنل سیکرٹری اشاعت لجنہ نے بھی انفرادی طور پر رابطے کر کے مضامین اکٹھے کرنے میں مدد کی۔ مضامین کو چیک کیا۔ پروف ریڈنگ کی اور درستگی کروائی۔ نیز اس رسالے کی تیاری کے سلسلہ میں ہر قسم کی ذمہ داری کو احسن طریق پہ ادا کیا۔ نیشنل عاملہ ممبرات میں سے محترمہ لبنٰی ثاقب صاحبہ، فضیلت سلطانہ صاحبہ۔ امتہ الجمیل غزالہ تنویر صاحبہ اور شہلا ناصر صاحبہ نے مواد کو چیک کیا اور مفید مشورے دیئے۔ اس کے علاوہ مواد کی ٹائپنگ، پروف ریڈنگ اور مختلف امور میں سیدہ منورہ صاحبہ، عائشہ ماہم صدیقی صاحبہ، عتیقہ چیمہ صاحبہ، نرگس ظفر صاحبہ، بشریٰ ولید صاحبہ، آصفہ احمد صاحبہ، عذرا عباسی صاحبہ، عطیۃ الرحمٰن صاحبہ، ماہم منیر رامہ صاحبہ۔ نادرہ رامہ صاحبہ، صابرہ رفیق صاحبہ، کاشفہ احمد صاحبہ، سفینہ تارڑ صاحبہ اور ظلِ ہما صاحبہ نے بہت محنت سے تعاون کیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

محترمہ فوزیہ بشریٰ صاحبہ، صبیحہ محمود صاحبہ، حامدہ اللہ صاحبہ، مونا شیخ صاحبہ، ماہرہ خان صاحبہ اور سمیرا چیمہ صاحبہ نے لے آؤٹ، گرافکس اور ٹائٹل میں بہت جانفشانی سے کام کیا۔ خدا تعالیٰ بہترین جزا دے آمین۔ جرمن ایڈیٹوریل بورڈ میں محترمہ زوباریہ احمد صاحبہ، راحت خالد صاحبہ، صباح الفتح بنگوی صاحبہ، اور انیٹے احمد صاحبہ شامل ہیں۔ اسکے علاوہ محترمہ شگفتہ احمد صاحبہ، صفورہ ممتاز صاحبہ، سمیرہ رانا صاحبہ، عالیہ ورک صاحبہ، عائشہ شاہین صاحبہ، منورہ احمد صاحبہ، بنت المہدی صاحبہ، ماہم منیر صاحبہ، نصرت جہاں ادریس صاحبہ، نازش خان صاحبہ، شازیہ فاروق صاحبہ، عامرہ عارف صاحبہ، حبہ غفور صاحبہ، عائشہ آفاق صاحبہ، مدیحہ انعام صاحبہ، عطیہ حبش صاحبہ، نائلہ بھٹی صاحبہ، زُبدہ خان صاحبہ، خوشبو راجہ صاحبہ، راحیلہ کامران صاحبہ، عائشہ منور صاحبہ، ثنا بھٹی صاحبہ، صائمہ الیاس صاحبہ، کومل شیخ کلیم صاحبہ، فرینہ احمد صاحبہ، سیماب آصف صاحبہ، آمنہ امبر طاہر صاحبہ، ثوبانہ نعیم صاحبہ، ریحانہ اختر صاحبہ، نبیلہ احمد صاحبہ نے بھی نہایت محنت سے کام کیا۔ تمام ممبرات لجنہ سے گزارش ہے کہ شعبہ اشاعت کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بے لوث خدمت دین کی توفیق عطا فرماتا رہے، ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے اور اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہر آواز پر تہ دل سے لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ جزاک اللہ۔

والسلام

خاکسار

امتہ الحیّ احمد

نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی

آیت باری تعالیٰ

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ○ ﴿سورۃ احزاب آیت 36﴾

ترجمہ:۔ یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کئے ہوئے ہیں۔ ﴿ترجمہ از:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ﴾

حدیث مبارکہ

وَفَدَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْمَاءُ بِنْتُ یَزِیْدَ الْاَنْصَارِیَّۃُ مَبْعُوْثَۃً مِنْ مُؤْتَمرٍ نِسَائِی کَانَ قَدْ عَقَدَ فَقَالَتْ: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَنَاوَافِدَۃُ النِّسَاءِ کَافَّۃً، اِنَّا مَعْشَرَ النِّسَاءِ مَحْصُوْرَاتٌ مَقْصُوْرَاتٌ قَوَاعِدُ بُیُوْتِکُمْ وَحَامِلَاتُ اَوْلَادِکُمْ وَاِنَّکُمْ مَعْشَرَ الرِّجَالِ فُضِّلْتُمْ عَلَیْنَا بِالْجُمَعِ وَالْجَمَاعَاتِ و شُھُوْدِ الْجَنَائِزِ وَالْحَجِّ بَعْدَ الْحَجِّ وَاَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ الْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاِنْ اَحَدُکُمْ اِذَا خَرَجَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ مُجَاھِدًا حَفَظْنَا لَکُمْ اَوْلَادَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَغَزَلْنَا اَثْوَابَکُمْ وَرَبَّیْنَا اَوْلَادَکُمْ اَفَنُشَارِکُکُمْ فِیْ ھٰذَا الْاَجْرِ وَالْخَیْرِ فَالْتَفَتَ النَّبِیُّ اِلٰی اَصْحَابِہٖ بِوَجْھِہٖ کُلِّہٖ ثُمَّ قَالَ: ھَلْ سَمِعْتُمْ مَسْاَلَۃَ امْرَاَۃٍ قَطُّ اَحْسَنَ مِنْ مَّسْاَلَتِھَا فِیْ اَمْرِ دِیْنِھَا؟ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَاظَنَنَّا اَنَّ امْرَاَۃً تَھْتَدِیْ اِلٰی مِثْلِ ھٰذَا۔ فَالْتَفَتَ النَّبِیُّ اِلَیْھَا فَقَالَ: اِفْھَمِیْ اَیَّتُھَا الْمَرْاَۃُ! وَعَلِّمِیْ مَنْ خَلْفَکِ مِنَ النِّسَاءِ اَنَّ حُسْنَ تَبَعُّلِ الْمَرْاَۃِ لِزَوْجِھَا یَعْدِلُ ذٰلِکَ کُلَّہٗ۔

حدیث اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ص ۵/۳۹۹ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ص ۲/۷۲۶

ایک دفعہ اسماءؓ بنت یزید انصاری، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آئیں اور عرض کیا! حضور میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ میں عورتوں کی طرف سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مردوں اور عورتوں سب کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ ہم عورتیں گھروں میں بند ہو کر رہ گئی ہیں اور مردوں کو یہ فضیلت اور موقعہ حاصل ہے کہ وہ نماز باجماعت، جمعہ اور دوسرے مواقع اجتماع میں شامل ہوتے ہیں، نماز جنازہ پڑھتے ہیں، حج کے بعد حج کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جب آپ میں سے کوئی حج، عمرہ یا جہاد کی غرض سے جاتا ہے تو ہم عورتیں آپ کی اولاد اور اموال کی حفاظت کرتی ہیں اور سُوت کات کر آپ کے کپڑے بُنتی ہیں، آپ کے بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری بھی سنبھالے ہوئے ہیں۔ کیا مردوں کے ساتھ ہم ثواب میں برابر کی شریک ہو سکتی ہیں؟ جبکہ مرد اپنا فرض ادا کرتے ہیں اور ہم اپنی ذمہ داری نبھاتی ہیں۔ حضورؐ اسماءؓ کی یہ باتیں سُن کر صحابہؓ کی طرف مُڑے اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اس عورت سے زیادہ عمدگی کے ساتھ کوئی عورت اپنے مسئلہ اور کیس کو پیش کر سکتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور ہمیں تو گمان بھی نہیں تھا کہ کوئی عورت اتنی عمدگی کے ساتھ اور اتنے اچھے پیرایہ میں اپنا مقدمہ پیش کر سکتی ہے۔ پھر آپؐ اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے خاتونِ (محترم)! اچھی طرح سمجھ لو اور جنکی تم نمائندہ بن کر آئی ہو اُن کو جا کر بتادو کہ خاوند کے گھر کی عمدگی کے ساتھ دیکھ بھال کرنے والی اور اُسے اچھی طرح سنبھالنے والی عورت کو وہی ثواب اور اجر ملے گا، جو اس کے خاوند کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے پر ملتا ہے۔

(از حدیقۃ الصالحین صفحہ نمبر 402 تا 404، حدیث نمبر 370)

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ''ایک عورت کا حال بیان کرتے ہیں کہ اس کا خاوند اور بیٹا اور بھائی جنگ میں شہید ہوئے۔ جب لوگ جنگ سے واپس آئے تو انہوں نے اس عورت کو کہا کہ تیرا خاوند، بیٹا اور بھائی تو لڑائی میں مارے گئے۔ تو اس عورت نے جواب دیا کہ مجھے صرف اتنا بتادو کہ پیغمبر خدا ﷺ تو صحیح سلامت زندہ بچ کر آ گئے ہیں یا نہیں؟ تعجب ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی عورتوں کا بھی کتنا بڑا ایمان تھا۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 304 مطبوعہ 2003)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' آنحضرت ﷺ جو سید ولد آدم اور افضل الانبیاء ہیں، انہوں نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صاف طور پر فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تو اس رشتہ پر بھروسہ نہ کرنا کہ مَیں پیغمبر زادی ہوں۔ قیامت کو یہ ہرگز نہیں پوچھا جاوے گا کہ تیرا باپ کون ہے۔ وہاں تو اعمال کام آئیں گے۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قرب سے زیادہ دُور پھینکنے والی اور حقیقی نیکی کی طرف آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے کیونکہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر ایسی شے ہے کہ وہ محروم کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ اپنا سارا سہارا اپنی غلط فہمی سے اپنی ذات پر سمجھتا ہے کہ مَیں گیلانی ہوں یا فلاں سید ہوں۔ حالانکہ وہ نہیں سمجھتا کہ یہ چیزیں وہاں کام نہیں آئیں گی۔ ذات اور قوم کی بات تو مرنے کے ساتھ ہی الگ ہو جاتی ہے۔ مرنے کے بعد اس کا کوئی تعلق باقی رہتا ہی نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (الزلزال:9)۔ کوئی برا عمل کرے خواہ کتنا ہی کیوں نہ کرے، اس کی پاداش اس کو ملے گی۔ یہاں کوئی تخصیص ذات اور قوم کی نہیں۔ اور پھر دوسری جگہ فرمایا: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات:14) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 146,145 مطبوعہ 2003) مرسلہ:۔ حفصہ انوری صاحبہ Obertshausen
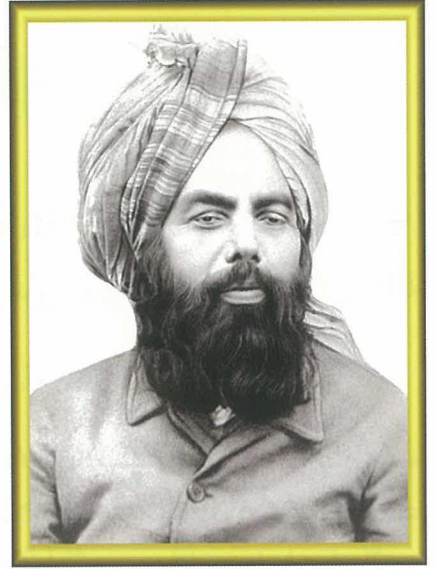
ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سورۃ النور آیت 13 کی تشریح کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی کنواری بی بی ہیں۔ ان کا درجہ میرے نزدیک حضرت خدیجہؓ سے کچھ بھی کم نہیں۔ میں تم کو ایک نمونہ سناتا ہوں۔ یہ ایک ایسی ذہین، ذکی، اور نبی کریمؐ کے چال چلن پر گہری نظر کرنے والی بی بی ہے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ معرفت کا بھرا ہوا اور جامع ہے۔ کسی صحابیؓ نے اس بی بی سے پوچھا کہ آنحضرتؐ تہجد کس طرح پڑھتے تھے۔ فرمایا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا۔
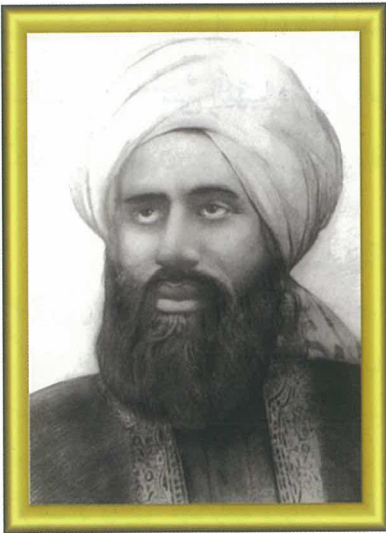
ایک شخص نے اس بی بی سے آنحضرتؐ کی سوانح عمری دریافت کی۔ فرمایا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ یعنی قرآن اگر کوئی قول ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا عامل ہے۔ دیکھو ایک لفظ میں نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اس بی بی نے امّت پر بڑا احسان کیا ہے۔ حضرت عمرؓ جیسے جلال والے انسان کا مقابلہ قرآن کریم سے ہی کرتی تھیں۔''

(حقائق الفرقان۔ جلد سوئم ۔ ص ۲۰۵)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
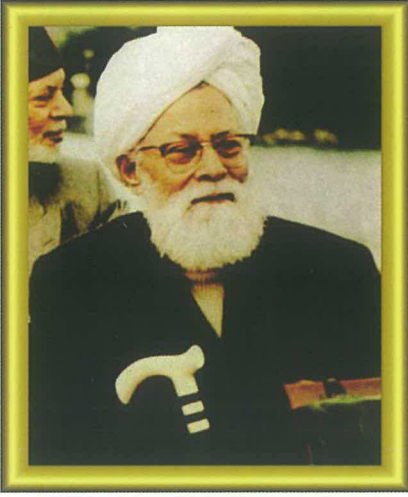
''جب رسول کریم ﷺ اُحد کے میدان سے واپس تشریف لائے تو مدینہ کی عورتیں اور بچے شہر سے باہر استقبال کے لئے نکل آئے رسول کریم ﷺ کی اونٹنی کی باگ ایک پرانے اور بہادر انصاری صحابی سعدؓ بن معاذ نے پکڑی ہوئی تھی اور فخر سے آگے آگے چلے آ رہے تھے۔ شہر کے پاس انہیں اپنی بڑھیا ماں جس کی نظر کمزور ہو چکی تھی آتی ہوئی ملی۔ اُحد میں اس کا ایک بیٹا بھی مارا گیا تھا۔ اُس عورت کی آنکھوں میں موتیا بند اُتر رہا تھا۔ اور اس کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ وہ عورتوں کے آگے کھڑی ہو گئی اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگی اور معلوم کرنے لگی کہ رسول کریم ﷺ کہاں ہیں؟ سعدؓ بن معاذ نے سمجھا کہ میری ماں کو اپنے بیٹے کے شہید ہونے کی خبر ملے گی تو اُسے صدمہ ہوگا۔ اس لئے انہوں نے چاہا رسول کریم ﷺ اسے حوصلہ دلائیں اور تسلی دیں۔ اس لئے جونہی ان کی نظر اپنی والدہ پر پڑی انہوں نے کہا ''یا رسول اللہ میری ماں۔ یا رسول اللہ میری ماں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بی بی بڑا افسوس ہے کہ تیرا ایک لڑکا اس جنگ میں شہید ہو گیا ہے۔'' بڑھیا کی نظر کمزور تھی اس لئے، وہ آپؐ کے چہرہ کو نہ دیکھ سکی، وہ ادھر ادھر دیکھتی رہی۔ آخر کار اس کی نظر آپ ﷺ کے چہرے پر ٹک گئی۔ وہ آپ ﷺ کے قریب آئی اور کہنے لگی۔ یا رسول اللہ ﷺ! جب میں نے آپؐ کو سلامت دیکھ لیا ہے تو آپؐ سمجھیں کہ میں نے مصیبت کو بھون کر کھا لیا ہے۔ اب دیکھو وہ عورت جس کے بڑھاپے میں عصائے پیری ٹوٹ گیا تھا۔ کس بہادری سے کہتی ہے کہ میرے بیٹے کے غم نے مجھے کیا کھانا ہے۔ جب رسول کریم ﷺ زندہ ہیں تو میں اس غم کو بھون کر کھا جاؤں گی۔ میرے بیٹے کی موت مجھے مارنے کا موجب نہیں ہوگی بلکہ یہ خیال کہ رسول کریم ﷺ زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حفاظت کے سلسلہ میں میرے بیٹے نے اپنی جان دی ہے میری قوت کو بڑھانے کا موجب ہو گا۔ تو دیکھو عورتوں کی یہ عظیم الشان قربانی تھی جس سے اسلام دنیا میں پھیلا۔''

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول حصہ دوم صفحہ نمبر 174)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

''اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی ایک حسین مثال ہمیں حضرت صفیہؓ جو حضرت حمزہؓ کی بہن تھیں کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ جنگ احد میں جو ایک پریشانی اٹھانی پڑی اس پریشانی کی خبر سن کر وہ مدینہ سے نکلیں۔ نبی اکرم ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت حمزہؓ کی ہمشیرہ آئی ہیں تو آپؐ کو خیال ہوا کہ چونکہ حضرت حمزہؓ کا جگر بھی جسم میں سے نکال کر چبایا گیا۔ مثلہ کیا گیا۔ اعضاء کاٹ دیئے گئے۔ لاش کی بے حرمتی کی گئی اور جسم کو بوٹی بوٹی کر دیا گیا۔ ممکن ہے عورت ذات اسے دیکھ کر صبر نہ کر سکے۔ وہ صبر کے اس مقام کو چھوڑ دے جو میری صحابیہ کا مقام ہے۔ جو میری متبعہ کا مقام ہے۔ آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو بلا کر ارشاد کیا کہ آپ حضرت صفیہؓ کو سمجھائیں کہ وہ حضرت حمزہؓ کی لاش کو نہ دیکھیں بس دعا کریں۔ جب حضرت زبیرؓ نے حضرت صفیہؓ کو آنحضرت ﷺ کا یہ پیغام سنایا اور اس کی وجہ بتائی تو انہوں نے آگے سے جواب دیا کہ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا اور جو ہوا میں وہ سن چکی ہوں لیکن جو کچھ بھی میرے اس بھائی کے ساتھ ہوا ہے یہ کوئی بڑی قربانی نہیں ہے ہمیں اس سے زیادہ بڑھ کر قربانیاں خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے پیش کرنی چاہئیں۔ جب ان کی ذہنیت کو آنحضرت ﷺ نے معلوم کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس پختہ ایمان پر قائم ہونے والی اور اسے مضبوطی سے پکڑنے والی مسلمہ کو کوئی ممانعت نہیں ہو سکتی وہ بے شک اپنے بھائی کو دیکھیں۔ جب وہ اپنے بھائی کی لاش پر گئیں اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھے تو سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنے کے اور کچھ نہیں کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہہ کر چپ ہو گئیں۔ پھر اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا مانگی اور اسی طرح واپس لوٹ آئیں۔'' (المصابیح ص 150 تا 151)
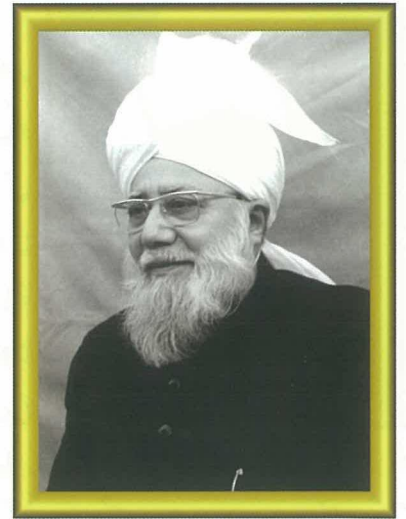
ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ
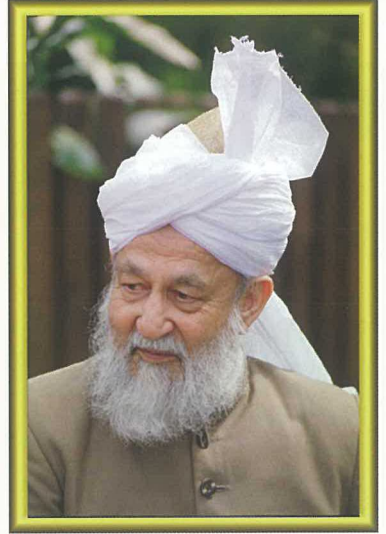
''ایک ایسا موقعہ آیا تھا جب کہ میدان جنگ سے مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ بعض دفعہ ایسا مجبوری کی حالت میں بھی ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ دشمن کی طرف سے ایسا ریلا آتا ہے کہ جان دینے کی خواہش رکھنے والے بھی اس کو سنبھال نہیں سکتے اور ان کے پاؤں اکھڑ جایا کرتے ہیں۔ پس ان پر الزام کی صورت میں میں بات نہیں کر رہا، ایک واقعہ آپ کو بتاتا ہوں کہ اُن سے پیچھے مسلمان خواتین کے خیمے تھے۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان مجاہدین اپنے خیموں کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں تو محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک سچی غلام عورت نے اپنی ساتھیوں کو کہا کہ تم اپنے خیموں کے ڈنڈے اکھیڑ لو اور ان مردوں کو یہ بتادو کہ اب تمہارے لئے دو موتوں میں سے ایک لازماً مقدر ہے یا دشمن کے ہاتھوں مارے جاؤ گے اور شہید کہلاؤ گے یا ہمارے ڈنڈوں سے مر کر مردود موت کو قبول کرو گے اب بتاؤ تمہیں کیا کرنا ہے۔ یہ آواز جب مردوں کے کان تک پہنچی تو اس طرح پلٹے ہیں جس طرح کوئی بھوکا غذا کی طرف لوٹتا ہے اور اس شان کے ساتھ انہوں نے اس میدان میں جانیں دی ہیں کہ اس میدان کا یکسر پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔ اس ذلت ناک شکست کو ایک عظیم فتح میں تبدیل کر دیا۔ پس اے احمدی خواتین! میں تم سے توقع رکھتا ہوں۔ خدا کا رسولؐ تم سے توقع رکھتا ہے، کہ تم اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ مرد تمہیں کیا کہتے ہیں بلکہ تم ہر اس نیکی کے میدان میں جس میں مرد غافل ہو رہے ہیں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ ہر نیکی کے میدان میں نئی فتوحات حاصل کرو یہاں تک کہ تمہارے مردوں میں بھی غیرت جاگ اٹھے اور وہ بھی دین کی حمیت میں اور دین کے دفاع میں تم سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔''

(خطبہ فرمودہ 27 دسمبر 1991ء از حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
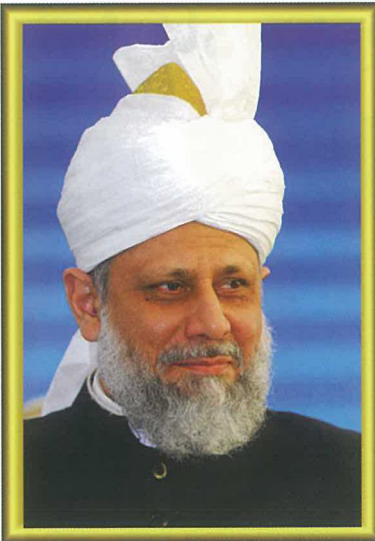
''صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح نامہ لکھا گیا تو آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد فرمایا کہ اٹھو اور اونٹوں کو ذبح کرو۔ صحابہؓ کو اس کا بڑا افسوس تھا اور وہ اس پر کسی طرح راضی نہ تھے۔ اس لیے کہ شاید اس کو شکست سمجھتے تھے۔ جب پھر بھی کوئی کھڑا نہ ہوا تو آپ ﷺ حضرت ام المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور صحابہؓ کو قربانیوں کا حکم دینے والا سارا واقعہ سنایا کہ اس طرح میں نے کہا ہے اور کوئی قربانی نہیں کر رہا۔ اس پر حضرت اُمّ سلمہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپؐ اپنی بات پر عمل دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو پھر باہر نکلیں اور کسی سے کوئی بات کیے بغیر اپنے اونٹ کو قربان کر دیں اور حجام کو بلوا کر اپنا سر منڈوانا شروع کر دیں۔ تو دیکھیں صحابہؓ خود بخود آپؐ کے پیچھے چلیں گے۔ چنانچہ آپؐ اٹھے اور خاموشی سے اس طرح کرنا شروع کر دیا اور جب صحابہؓ نے یہ نظارہ دیکھا تو وہ بھی اپنی قربانیوں کی طرف لپکے اور ذبح کرنے لگے اور ایک دوسرے کے سر مونڈھنے لگے۔ تو جن لوگوں کا خیال ہے اور اعتراض کرنے والوں کی طرف سے شور مچایا جاتا ہے کہ اسلام میں عورت کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ اس موقع پر ایک عورت کی ہی ہوش و حواس پر قائم رائے مردوں کو راستہ دکھانے کا موجب بنی تھی۔ اس نے مردوں کو راستہ دکھایا تھا۔ کیونکہ اس وقت جوش میں پتہ نہیں لگ رہا تھا کہ کیا کریں۔''

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 192)

حمدِ ربُّ العٰلمین

کس قدر ظاہر ہے نُور اُس مبدءُالانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُسمیں جمالِ یار کا

اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تیری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبّت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حُسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سَو سَو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغِ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اِس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

(از دُرِّثمین صفحہ 7)

مکتوباتِ احمد کا تعارف

(یہ تعارف مکتوبات احمد جلد اوّل صفحہ ۳ تا ۱۱ سے لیا گیا ہے)

آصفہ احمد Riedstadt

انبیاء اور مرسلین اپنی اقوام کو مختلف ذرائع سے انذار اور تبشیر کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک ذریعہ خطوط کا بھی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملکہ سبا کے نام خط کا ذکر سورۃ النمل کی آیات ۲۹ تا ۳۱ میں ان الفاظ میں ملتا ہے۔

اِذۡهَبۡ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَانْظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ ٥ قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّىۡۤ اُلۡقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيۡمٌ ٥ اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ٥

ترجمہ۔ یہ میرا خط لے جا اور اسے ان لوگوں کے سامنے رکھ دے پھر اُن سے ایک طرف ہٹ جا۔ پھر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ (یہ خط دیکھ کر) اس (ملکہ) نے کہا اے سردار: میری طرف یقیناً ایک معزز خط بھیجا گیا ہے۔ یقیناً وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بھی خطوط کے ذریعے تبلیغ حق کا فریضہ ادا فرمایا ان میں سے قیصر روما ہرقل کے نام خط، کسریٰ شہنشاہ فارس کے نام خط، مقوقس والی مصر کے نام خط، نجاشی شاہ حبشہ کے نام خط، رئیس غسان کے نام خط اور رئیس یمامہ کے نام خط قابل ذکر ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی زندگی کے ابتدائی ایام سے ہی اسلام کی تائید میں مختلف اخبارات میں خط تحریر فرمایا کرتے تھے بعد میں یہ سلسلہ بڑھتا اور منظم ہوتا چلا گیا۔ ۱۸۹۱ء میں آپ نے ''فتح اسلام'' تحریر فرمائی اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے موثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم وقدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا، چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے..... چوتھی شاخ اس کارخانہ کی وہ مکتوبات ہیں جو حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف لکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ اب تک عرصہ مذکورہ بالا میں نوے ہزار سے کچھ زیادہ خط آئے ہونگے جن کا جواب لکھا گیا بجز بعض خطوط کے جو فضول یا غیر ضروری سمجھے گئے اور یہ سلسلہ بھی بدستور جاری ہے اور ہر ایک مہینے میں غالباً تین سو سے سات سو ہزار تک خطوط کی آمدورفت کی نوبت پہنچتی ہے۔''

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰ تا ۲۲)

''ہم نے تو خدا کے اذن سے بادشاہان وقت کو دعوت کی یہاں تک کہ قیصرہ ہند کے ولی عہد کو اسلام کا خط لکھا۔''.....

''اور قریب تیس ہزار کے اس دعویٰ کے دکھلانے کے لئے اشتہارات تقسیم کئے گئے اور آٹھ ہزار انگریزی اشتہار اور خطوط انگریزی رجسٹری کرا کر ملک ہند کے تمام پادریوں اور پنڈتوں اور یہودیوں کی طرف بھیجے گئے اور پھر اس پر اکتفا نہ کر کے انگلستان اور جرمن اور فرانس اور یونان اور روس اور روم اور دیگر ممالک یورپ میں بڑے بڑے پادریوں کے نام اور شہزادوں اور وزیروں کے نام روانہ کئے گئے چنانچہ ان میں سے شہزادہ پرنس آف ویلز ولی عہد تخت انگلستان و ہندوستان اور گلیڈ اسٹون وزیر اعظم اور جرمن کا شہزادہ بسمارک ہے چنانچہ ان تمام صاحبوں کی رسیدوں سے ایک صندوق بھرا ہوا ہے۔'' (مکتوب بنام منشی مظہر حسین صاحب۔ الحکم ۲۴ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۶)

ان کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ملکہ وکٹوریہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور شاہ افغانستان کو بھی اپنے دعویٰ اور اسلامی جہاد کی حقیقت سے اپنے مکتوب کے ذریعہ مطلع کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا محکمہ ڈاک

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ ۱۹۰۱ء کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور کی خط وکتابت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

''خط وکتابت کا سلسلہ بہت بڑا سلسلہ ہے اور اس سے بہت لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ سلسلہ دو مدوں میں منقسم ہے ایک تو وہ خطوط ہیں جو براہ راست حضرت حجۃ اللہ یا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے نام آتے ہیں اور دوسرے وہ خطوط ہیں جو حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب یا دوسرے لوگوں کے نام آتے ہیں۔ ان خطوط سے ہماری مراد وہ خطوط ہیں جو حضرت اقدس کے متعلق آتے ہیں۔ حضرت اقدس کے خطوط کا جواب خدا تعالیٰ کی خاص تائید سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب برابر دیتے ہیں۔ وہ خطوط جو باہر سے حضرت اقدس اور مولوی عبدالکریم صاحب کے نام سے آئے ان کی روزانہ اوسط تیس تک ہے اس انداز سے سال میں قریباً بارہ ہزار خطوط آئے۔ اور ان خطوط کی اوسط روزانہ جو حضرت مولوی نورالدین صاحب یا دوسرے لوگوں کے نام بغرض استفسار..... حضرت اقدس آئے ۱۵ ہے یا سالانہ ۵۴۷۵ گویا ساڑھے پانچ ہزار کل تعداد قریباً اٹھارہ ہزار اور اس قدر خطوط لکھے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ کس قدر لوگوں میں بذریعہ خطوط اس پاک سلسلہ کی تبلیغ پہنچی ہے۔'' (الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۲)

نیز فرماتے ہیں۔

''آج میں دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محکمہ ڈاک کی کہانی سنانا چاہتا ہوں جس سے انہیں معلوم ہوگا کہ حضور علیہ السلام کو اپنے خدام کے خطوط کے جواب کا کس قدر التزام رہتا تھا۔ اوائل میں جب آپ کا کوئی دعویٰ نہ تھا۔

اس وقت آپ کا معمول یہ تھا کہ جو خطوط آتے ان کا جواب آپ خود لکھتے۔ لکھنے کے لئے دیسی قلم اور سیاہی کا استعمال فرماتے اور باریک فرنچ پیپر پر خطوط کا جواب دیتے تھے.....ایک عرصہ تک یہی انتظام رہا......رفتہ رفتہ جب سلسلہ وسیع ہوا اور خدا تعالیٰ کے اذن اور الہام سے آپ نے اپنے دعویٰ کا اعلان کر دیا اور خطوط بھی کثرت سے آنے لگے تب بھی اکثر خطوط کا جواب خصوصاً اپنے مخلص خدام کے خطوط کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ہی قلم سے لکھا کرتے تھے.....غرض جب دعویٰ کی عام اشاعت ہوئی اور خطوط کی کثرت ہوگئی۔ آپ کی مصروفیت کی حدود سے ڈاک کا کام نکلنے لگا تو حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب، حکیم فضل دین صاحب اور کبھی کبھار مرزا خدا بخش صاحب اس کام میں حصہ لیا کرتے تھے۔ جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے قادیان آگئے تو مستقلاً یہ کام ان کے سپرد ہوگیا.....

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے زمانے کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی جوان کے ساتھ ختم ہوگئی کہ وہ ہر ہفتے کے تمام واقعات پر مشتمل ایک سرکلر لکھا کرتے تھے جس میں تازہ الہامات اور بعض تقریروں کے اہم اقتباسات اور ایسے امور درج ہوتے تھے جو ایمان اور بصیرت کو بڑھایا کرتے تھے......حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خطوط نویسی کے اہم راز کو معلوم کر لیا تھا جوان کی ایمانی بصیرت اور معرفت پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے براہ راست تعلقات بڑھانے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ اس لئے انہوں نے جماعت کے قلوب میں یہ حقیقت پیدا کر دی تھی کہ لوگ کثرت سے خطوط لکھیں اور بار بار لکھیں.......خطوط کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا یہ معمول تھا جس پر اب تک کہ جب کہ سلسلہ کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا ہے.......مگر جو سنت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈالی تھی اسی پر عمل ہو رہا ہے۔ اور وہ یہ تھی کہ آپ تمام خطوط کو خود پڑھا کرتے تھے۔ خطوں کو کھولنے اور پڑھنے سے پیشتر جب ڈاک کا بنڈل آپ کے دست مبارک تک پہنچتا تو اجمالی طور پر تمام خطوط کو سامنے رکھ کر دعا کر لیتے کہ جن مقاصد اور اغراض کے لئے دوستوں نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ ان دوستوں کو ان مقاصد میں بامراد کرے.......پھر آپ ایک ایک خط کو کھولتے اسے پڑھتے جاتے اور اس کے ساتھ ہی راقم الحروف کے مقاصد کے لیے دعا بھی فرماتے جاتے۔ تمام خطوط پڑھ چکنے کے بعد کاتب الخطوط کے حوالے اس وقت فرماتے جب آپ نماز ظہر میں تشریف لاتے.....چونکہ خطوط کا پلندہ آپ کے رومال سے بندھا ہوا جیب میں ہوتا تھا تو نماز میں بھی دعا فرماتے۔

وہ خطوط جب محکمہ ڈاک میں جاتے تو مغرب کی نماز سے پہلے ایک فہرست اسم وار دعا کرنے والوں کی ان خطوط کے بنا پر تیار ہوتی...ان خطوط کے جواب میں لکھا جاتا کہ دعا کی گئی ہے۔ خطوط کے جواب میں جب حضرت خود اپنے ہاتھ سے لکھتے تو آپ کا معمول تھا کہ عام طور پر اپنے دوستوں کو حبی فی اللہ۔ اخویم اور مکرمی فلاں سے خطاب فرمایا کرتے خواہ کوئی شخص عرف عام کے لحاظ سے کتنے ہی چھوٹے درجہ کا ہو.......یہ تمام امور آپ کے مکتوبات میں نمایاں ہیں جن کی کچھ جلدیں میں شائع کر چکا ہوں اور کچھ الحکم میں شائع ہو رہے ہیں.....

(الحکم ۲۱ فروری ۱۹۳۴ء صفحہ ۶)

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں۔

ڈاک خانہ سے پوسٹ مین ڈاک براہ راست حضرت صاحبؑ کے پاس لے جایا کرتا تھا....بعض دفعہ حضورؑ خود ہی تشریف لے آتے اور پوسٹ مین سے ڈاک لے جاتے۔ تمام خطوط کھولتے، پڑھتے اور بعض پر کچھ نوٹ کر دیتے کہ کیا جواب لکھا جائے.....جب پہلے پہل ڈاک میرے سپرد ہوئی تو وہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم و مغفور کے ایک دفعہ سیالکوٹ تشریف لے جانے کے وقت تھی۔ جب میں نے خطوط کو دیکھا تو اکثر خطوط درخواست دعا کے لئے تھے اور میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا کیا جواب دوں۔ اس واسطے میں نے ان سب کی ایک فہرست بنائی اور ایک نقشہ بنا کر اس میں ہر شخص کا نام اور مقام اور مطلب درخواست دعا درج کیا اور فہرست اندر بھیج دی۔ مگر حضور نے وہ فہرست واپس کی اور نہ اس کے متعلق کچھ فرمایا۔ دوسرے دن میں نے ویسی ہی ایک فہرست بنائی اور اندر بھیج دی.....کچھ جواب نہ آیا۔ تیسرے دن میں نے پھر بعد نماز زبانی عرض کیا۔ تب حضور نے فرمایا۔

''ایسے اصحاب کو لکھ دیا کریں کہ دعا کی گئی کیونکہ میں خط اپنے ہاتھ سے نہیں رکھتا جب تک کہ دعا نہ کرلوں اور اب آپ فہرست بنا کر بھیجتے ہیں تو فہرست آگے رکھ کر پھر دعا کر دیا کرتا ہوں اس طرح اب دو دفعہ دعا ہو جاتی ہے''۔

(الحکم ۷ مئی ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۱)

جلد اوّل میں جن لوگوں کو خطوط بھیجے گئے وہ درج ذیل ہیں

۱۔ آریوں، برہموسماج اور عام ہندوؤں کے نام خطوط

۲۔ عیسائی پادریوں کے نام خطوط جن میں فتح مسیح، آتھم کے علاوہ ڈوئی اور پگٹ بھی شامل ہیں۔

۳۔ غیر احمدی علماء کے نام خطوط جن میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی وغیرہ کے نام خطوط بھی شامل ہیں۔

۴۔ میر عباس علی صاحب لدھیانوی کے نام خطوط۔ ان مکتوبات کا موضوع تصوف ہے۔

۵۔ تصوف کے مسئلہ وحدت الوجود کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین مکتوبات بنام منشی مظفر حسین صاحب بھی اس جلد میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔

تصحیح

۱۔ رسالہ خدیجہ ''شہداء نمبر'' صفحہ نمبر ۱۷۵ میں فرحت خان صاحبہ کے مضمون ''یاران تیز گام'' میں حدیث مبارکہ تبدیل ہوگئی ہے۔

اس کے لئے ادارہ ''رسالہ خدیجہ'' معذرت خواہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

35 ویں جلسہ سالانہ جرمنی کے دوسرے روز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا لجنہ سے خطاب 26 جون 2010ء

خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہی حقیقی جنت اور فوز عظیم ہے

ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کریں، محبت کے تعلقات بڑھائیں اور رنجشیں دور کریں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جلسہ سالانہ جرمنی 2010 میں دوسرے روز کے خطاب کا خلاصہ بمقام من ہائم جرمنی

35 ویں جلسہ سالانہ جرمنی کے دوسرے روز مورخہ 26 جون 2010ء کو جلسہ گاہ من ہائیم جرمنی میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لجنہ اماء اللہ سے خطاب کے لئے جلوہ افروز ہوئے۔ جلسہ کی یہ کاروائی ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر براہ راست نشر کی گئی۔

قرآن کریم کی سورۃ التوبہ آیات 111 تا 113 کی تلاوت و ترجمہ کے بعد منظوم کلام حضرت مسیح موعودؑ ''واہ رے باغ محبت'' ترنم کے ساتھ پیش کیا گیا۔ بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشہد، تعوذ و سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد قرآن کریم کی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 72 کی تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسی جنتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اسی طرح بہت پاکیزہ گھروں کا بھی جو دائمی جنتوں میں ہوں گے۔ تاہم اللہ کی رضا سب سے بڑھ کر ہے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

حضور انور نے فرمایا جنت ایک ایسا لفظ ہے جو ہر انسان کو بڑا خوبصورت لگتا ہے چاہے وہ خدا کو مانتا ہے یا نہیں مانتا۔ کسی کے لئے دنیا کی لہو و لعب کھیل کود اور یہ زندگی جنت ہے۔ تو کوئی دنیا و آخرت کی جنت کی تلاش میں ہے۔ لیکن مومن اور غیر مومن میں دنیاوی جنت کی تعریف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مومن کی اس دنیا کی جنت بھی خدا تعالیٰ کی رضا میں ہے اور غیر مومن کا اس سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ مومن کا اس دنیا کی جنت کا حصول بھی اخروی جنت کے حصول کے لئے ہے جو حقیقی جنت ہے۔ قرآن کریم میں مومن مردوں اور عورتوں سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

حضور انور نے فرمایا جنت کیا چیز ہے اس بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ جنت پوشیدہ کو کہتے ہیں۔ یعنی ایسی چیز جس کے بارے میں پورا علم نہ ہو۔ اس کے اندر کے حال کا صحیح طرح سے فہم و ادراک نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ جنت کو جنت اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ نعمتوں سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہے۔ اس دنیا کی جو جنت ہے۔ اس میں کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور عورتوں سے ایسی نعمتوں کا وعدہ کرتا ہے جس کا انسان احاطہ نہیں کرسکتا۔ صرف ایمان لانے سے ہی جنت نہیں مل جائے گی بلکہ یہ ان اعمال کی جزاء ہے جو انسان بجالاتا ہے صرف ایمان لاکر اس پر خوش ہوجانا کافی نہیں۔ بلکہ ایک مومن مرد اور ایک مومن عورت کو اپنے ایمان کو نیک اعمال سے سجانے کی ضرورت ہے۔ عبادات سے سجانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اصل مقصد خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔

حضور انور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جنت کا کچھ ظاہری نقشہ بھی کھینچا ہے اور اس کے حصول کے بعد مومنین کے مقام کا بھی اور یہ نقشہ صرف ایک تمثیلی نقشہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اس کی اصل حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کوئی نفس نیکی کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں جو اس سے مخفی ہیں ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ بہشت اور اس کی نعمتیں وہ چیزیں ہیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کبھی دلوں میں گزری۔ پس اگر ہم اخروی دنیا کی چیزوں کو اس دنیا کی چیزوں کے ساتھ مشابہت دیں تو یہ خیالات ہمیں اصل مقصد سے دور لے جائیں گے۔ گو ان نعماء کا ذکر جسمانی رنگ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ پس جو جنت اخروی جنت ہے اس کے حصول کی کوششیں اس دنیا میں ہی شروع ہوجاتی ہیں۔ پس جو مومن جس قدر اس دنیا میں خدا کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کرے گا اس سے بڑھ کر اسے جنت میں اجر ملے گا۔ جس کا انسان احاطہ نہیں کرسکتا۔

اس جنت میں مومن کے مقام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن نعمتوں کا تم سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں دنیاوی نہریں تو پہاڑوں پر پڑنے والی برف اور بارشوں کی مرہون منت ہیں اگر بارش نہ ہو اور برف نہ پڑے تو نہریں اور دریا سوکھ جاتے ہیں یا اگر زیادہ بارشیں ہوجائیں اور برفیں پڑ جائیں تو سیلاب آجاتے ہیں لیکن یہ نعمتوں والی نہریں خشک ہونے والی نہیں اور نہ ہی تباہی مچانے والی ہیں یہ نہریں تمہارے زیر تسلط ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خالدین فیھا ابدا ۔ یہ جنتیں ابدی ہیں عارضی نہیں اور ان سے فائدہ اُٹھانے کی کوئی حد مقرر نہیں۔ حضور انور نے فرمایا پھر ان جنتوں میں کہاں رہنا ہے مساکن طیبۃ کہہ کر بتادیا کہ بہت ہی پاکیزہ گھر ہیں ایسے پاکیزہ گھر ہیں جن میں کسی قسم کی گندگی اور ناپاکی نہیں۔ لیکن سب سے زیادہ خوشی کی بات جو جنتیوں کے لئے ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہی فوز عظیم ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ اصل جنت خدا ہے۔ پس یہ اصل مقصود ہے مومن کا اور یہی نمونے بزرگوں نے ہمارے سامنے رکھے ہیں اور یہ جنتیں آخرت میں ہی نہیں اس دنیا میں بھی مل جاتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی ہم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیے۔

حضور انور نے فرمایا۔ ایمان کی حالت کس طرح پیدا ہوگی۔ فرمایا ان تطیع اللہ والرسول جب تم اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کروگے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کی بعض خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ بعضھم

اولیاء بعض ولی کے معنی ہیں دوست کے، ایک دوسرے کے مددگار، پیار کرنے والے حفاظت کرنے والے کے ہیں۔ پس اگر جنت کا امیدوار بننا ہے تو آپس میں اس تعلق کو نبھانا ہوگا۔ قرآن کریم میں جو جنّٰت کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد دنیاوی اور اخروی دونوں جنتیں مراد ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے رحماء بینھم یعنی دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنا اس کا نظارہ لاہور کے واقعہ میں نظر آیا۔ افریقہ کے ایک ملک کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور نے ایک نومبائعین جماعت کا واقعہ سنایا جو دور دراز جنگلوں میں رہتی ہے جب انہوں نے اس واقعہ کو MTA پر دیکھا تو وہ رقت اور غم سے روتے چلے جاتے تھے جیسے ان کے عزیز و اقارب پر یہ ظلم ہوا ہے۔ یہ ہے وہ انقلاب جو حضرت مسیح موعودؑ نے ہم میں پیدا کیا ہے۔ پس آپ عورتیں اور مرد ہمیشہ یاد رکھیں کہ اگر حقیقی جنت کی تلاش ہے تو نہ صرف خود نیکیوں میں آگے بڑھیں بلکہ ایک دوسرے کے مددگار بنیں۔ رنجشوں کی دیواریں کھڑی کرنے کی بجائے انہیں گرائیں۔ محبت کے تعلقات پیدا کریں۔ اپنے حقوق کی حفاظت کی فکر ہے تو دوسروں کے حقوق کی ضمانت کی بھی فکر کریں۔ اگر تمام عہدیداران اپنے اندر یہ تبدیلی پیدا کرلیں تو پچاس فیصد اصلاح تو اس طرح ہو جائے گی۔ حضور انور نے فرمایا میں بڑی تکلیف سے کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ اختلافات ختم کریں ایک دوسرے کے لئے ولی بنیں مددگار بنیں محبت اور پیار پیدا کریں۔ اگر ہر ایک اپنا جائزہ لے تو ایک جنت نظیر معاشرہ بن سکتا ہے اور کوئی بدفطرت جماعت کو کسی بھی رنگ میں نقصان نہیں پہنچا سکتا اور سب سے بڑھ کر خدا کی رضا حاصل کر رہے ہونگے۔ حضور انور نے فرمایا عورتیں گھروں کی نگران اور محافظ ہونے کی وجہ سے بچوں کی بہترین پرورش کرسکتی ہیں مرد بھی اپنے گھر کا راعی ہے اور پہلے مومن کا ذکر آیا ہے۔ آپ کو ہمیشہ اور ہر وقت ذاتی مفادات کی بجائے جماعتی مفادات کا خیال رکھنا ہوگا۔ اگر خود ہم نیک اعمال کرنے والے نہیں تو دوسروں کو کیا کہہ سکتے ہیں اگر والدین، عہدیداران، داعیان الی اللہ خود نیک اعمال بجالانے والے نہیں تو آپ دوسروں کو کیسے کہہ سکتے ہیں الٹا وہ آپ پر انگلی اٹھانے والے ہونگے کہ آپ تو یہ نیکیاں کرتے نہیں اور ہمیں کہتے ہیں اور یہ بے چینیاں معاشرے کو جہنم بنا رہی ہونگی اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی مول لے رہے ہوں گے۔

حضور انور نے لاہور کے شہداء کے واقعات میں سے ایک مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ دادا کی وفات کی خبر جب پوتی نے سنی تو اس نے اپنی معصومیت میں کہا کہ دادا جنت میں بھی قرآن کریم پڑھ رہے ہونگے۔ یہ ہیں حقیقی مومن کی نشانیاں جو اسے حقیقی جنت کا وارث بناتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ینھون عن المنکر بری باتوں سے روکتے ہیں۔ اگر اپنے نفس کی اصلاح ہوگی تو دوسروں کے نفس کی اصلاح ہوسکتی ہے اپنی اولادوں کو برائیوں سے پاک کرنے سے پہلے ہر مرد اور عورت پہلے اپنا جائزہ لے ہم نے صرف خود ہی جنت نہیں حاصل کرنی بلکہ دنیا کو بھی اس کے راستے دکھانے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا پس اگر آج ہر احمدی مرد اور عورت اس سوچ کو اپنے دل میں راسخ کرلے تو ساری دنیا میں انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔ پس آپ عورتوں کی اس حوالے سے بہت بڑی ذمہ داری ہے جن کی گودوں میں بچے تربیت حاصل کرتے ہیں۔ جنت آپ کے قدموں تلے ایسے ہی نہیں رکھی گئی۔ آپ کو ان راستوں پر چلنے کی وجہ سے یہ اعزاز ملا ہے۔ جو جنت کی طرف جانے والے راستے ہیں۔ ماں بچے کو جنت کی طرف بھی لے جانے والی ہے اور جہنم کی طرف بھی ہر ماں کے پاؤں کے نیچے جنت نہیں بلکہ جنت مومنہ ماں کے پاؤں تلے ہے۔ جہاں وہ نیکیوں میں بڑھنے والی ہیں وہاں وہ عبادات میں بھی بڑھنے والی ہیں۔

حضور انور نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس جنت میں بسنے والوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ قیام نماز کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ قیام نماز سے مراد یہ ہے کہ نماز کو کھڑا کرو نماز بار بار گرتی ہے بار بار کوشش کر کے اسے کھڑا کرو۔ نماز کس طرح گرتی ہے۔ فرمایا اگر نماز کے دوران توجہ نماز کی طرف نہیں تو یہ گری ہوئی نماز ہے یہ وہ مقصد حاصل نہیں کر رہی جو عبادت کا مقصد ہے۔ اگر دنیاوی خیالات آرہے ہیں۔ پس نماز کو سوچ سمجھ کر اس کے الفاظ پر غور کر کے پڑھنا چاہئے۔ خیالات بھٹکانے لگیں تو شیطان سے بچنے کی پناہ مانگیں۔ استغفار کریں اللہ سے مدد مانگیں یہ ہے نماز کا قیام پھر قیام نماز وقت پر نماز کی ادائیگی بھی ہے جب مائیں اپنے گھروں کو قیام نماز سے سجائیں گی تو اولاد پر یقیناً اثر ہوگا۔ جب گھر میں عورتیں پانچ وقت کی نمازیں ادا کر رہی ہوں گی تو کبھی وہ گھر خدا کی مدد سے خالی نہ ہوگا۔ آنحضرتؐ نے عورت اور مردونوں کی یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ فجر کی نماز پر ایک دوسرے کو جگاؤ دونوں کے فرائض میں ہے کہ ایک دوسرے کی نمازوں کے قیام کی کوشش کریں اور بچوں کی نمازوں کی حفاظت کی طرف بھی توجہ کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن مرد اور عورت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ حضور انور نے ایک واقعہ کا ذکر فرمایا کہ بچی کی شادی تھی اور اس نے اپنا زیور فنڈ میں دینا چاہا تو میں نے کہا سوچ لو۔ اس پر وہ رونے لگی اور کہا کہ میں یہ سب کچھ دینا چاہتی ہوں اللہ تعالیٰ مجھے اور دے گا۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی حصول کی کوشش کرنے اور اپنے لئے جنت میں مکان بنانے والی عورتیں۔ پھر ایسے مومنوں کو اپنی نیکیوں پر کوئی فخر اور زعم نہیں ہوتا۔ نہ اپنی عبادات اور نمازوں پر نازاں ہوتے ہیں اور یہ ہی مالی قربانی پیش کر کے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی قربانی کی ہے بلکہ وہ ان تمام نیکیوں کے کرنے کے باوجود اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ ہم ہر وقت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں میں شامل رہیں۔ ہم آج اس وقت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے ہوں گے جب ہم عہد بیعت نبھانے والے ہونگے، خلیفہ وقت کے حکموں پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے یہ سب کچھ میری رضا کے حصول کے لئے کیا ہے اب میں تمہیں ان جنتوں کا وارث بناؤں گا۔

آخر پر حضور انور نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی، مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی اور ہماری نسلوں کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور دنیوی اور اخروی جنتوں کا وارث بنائے اور ہم ہر نیکی کے کام کو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے کرنے والے ہوں۔ اس کے بعد حضور انور نے دعا کروائی۔ بعدہٗ لجنہ وناصرات نے نظمیں پیش کیں۔ حضور انور کافی دیر لجنہ مارکی میں قیام کے بعد واپس تشریف لے آئے۔

(از روزنامہ الفضل ...... یکم جولائی 2010ء)

اَے شاہِ مکّی و مدنی سیّدالورٰی صلی اللہ علیہ وسلم

اَے شاہِ مکّی و مدنی ، سیدُّ الوَرٰیؐ
تیرا غلامِ دَر ہوں ، ترا ہی اسیرِ عِشق
تیرے جِلو میں ہی مِرا اُٹھتا ہے ہر قدم
تُو میرے دل کا نور ہے ، اَے جانِ آرزو
ہیں جان و جسم ، سو تری گلیوں پہ ہیں نِثار
تُو وہ کہ میرے دِل سے جگر تک اتر گیا

تجھ سا مجھے عزیز نہیں کوئی دوسرا
تو میرا بھی حبیب ہے ، محبوب کبریاؐ
چلتا ہوں خاکِ پا کو تِری چُومتا ہُوا
روشن تجھی سے آنکھ ہے ، اے نَیِّرِ ہُدٰیؐ
اولاد ہے ، سو وہ تِرے قدموں پہ ہے فدا
مَیں وہ کہ میرا کوئی نہیں ہے تِرے سِوا

اے میرے والے مصطفٰی ، اے سیّدُ الوَرٰیؐ
اے کاش ہمیں سمجھتے نہ ظالم جُدا جُدا

ربِّ جلیل کی ترا دِل جلوہ گاہ ہے
قِبلہ بھی تُو ہے ، قِبلہ نُما بھی تیرا وجود
نُور و بشَر کا فرق مِٹاتی ہے تیری ذات
تیرے حضور تہ مِرا زانوئے ادَب
تیرے وُجُود کی ہوں مَیں وہ شاخِ با ثَمر
ہر لحظہ میرے درپئے آزار ہیں وہ لوگ
مُجھ سے عِناد و بُغض و عداوَت ہے اُن کا دِیں
اَے وہ کہ مُجھ سے رکھتا ہے پَرخاش کا خیال

سِینہ ترا جمالِ الٰہی کا مُستقَر
شانِ خدا ہے تیری اداؤں میں جلوہ گر
"بعد از خدا بزرگ توئی قِصّہ مختصر
میں جانتا نہیں ہوں کوئی پیشوا دِگر
جس پر ہر آن رکھتا ہے ربِّ الوَرٰی نظر
جو تجھ سے میرے قُرب کی رکھتے نہیں خبر
ان سے مجھے کلام نہیں لیکن اِس قدر
"اَے آں کہ سُوئے مَن بِدَوِیدی بصدَ تبَر

از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم
بعد از خدا بعشقِ مُحمد مُخَمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

﴿کلام طاہر صفحہ 10، 11﴾

وہ رحمت عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے

ڈاکٹر امتہ الرقیب ناصرہ۔فرینکفرٹ

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(سورۃ الانبیاء آیت نمبر 108)

آنحضرت ﷺ کیونکہ تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔اس لئے آنحضرت ﷺ کے ذریعے خدا تعالیٰ نے ہر طبقے پہ احسان کروائے اور آپؐ کے سب سے زیادہ احسانات طبقہ نسواں یعنی خواتین پہ ہیں۔آپؐ کے حسن واحسان کو جاننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ آپؐ کی بعثت سے پہلے عورتوں کی کیا حالت تھی۔

اس بارے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی کتاب ''سیرت خاتم النبیینؐ ''میں تحریر فرماتے ہیں:

''عرب میں عورت کی حالت بحیثیت مجموعی اچھی نہ تھی......عورتوں میں پردے کی رسم نہ تھی بلکہ وہ کھلی پھرتی تھیں۔تعدادِ ازدواج کی کوئی حد نہ تھی جتنی بیویاں کوئی شخص رکھنی چاہتا تھا رکھتا تھا۔بعض اوقات باپ کی منکوحہ پر بیٹا وارث کے طور پر قبضہ کر لیتا تھا۔اور دو حقیقی بہنوں سے بھی ایک وقت میں شادی کر لیتے تھے۔مگر ان باتوں کو اشراف عرب اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔عرب میں طلاق کا عام رواج تھا۔خاوند جب چاہتا بیوی کو الگ کر سکتا تھا۔لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کی رسم عرب میں تھی۔مگر خاص خاص قبائل میں تھی۔لڑکیوں کو ورثہ نہ ملتا تھا اور نہ ہی بیوی کو حتیٰ کہ اگر کسی شخص کی نرینہ اولاد نہ ہوتی تھی تو اس کے مرنے پر سب ترکہ اس کا بھائی لے جاتا تھا اور اسکی بیوی اور لڑکیاں یونہی خالی ہاتھ رہ جاتی تھیں''۔(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ ۵۹) اس وقت اخلاقی حالت اتنی خراب تھی کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

ظَھَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ۔(سورۃ الروم آیت 42)
یعنی خشکی اور تری میں لوگوں کے کاموں کی وجہ سے فساد نمایاں ہو گیا ہے۔

(تفسیر صغیر صفحہ نمبر 530)

؎ تب عرش معلیٰ سے اک نور کا تخت اترا

خدا تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا تا کہ جو اعلیٰ اخلاق اس دنیا سے مٹ گئے تھے ان کو پھر سے قائم کریں اور عورت کو بھی اس کا اعلیٰ مقام اور عزت دلوائیں۔آپؐ نے طبقۂ نسواں کو جو کہ گرا ہوا اور مظلوم تھا پھر سے کھڑا کیا۔عورت کے ہر روپ میں اس کے حقوق قائم کیے اور عزت دلوائی۔چاہے وہ ماں، بیوی، بہن، بیٹی، لونڈی۔غیر مسلم عورت یا مسلمان۔محرم ہو یا نا محرم عورت ہو۔

1۔خدا تعالیٰ نے عورت کی حفاظت اور عزت کے لئے آنحضرت ﷺ کے ذریعے یہ احسان فرمایا کہ مردوں کو غضِ بصر، پاکیزگی اور عورتوں کے لیے پاک دامنی، حیا اور پردے کا حکم نازل فرمایا:

ترجمہ!(اے نبی) تو مومنوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔یہ ان کے لئے بہت پاکیزگی کا موجب ہوگا۔جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے۔اور تو مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس زینت کے جو آپ ہی آپ بے اختیار ظاہر ہوتی ہو۔(سورت نور آیت نمبر 31,32 تفسیر صغیر صفحہ نمبر 449)

اس طرح آنحضرت ﷺ کے ذریعے خدا تعالیٰ نے ایک ایسے اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی جس میں اگر عورت کو کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر جانا ہو تو اسے بے حد آسانی ہو اور وہ حفاظت اور عزت سے پھر سکے اور تمام کام کر سکے۔پھر خدا تعالیٰ نے یہ تعلیم دی کہ کن رشتہ دار عورتوں سے نکاح جائز نہیں اور ایک شخص بہت ساری بیویاں نہیں رکھ سکتا۔اگر ایک سے زیادہ رکھے گا تو انصاف کا معاملہ کرنا ہوگا اور مرد کے لئے زیادہ سے زیادہ چار شادیوں کی حد مقرر کی۔عورتوں پہ مردوں کے اور مردوں پہ عورتوں کے حقوق کا تعین کیا۔

2۔آپؐ نے لڑکیوں کو قتل کر دینے کی رسم کو ختم کیا۔ایک بار ایک شخص نے بتایا کہ اسلام لانے سے قبل کس طرح اس نے اپنی چھوٹی پیاری سی بیٹی کو زندہ گڑھے میں گرا کر دفن کر دیا تھا۔یہ سن کر آپؐ اتنا روئے کہ ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا اگر زمانہ جاہلیت کے کسی جرم پر سزا دینا جائز ہوتا تو میں اس جرم پر دیتا۔آپؐ نے بیٹیوں کو رحمت قرار دیتے ہوئے اس شخص کے لئے جو بیٹیوں کی اچھی پرورش اور تعلیم و تربیت کرے جنت کی بشارت دی۔آپؐ نے عورتوں کو اسلامی قانون کے مطابق ورثہ کا حق دلوایا اور عورت کو بھی جائیداد رکھنے کا اہل قرار دیا۔آپؐ نے فرمایا علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے اس طرح عورتوں کے لئے بھی دینی اور دنیوی تعلیم اور ترقی کے دروازے کھولے۔آپؐ کے ذریعے خدا تعالیٰ نے عورت کو شادی کے معاملے میں پسند ناپسند کا حق عطا فرمایا۔عورت کو طلاق کا حق دیا گیا۔ایک بار ایک عورت آپؐ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے والد نے میری مرضی کے بغیر اپنے ایک رشتہ دار سے میرا نکاح کر دیا ہے۔آپؐ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے کہ طلاق لے لو۔اس نے کہا نہیں میں یہ نہیں چاہتی۔میں نے صرف یہ اس لئے عرض کیا تھا تا کہ اس معاملے میں عورتوں کے حقوق کا تعین ہو سکے۔

3۔آپؐ نے طلاق کو جائز قرار دیتے ہوئے بھی ناپسندیدہ قرار دیا تا کہ کوئی مرد اور عورت معمولی اختلافات پر بلا سوچے سمجھے ایک پاکیزہ بندھن کو نہ توڑے۔اس طرح معاشرے کا سکون خراب نہ ہو۔طلاق کے معاملے میں عورت کو اس کے بچے کی وجہ سے تنگ نہ کیا جائے۔

4۔مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لئے کئی جنگیں لڑنی پڑیں۔آپؐ جب کسی لشکر کو جنگ پر روانہ کرتے تو جو احکامات دیتے ان میں سرِ فہرست یہ بات بھی ہوتی کہ جنگ میں کسی عورت کو قتل نہیں کرنا۔حالانکہ اس زمانے میں کافر عورتیں کئی طریقوں سے جنگ میں

تقریباً عملاً حصہ دار بنتی تھیں ۔مثلاً مردوں کو جوش دلانے کے لئے اشعار پڑھتی تھیں ۔ تب بھی آپؐ نے منع فرمایا۔ جب کہ آج اتنے سو سال کے بعد جب دنیا اپنے آپکو بہت مہذب کہتی ہے اس مہذب دنیا میں دونوں طرف کی عورتوں کی ظالمانہ طریق پر بے حرمتی کی جاتی ہے اور قتل کر دیا جاتا ہے۔

جنگِ خیبر کے بعد حضرت صفیہؓ جو ایک یہودی سردار کی بیٹی تھیں ایک صحابی کی قید میں آئیں اور بعض صحابہؓ کے اصرار پر رسول کریم ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ (''نبیوں کا سردار''،تحریر حضرت مصلح موعودؓ صفحہ 73)۔

شادی کے فوراً بعد جنگ خیبر سے واپسی کا وقت آیا تو صحابہ کرامؓ نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ آنحضرتؐ اونٹ پر حضرت صفیہؓ کے لیے خود جگہ بنا رہے ہیں وہ عبا جو آپ نے زیب تن کر رکھی تھی اتاری اور اسے تہہ کر کے حضرت صفیہؓ کے بیٹھنے کی جگہ پر بچھا دیا پھر ان کو سوار کرواتے وقت اپنا گھٹنا ان کے آگے جھکا دیا اور فرمایا ''اس پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جاؤ''۔

(اسوہ انسان کاملؐ مصنف مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ نمبر 496)

حضرت صفیہؓ کے قبیلہ کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کی تھیں اور وہ ایک یتیم تھیں، بیوہ تھیں اور ایک ہاری ہوئی قوم کی بیٹی تھیں اور رسول کریم ﷺ ایک نبی تھے، بادشاہ تھے اور فاتح جرنیل تھے، وہ انسان کامل جس کے لئے خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کئے۔ آپ ﷺ کی عاجزی، انکساری، تواضع اور عورتوں سے حسن سلوک کا یہ حال تھا کہ آپؐ نے حضرت صفیہؓ کو جو ایک قیدی تھیں اپنے گھر کی، اور زندگی کی ملکہ بنا لیا۔

اس کی سیرت حسیں ۔اس کی صورت حسیں
کوئی اس سا نہ تھا کوئی اس سا نہیں
اس کا ہر قول ہر فعل ہے دلنشیں
خوش وضع ۔خوش ادا۔خوش نوا۔خوش کلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

5۔آپ ﷺ نے یہ احسان کیا کہ عورتوں سے پیار اور رحم کا سلوک کرنے کی عملی تعلیم دی۔ آج ساری دنیا میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔

Ladies first اور Glass handle with care

اگر اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ الفاظ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے عورت کے حق میں استعمال فرمائے تھے۔ جب ایک دفعہ آنحضرت ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے کہ اونٹ کا پاؤں پھسلا اور آپ دونوں گر پڑے۔ حضرت ابو طلحہؓ فوراً آنحضور ﷺ کی طرف بڑھے آپؐ نے فرمایا: عَلَيْكَ بِالْمَرْاَةِ۔ اَلْمَرْاَة۔ اَلْمَرْاَة کہ پہلے عورت کا خیال کرو یعنی

Ladies first

''عورتوں کے احترام اور ان کی عزت کا آپ کو بہت خیال تھا۔ ایک سفر میں آپؐ کی بیویاں اونٹوں پر سوار تھیں کہ ایک حدی خواں انجشہ نامی نے اونٹوں کو تیز ہانکنا شروع کر دیا۔ آنحضرت ﷺ فرمانے لگے ''اے انجشہ ۔ تیرا بھلا ہو ذرا آہستہ دیکھتے نہیں یہ نازک شیشے ہمراہ ہیں۔ ان آبگینوں کو ٹھیس نہ پہنچے ۔ یہ شیشے ٹوٹنے نہ پائیں اونٹوں کو آہستہ ہانکو۔'' (اسوۂ انسان کامل مصنف مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ نمبر 230)

آپؐ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جس کا اپنے اہل و عیال سے سلوک اچھا ہے اور میں تم میں سے اپنے اہل سے اچھا سلوک کرنے کے اعتبار سے بہتر ہوں۔

(کتاب ''لباس'' صفحہ 35)

آپؐ اپنی ازواجِ مطہرات کے عزیز و اقارب سے محبت اور عزت سے پیش آتے۔ اسی طرح آپؐ نے اپنے ماننے والوں پہ یہ فرض کیا کہ وہ اپنی بیویوں کے عزیز و اقارب کا بھی خیال رکھیں اور مرد پہ یہ فرض کیا گیا کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اپنی بیوی کی ضروریات کا ذمہ دار ہے آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

''یاد رکھو ہمیشہ اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کی نگہداشت تمہارے سپرد کی ہے، عورت کمزور وجود ہوتی ہے اور وہ اپنے حقوق کی خود حفاظت نہیں کر سکتی ۔تم نے جب ان کے ساتھ شادی کی تو خدا تعالیٰ کو ان کے حقوق کا ضامن بنایا تھا، اور خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت تم ان کو اپنے گھر لائے تھے۔(پس عورتوں کے حقوق ادا کرنے کا ہمیشہ خیال رکھنا)'' (نبیوں کا سردار صفحہ نمبر 217)

6۔آپؐ نے بیوہ عورتوں کے حقوق قائم فرمائے، ان کو شادی کا حق دلوایا آپکی ازواجِ مطہرات میں سے کئی خواتین بیوہ تھیں ۔مثلاً حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت سودا رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ ۔ حضرت زینبؓ جو آپ کی ازواجِ مطہرات میں سے تھیں ایک طلاق یافتہ عورت تھیں یوں آپ نے اپنی سنت قائم کر کے ایک طلاق یافتہ عورت کو معاشرے میں ایک معزز مقام دلوایا۔

7۔عورتوں کی تفریح اور صحت کا خیال رکھنے کی سنت قائم کی۔ ''ایک بار عید کے موقع پر آپ ﷺ کے گھر حضرت عائشہؓ کے ساتھ مدینے کی لڑکیاں گا رہی تھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور آپ کو منع کیا۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا ان کو ایسا کرنے دیں ان کا بھی خوش ہونے کا حق ہے۔ ایک بار آپ لوگوں کے سامنے حضرت عائشہؓ کے ساتھ مقابلۃً دوڑے حضرت عائشہؓ آگے بڑھ گئیں پھر ایک مرتبہ آپ ان کے ساتھ دوڑے تب آپؐ آگے بڑھ گئے آپؐ نے شگفتگی سے فرمایا اُس بار کا بدلہ اتر گیا۔'' (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ نمبر 305)

8۔آپ ﷺ کے زمانے میں عورتیں وعظ سننے آتی تھیں ،جنگوں میں شامل ہوتی تھیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں، سواری کرتی تھیں، مردوں سے علوم سیکھتی اور سکھاتی تھیں حضرت عائشہؓ کے متعلق تو یہاں تک ثابت ہے کہ آپ مردوں کو رسول کریم ﷺ کی احادیث سنایا کرتی تھیں۔ ''رسول کریم ﷺ زمانہ امن میں صحابہ سے تیر اندازی اور دوسرے فنونِ حرب اور قوت و طاقت کے مظاہرے کروایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس قسم کے کھیل آپؐ نے مسجد میں بھی کروائے اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا اگر دیکھنا چاہو تو میرے پیچھے کھڑے ہو کر کندھوں کے اوپر سے دیکھ لو چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپؐ کے پیچھے کھڑی ہو گئیں اور تمام جنگی کرتب دیکھے۔'' (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ نمبر 303)

آپؐ نے عورتوں کو بہادر بنانے کے لیے جنگی کرتب بھی دیکھنے کا سامان کیا اور جنگوں میں شامل بھی کیا، تاکہ انکی گودوں میں پلنے والے بچے بزدل نہ بنیں

اور عورتیں وقت آنے پہ اپنی اور اپنے ملک کی حفاظت کر سکیں۔ یہ آپ ؐ کا احسان ہے تا کہ عورتیں معاشرے میں بے حد فعال اور مضبوط کردار ادا کر سکیں۔

آپ ؐ کی بعثت سے پہلے عورت کو ناقص العقل سمجھا جاتا تھا آپ ﷺ نے عورتوں سے مشورہ کی سنت قائم کر کے ثابت کیا کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح عقل اور شعور رکھتی ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''یا رسول اللہ ہم لوگ مکہ میں اپنے سامنے عورت کو بات نہیں کرنے دیتے تھے۔ لیکن جب سے میری بیوی مدینہ میں آئی ہے وہ بات بات پر مجھے مشورہ دینے لگ گئی ہے۔ ایک دفعہ میں نے اسے ڈانٹا کہ یہ کیا حرکت ہے... تو وہ مجھے کہنے لگی... میں نے تو دیکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی بیویاں آپ ؐ کو مشورہ دے لیتی ہیں... میں نے کہا ہیں! ایسا ہوتا ہے؟ وہ کہنے لگی ہاں واقعہ میں ایسا ہوتا ہے... میں اپنی بیٹی کے پاس گیا (ان کی بیٹی آنحضرت ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں) اور اسے کہا دیکھو رسول کریم ﷺ کے سامنے کوئی بات نہیں کرنی... حضرت عائشہؓ پاس ہی تھیں وہ میری بات سن کر بولیں تو کون ہوتا ہے رسول کریم ﷺ کے گھر کے معاملات میں دخل دینے والا... (جبکہ رسول اللہ ہم سے مشورہ لیتے ہیں)، رسول کریم ﷺ یہ بات سن ہنس پڑے۔

(سیر روحانی تقریر حضرت مصلح موعودؓ صفحہ 43-44)

9۔ آپ ؐ کے ذریعے خدا تعالیٰ نے یہ قانون قائم کروایا کہ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر جھوٹا الزام لگائیں ان کی سزا ہے۔ اسی طرح عورتوں کو معاشری تحفظ فراہم کیا گیا۔

یہ طبقہ نسواں پہ آنحضرت ﷺ کے بے شمار احسانات میں سے چند ایک جھلکیاں ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیاتؓ نے خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت، جانثاری، وفاداری اور اخلاص کی انتہائی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ہ

ترجمہ:۔ کیا احسان کی جزا احسان کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتی ہے؟

(سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 61 تفسیر صغیر صفحہ 715)

پس وہ جو محبوب خدا تھا اس پیارے نبیؐ کے احسانات جو اللہ تعالیٰ نے اُن سے ہم پر کروائے اُن کا کیا بدلہ ہے، جو آج ہم دے سکیں۔ تا کہ خدا تعالیٰ کے دربار میں ہم شکر گزار لکھی جائیں، تا کہ ہمارا محبوب، ہمارا مطلوب، مقصود، ہمارا معبود خدا ہمیں اپنا قرب اور محبت عطا کرے۔ ان عظیم الشان احسانات کا ادنیٰ سا بدلہ یہ ہے کہ آج دنیا کو آنحضرت ﷺ کا پر نور خوبصورت چہرہ دکھائیں۔ دنیا آپ ؐ کی خوبصورت سیرت اور حسن کردار کو نہیں جانتی۔ اس لئے آپ ؐ کے خوبصورت چہرے کو دھندلا کرنا چاہتی ہے اور اسلام کی خوبصورتی کو نہیں پہچان رہی۔ آج محمد ﷺ کے خلاف اور اسلام کے خلاف بہت منظم طریقے سے مہم چلائی جا رہی ہے۔ ہم نے دلیل سے، محبت سے، محنت سے، اپنے اچھے مضبوط اور فعال کردار سے اچھے نمونے سے اس کا مقابلہ کرنا ہے۔ ہم ویسی ہی بن جائیں جیسا آنحضرت ﷺ ہمیں بنانا چاہتے تھے۔ ہم صحابیات رسول ﷺ کی خوبیاں اپنالیں۔ اسلام تو انشاء اللہ دنیا میں غالب آ کر رہے گا مگر خدا کرے کہ ہم اور ہماری نسلیں ان برکتوں کو پانے والی ہوں جو غلبہ اسلام کے ساتھ مقدر ہیں۔ آمین۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں آنحضرت ﷺ کے دین کے لیے قربانیاں کرنے والی بنائے اور ہماری نسلیں پاک اور نیک ہوں اور خلیفہ وقت کے دستِ بازو بنیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں اپنا موتی بنالے، خدا اپنا موتی کبھی ضائع نہیں ہونے دیتا۔

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

میدان جنگ میں!

رسول کریم ﷺ ایک دفعہ جنگ کیلئے جانے لگے تو ایک صحابیہ بھی لشکر میں آشامل ہوئیں۔ جب صحابہؓ نے اس کو منع کیا تو اس عورت نے کہا کیوں، ہم کیوں نہ جائیں، کیا ہم پر اسلام کی خدمت فرض نہیں۔ اس کا یہ جواب سنکر رسول کریم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا اسے بھی ساتھ لے چلو۔ زخمیوں کو پانی پلانا اور ان کی مرہم پٹی کرنے کا کام اس کے سپرد کر دیا۔ فتح کے بعد جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو مالِ غنیمت میں اس عورت کا حصہ بھی ایک مرد کے برابر رکھا گیا۔ (اوڑھنی والیوں کے لئے پھول ص 424)

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ جنگ پر جاتے تو تو کچھ عورتوں کو بھی ساتھ لے جاتے جو نرسنگ کا کام کرتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں حضرت ضرارؓ جو ایک صحابی تھے۔ غفلت کی وجہ سے رومیوں کی قید میں آ گئے اور رُومی انھیں پکڑ کر کئی میل تک ساتھ لے گئے۔ ان کی بہن خولہؓ کو اس کا پتہ لگا تو وہ اپنے بھائی کی زرہ اور سامان جنگ لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر اُن کے پیچھے گئیں اور دشمن سے اپنے بھائی کو چھڑا لانے میں کامیاب ہو گئیں۔

(فتوحات الشام جلد اوّل صفحہ 27-28) (اوڑھنی والیوں کے لئے پھول ص 163)

اپنی انہی قربانیوں اور فضیلتوں کی وجہ سے صحابیات رسول ﷺ زندہ جاوید ہو گئیں۔ اور ہم بعد میں آنے والیوں کیلئے دقیق سے دقیق پہلوؤں کی نشاندہی کر کے راہیں متعین کیں۔ خُدا کرے کہ ہم بھی امام آخر الزماں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی کامل پیروی میں ایسے اعلیٰ نمونے رقم کرنے والیاں ہو۔ جو ہمیں اوّلین سے جاملائیں اور روز قیامت ہمارا شمار بھی عابدات، صالحات اور قانتات میں ہو۔ آمین حضرت مصلح موعودؓ کا مبارک ارشاد پیش خدمت ہے! آپؓ فرماتے ہیں!

''تمھارا بھی دعویٰ ہے کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائی ہو۔ اور حضرت مسیح موعودؑ رسول کریمؐ کے بروز ہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں تم صحابیات کی بروز ہو لیکن تم صحیح طور پر بتاؤ کہ کیا تمھارے اندر دین کا جذبہ موجزن ہے جو صحابیات میں تھا، کیا تمھارے اندر وہی نور موجود ہے جو صحابیات میں تھا، کیا تمھاری اولادیں ویسی نیک ہیں جیسی صحابیات کی تھیں، اگر تم غور کرو تو تم اپنے آپ کو صحابیات سے بہت پیچھے پاؤ گی۔'' (اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 423)

آنحضرت ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت ثوبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ثوبیہ آنحضرت ﷺ کے چچا ابولہب کی لونڈی تھی جسے ابولہب نے اپنے یتیم بھتیجے کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا اسی ثوبیہ نے حضرت حمزہؓ کو بھی دُودھ پلایا تھا۔ گویا اس طرح حمزہؓ جو آپ ﷺ کے حقیقی چچا تھے دُودھ کے رشتہ سے آپکے بھائی بن گئے۔ ثوبیہ کی یہ چند دن کی خدمت آنحضرت ﷺ کبھی نہیں بھولے جب تک وہ زندہ رہی آپ ﷺ ہمیشہ اُسکی مدد فرماتے رہے (سیرت خاتم النبیّین: ص 94)

ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے رسولِ کریم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ آنحضور ﷺ اپنی اس رضاعی والدہ سے صلہ رحمی کی خاطر اسے پوشاک بھجوایا کرتے اور اس کی وفات کے بعد بھی اس کے اقارب کا حال پچھواتے۔ (اسوہ انسانِ کامل: حافظ مظفر احمد ص 217)

پیارے نبی کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سلطانہ صابرہ رفیق Augsburg

سلسلہ نسب اور اولاد۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ حلیمہ بنت ابی ذ ویب عبداللہ بن حرث بن شجنہ بن جابر بن اُزام بن ناصرہ بن نصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن نصفہ بن قیس بن صیلان ہے۔ اور حضرت حلیمہ کے خاوند جو حضور ﷺ کے رضاعی باپ ہیں ان کا نام حرث ہے۔ آپکی اولاد کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ بن حرث، انیسہ بنت حرث اور خزامہ بنت حرث اس کا نام شیما ہے اور اسی نام سے اپنی قوم میں پکاری جاتی تھی۔

ابتدائی حالات زندگی:۔ مکہ کے شرفاء میں یہ دستور تھا کہ مائیں اپنے بچوں کو خود دودھ نہ پلاتی تھیں بلکہ عام طور پر بچے شہر سے باہر بدوی لوگوں میں دائیوں کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔ اس کا یہ فائدہ ہوتا تھا کہ جنگل کی کھلی ہوا میں رہ کر بچے تندرست اور طاقتور ہوتے تھے اور زبان بھی عمدہ اور صاف سیکھتے تھے۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ہو گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو شروع شروع میں آپ کی والدہ حضرت آمنہؓ نے اور پھر حضرت ثوبیہ رضی اللہ نے دودھ پلایا...... حضرت ثوبیہؓ کے بعد آنحضرتؐ کی رضاعت مستقل طور پر حضرت حلیمہ رضی اللہ کے سپُرد ہوئی جو قوم ہوازن کے قبیلہ بنی سعد کی ایک خاتون تھی اور دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر مکہ میں دایہ کے طور پر کسی بچے کی تلاش میں آئی تھی۔

حضرت حلیمہؓ کا خاندان غریب تھا۔ اس لئے جن امیر گھروں میں بھی وہ گئیں۔ ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ غریب عورت بچے کو اچھی طرح پال نہیں سکے گی، اپنے بچے اُن کے سپرد نہ کئے۔ حضرت حلیمہؓ سارا دن مکہ کے گھروں میں چکر لگاتی اور ردّ ہوتی رہیں۔ دوسری طرف پیارے آقا کی بیوہ ماں حضرت آمنہؓ اپنے گھر میں کسی مناسب دایہ کا انتظار کرتی رہیں۔ لیکن کوئی دایہ یتیم کے گھر سے کم اجرت پانے کے خوف سے اس گھر کا رخ نہ کرتی۔ جب سارا دن مکّہ کے ہر گھر سے حضرت حلیمہؓ نے انکار سنا۔ تو انہوں نے خیال کیا کہ اگر میں بغیر بچے کے گئی، تو بدنام ہو جاؤں گی۔ کسی امیر کا بچہ نہیں تو ننھے یتیم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہی ساتھ لیتی جاؤں۔ ایک یتیم بچے کو اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے حضرت حلیمہؓ ابتداء میں تو کچھ زیادہ خوش نہ تھیں۔ کیونکہ عام عرب سوچ کے مطابق انہیں ایسا بچہ ملنے کی آرزو تھی جس کا باپ زندہ ہو اور جہاں زیادہ انعام واکرام کی اُمید ہو۔ لیکن جلد ہی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہو گیا کہ جو بچہ وہ اپنے ساتھ لائی ہیں، وہ بہت قسمت اور برکتوں والا ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کی اپنی روایت ہے کہ آنحضرتؐ کے آنے سے پہلے ہم پر بہت تنگی کا وقت تھا مگر آپؐ کے آنے کے ساتھ یہ تنگی فراخی میں بدل گئی اور ہماری ہر چیز میں برکت نظر آنے لگی......

دو سال کے بعد جب رضاعت کی مدّت پوری ہوئی تو دستور کے مطابق حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو لے کر مکّہ میں آئیں۔ مگر اُنہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت ہو چکی تھی کہ اُن کا دل چاہتا تھا کہ اگر ممکن ہو تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ سے اجازت لے کر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو پھر واپس لے جائیں۔ چنانچہ حضرت حلیمہؓ نے باصرار کہا کہ ابھی اس بچہ کو کچھ عرصہ اور اُن کے پاس رہنے دیا جائے اور یہ کہ وہ ننھے محمد ﷺ کا ہر طرح خیال رکھیں گی۔ حضرت آمنہؓ نے پہلے تو انکار کیا۔ مگر پھر ان کا اصرار دیکھ کر اور یہ خیال کر کے کہ مکّہ کی آب و ہوا کی نسبت باہر کی آب و ہوا اچھی ہے۔ دراصل ان ایام میں مکّہ کی آب و ہوا کچھ خراب بھی تھی۔ حضرت آمنہؓ نے مان گئیں۔ سو حضرت حلیمہؓ آپ ﷺ کو دوبارہ لے کر خوش خوش اپنے گھر لوٹ گئیں۔ اس کے بعد قریباً چار سال کی عمر تک آپ ﷺ حضرت حلیمہؓ کے پاس رہے اور قبیلہ بنو سعد کے بچوں میں کھیل کود کر کچھ بڑے ہوئے۔ خاص طور پر اس قبیلہ کی زبان صاف اور فصیح تھی۔ سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی زبان سیکھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ قریش سے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ (ماخوذ سیرت خاتم النبیین)۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۲۴-۴۲۵)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا قبولیت اسلام

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے اسلام لانے کے بارے میں اختلاف ہے امام السیوطیؒ تو اس بات کے قائل ہیں کہ جس خاتون نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا وہ اسلام لے آئی (مسالک الحنفاء، ص ۴۴) شبلی نعمانیؒ نے بہت سے حوالوں سے اس کی تصریح و توثیق کی ہے کہ حضرت حلیمہؓ اسلام لے آئی تھیں،

رشتہ رضاعت سے گہری محبت و عقیدت کا خوبصورت انداز:۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم کی رضاعی ماں آپؐ کے پاس آئیں تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا: اُمّی اُمّی! پھر آپؐ نے اپنی چادر مبارک ان کے لئے بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپؐ نے ان کی حاجت روائی بھی کی۔

پوری روایت اس طرح ہے کہ ''عمارہ بن ثوبان ابو طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ جعّرانہ کے مقام پر تھے (یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے) اور گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک بدوی عورت آئی، جب وہ نبی کریمؐ کے قریب آگئیں تو آپؐ نے ان کے لیے اپنی چادر (رداء) بچھادی، وہ اس پر بیٹھ گئیں میں نے پوچھا یہ کون خاتون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ آپؐ کی ماں ہے جس نے آپؐ کو دودھ پلایا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہؓ کی بڑی عزت وتکریم کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اور ان کی اولاد سے بڑی محبت وموانست تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رشتۂ رضاعت کو ہمیشہ یاد رکھا، علامہ السہیلیؒ نے لکھا کہ حضرت حلیمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے پاس لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پانچ سال ایک ماہ تھی۔ اس کے بعد صرف حضرت حلیمہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ تو حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد وہ مکہ مکرمہ آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خشک سالی کی شکایت کی اور بتایا کہ ساری قوم قحط کا شکار ہو رہی ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے سفارش کی تو انہوں نے انہیں بیس بکریاں اور سواری کے لئے اونٹ دے کر رخصت کیا۔ دوسری مرتبہ جنگ حنین میں ملاقات ہوئی۔ (سیرت خیر الانام :ص ۷۷تا۷۵)

اسی طرح جنگ حنین میں حضرت حلیمہ کے قبیلہ ہوازن کے ہزار ہا قیدی پکڑے ہوئے آئے تو آپ نے اسی رشتہ کی خاطر ان سب کو رہا کر دیا۔ ایک پائی بھی ان قیدیوں کی فدیہ میں نہ لی۔ اور اپنی ایک رضائی بہن کو جوان قیدیوں میں آئی تھی انعام سے مالا مال کر کے واپس کیا۔ (سیرت خاتم النبیین ص ۹۷)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی آپؐ سے بے مثال محبت:۔ رضاعت کے زمانے میں حضرت حلیمہؓ وقتاً فوقتاً مکہ مکرمہ آتیں اور بچہ ماں کو دکھاتی رہی ہونگی اور حسب دستور رضاعت کی اجرت اور تحفے تحائف پاتی رہی ہوں گی اگر چہ ماٰخذ میں اس بارے میں سکوت ہے بہر حال اس زمانے کے دو تین واقعات قابل ذکر ہیں حضرت حلیمہؓ نے ایک بار عکاظ کے سالانہ میلے میں شرکت کی تو وہاں ایک یہودی ''فال گو'' نے بچے کو دیکھ کر غل مچایا کہ لوگو! آؤ اور اس بچے کو قتل کر دو ورنہ وہ تمہیں قتل کرے گا اس پر اس کے ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا یہ یتیم ہے ؟ حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے کہا: نہیں! میں اس کی ماں ہوں اور (یہ حارث، ان کے خاوند) اس کے والد ہیں۔ اس پر یہودیوں نے کہا اگر یہ یتیم ہوتا تو ہم اسے قتل کر دیتے۔ (سیرت خیر الانام :ص ۷۳)

اسی طرح تاریخ میں شق صدر کا واقعہ بھی درج ہے۔ جب آپؐ کی عمر چار سال تھی تو آپؐ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے میں مصروف تھے، کہ اچانک دو سفید پوش آدمی آئے اور انہوں نے آپ کو زمین پر لٹادیا اور آپ کا سینہ چاک کر دیا۔ جب آپ کے بھائی نے اپنے ماں باپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو یہ سنتے ہی حضرت حلیمہؓ اور آپکے خاوند بھاگے ہوئے آئے دیکھا کہ آپ خوفزدہ حالت میں کھڑے ہیں۔ حضرت حلیمہ نے بڑھ کر آپ کو گلے سے لگالیا۔ اور اس کے بعد آپ حضور ﷺ کو واپس مکہ لے آئیں اور آپکی والدہ کے سپرد کر دیا۔ (سیرت خاتم النبیین ص ۹۷)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا وہ نیک بخت خاتون تھیں جنھیں خدا تعالیٰ نے ہمارے پیارے آقا کی رضاعی والدہ ہونے کا شرف عطا کیا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے آپ رضی اللہ عنہا کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے ۔آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم

ماں کی فضیلت

جب رسول کریم ﷺ نے ہجرت کا ارادہ کیا اس وقت بھی آپؐ کی ہجرت میں ایک عورت نے خاص طور پر حصہ لیا۔ رسول کریم ﷺ کے لئے مکہ سے روانگی کے وقت آخری کھانا حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن اسماء نے بنایا۔ اس زمانہ میں کپڑے بہت کم ہوتے تھے۔ عورتوں کے پاس ایک ہی بڑی سی چادر ہوتی تھی۔ جس کو وہ ساڑھی کی طرح لپیٹ لیتی تھیں۔ بہت سے مردوں کو ایسی چادر بھی نہیں ملتی تھی وہ صرف تہہ بند ہی باندھتے تھے۔ حضرت اسماءؓ جس وقت رسول کریم ﷺ کے لیے کھانا باندھنے لگیں تو انھیں کوئی کپڑا نہ ملا۔ انہوں نے اپنی ساڑھی سے ہی ایک ٹکڑا پھاڑ کر اس میں کھانا باندھا اور ساڑھی کے پھٹ جانے کی وجہ سے جہاں سے کپڑا پھاڑا تھا وہاں دو ٹکڑے ہو گئے۔ وہ ایک ٹکڑے کو کمر کے گرد لپیٹ لیا کرتی تھیں اس وجہ سے ان کا نام ذات النطاقین پڑ گیا۔ عام طور پر ایسی پھٹی ہوئی ساڑھی لونڈیاں باندھتی تھیں۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے بعد ایک موقع پر عبد اللہ بن زبیر کو کسی شخص نے کہا کہ وہ ''ذات النطاقین'' کے بیٹے ہیں۔ یعنی لونڈی کے۔ ایک صحابیؓ نے جب یہ سنا تو اُس نے کہا تمھیں یہ طعنہ دیتے ہوئے خیال نہیں آیا کہ اس کی ماں کو ذات النطاقین کیوں کہا جاتا ہے۔ جس لباس کے نام کی وجہ سے تم اسے لونڈی کا طعنہ دیتے ہو اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اپنی ساڑھی کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا باندھا تھا۔ پس یہ طعنہ نہیں یہ اس کی ماں کی فضیلت کی دلیل ہے۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 421,420)

بقایا از صفحہ 32 -

مدنی دور میں آنحضور ﷺ کی زندگی میں انتقال کرنے والی واحد زوجہ مطہرہ تھیں۔ (سیرت خیر الانام صفحہ 627)

ام المساکین۔ آپؓ اس درجہ غریب پرور مسکین نواز رحم دل تھیں کہ آپؓ کی کنیت ام المساکین یعنی مسکینوں کی ماں مشہور ہو گئی تھیں۔ دوسروں کی خدمت اور اعانت اُن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا اگرچہ وہ چند ماہ تک حرم نبوی میں زندہ رہیں مگر ان کی پاکیزہ سادہ اور جذبہ ایثار میں ڈوبی زندگی انسانیت دوستی کی ایک روشن مثال ہے۔ اپنی ضروریات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی حاجت مندوں اور فاقہ زدہ لوگوں کی مدد کے لئے کوشاں رہتیں۔

(اللہ کی نیک بیبیاں۔ صفحہ 73)

سیدہ زینبؓ نہایت عبادت گزار اور سخی دل خاتون تھیں۔ فیاض اور بہت صدقات کرنے والی تھیں۔ مساکین اور یتامیٰ کی بڑی خبر رکھتی تھیں دریادل اور کشادہ دست تھیں۔

(سید الوریٰ۔ صفحہ 429)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر ہر لمحہ ان کی خوبیاں اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت پانے والی زوجہ مطہرہؓ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فریحہ دُردانہ خان۔Dreieich

خاندان کا تعارف: حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ وہ مبارک خاتون ہیں جنہیں شاہِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اوّلین زوجہ مطہرہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔آپؓ آنحضرت ﷺ کی ولادت سے 15 سال پہلے 555ء میں پیدا ہوئیں۔حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد سردار قبیلہ اسد کی بیٹی تھیں۔آپؓ نہایت معزز شریف صاحبِ دولت خاندان کی فرد تھیں۔اور آپؓ کی زندگی ناز و نعم میں گزری تھی لیکن آپؓ طبیعت کی بہت سادہ اور معاملہ فہم،شرافت اور نجابت میں بے مثال تھیں۔جس کی وجہ سے آپؓ کا لقب ''طاہرہ'' مشہور ہو گیا تھا۔آپؓ کا پہلا نکاح ابوہالہ سے ہوا۔ان کی وفات کے بعد آپؓ پہلے عتیق بن عائز سے اور پھر صفی بن اُمیّہ سے بیاہی گئیں۔صفی بھی انتقال کر گئے اور آپؓ تیسری مرتبہ پھر بیوہ رہ گئیں۔اسی زمانے میں عرب کی جنگ حرب الفجار چھڑ گئی۔جس میں آپؓ کے والد بھی مارے گئے۔شوہر اور باپ کی وفات سے آپؓ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ذریعہ معاش تجارت تھا جس کا کوئی نگران نہ رہا۔

(بحوالہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ازمکرم مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت صفحہ 7)

جب آنحضور ﷺ نے تجارت کا آغاز فرمایا تو جلد ہی اپنی انتہائی ایمانداری اور اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے مقبول ہو گئے۔چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کا شہرہ سن کر تجارت کی غرض سے کچھ مال آپؐ کے سپرد کیا اور راستے میں اپنے غلام میسرہ کو آپؐ کے ساتھ روانہ کر دیا اس سفر میں آپؐ کی دیانتداری، محنت اور برکت کے طفیل بہت نفع ہوا۔اور میسرہ آپؐ کے اعلیٰ اوصاف کا بہت مداح ہو گیا۔اس نے حضرت خدیجہؓ کے پاس آپؐ کے بہترین اخلاق کا تذکرہ کیا تو آپؓ نے خود آنحضور ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔جو حضور ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے مشورہ کے بعد قبول کر لیا۔

تقریب شادی: چنانچہ آنحضور ﷺ کے رشتہ دار اور حضرت خدیجہؓ کے قریبی عزیز جمع ہوئے۔ابوطالب نے پانچ سو درھم حق مہر پر آنحضور ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ کے ساتھ پڑھ دیا۔اُس وقت آنحضور ﷺ کی عمر مبارک 25 سال تھی اور حضرت خدیجہؓ 40 سال کی تھیں۔آپؓ آنحضور ﷺ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔اس شادی کے وقت آپؓ کے والد فوت ہو چکے تھے اور آپؓ کے چچا عمرو بن اسد نے آپؓ کی طرف سے شرکت کی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین مرزا بشیر احمدؓ ص107)

حضرت خدیجہؓ کے بے پایاں اوصاف: حضرت خدیجہؓ کے بہترین اوصاف کا پتہ اس بات سے لگتا ہے کہ شادی کے بعد آپؓ نے اپنا سب مال اور اسباب آنحضور ﷺ کے حضور پیش کر دیا۔اس سلسلہ میں حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ حضرت خدیجہؓ کی فہم و فراست اور ازدواجی زندگی کو خوش نما بنانے پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''جب حضرت خدیجہؓ نے آپؐ سے شادی کی تو آپؓ سمجھ گئیں کہ میں مالدار ہوں اور یہ غریب ہیں۔آپؐ کو جب ضرورت ہوگی تو مجھ سے مانگنا پڑے گا۔اور یہ بات شاید آپؐ برداشت نہ کر سکیں۔پھر زندگی کیسے گزرے گی۔آپؓ بڑی ہوشیار اور سمجھ دار خاتون تھیں۔آپؓ نے خیال کیا کہ اگر ساری دولت آپؐ کی نذر کر دوں تو پھر آپؐ کو کوئی ایسا احساس نہیں ہوگا کہ یہ چیز بیوی نے مجھے دی ہے بلکہ آپؐ جس طرح چاہیں گے خرچ کر سکیں گے۔چنانچہ شادی کو ابھی چند دن ہی گذرے تھے کہ حضرت خدیجہؓ نے رسول کریم ﷺ سے کہا میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتی ہوں اگر آپؐ اجازت دیں تو پیش کروں۔آپؐ نے فرمایا''وہ کیا تجویز ہے؟''حضرت خدیجہؓ نے کہا''میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنی ساری دولت اور اپنے سارے غلام آپؐ کی خدمت میں پیش کروں اور یہ سب آپؐ کا مال ہو جائے۔اگر آپؐ قبول فرما لیں تو میری بڑی خوش قسمتی ہوگی''۔آپؐ نے جب یہ تجویز سنی تو فرمایا: ''خدیجہؓ! کیا تم نے سوچ سمجھ لیا ہے؟اگر تم سارا مال مجھے دے دو گی تو مال میرا ہو جائے گا تمھارا نہیں رہے گا''۔۔۔۔حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا ''ہاں ہاں میں نے خوب سوچ لیا ہے''۔آپؐ نے فرمایا:''اگر تم نے سوچ لیا ہے اور سارا مال اور سارے غلام مجھے دے دیے ہیں تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے جیسا کوئی دوسرا انسان میرا غلام کہلائے میں سب سے پہلے غلاموں کو آزاد کر دوں گا۔''حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا''اب یہ آپؐ کا مال ہے جس طرح آپؐ چاہیں کریں''۔آپؐ یہ سن کر بے انتہا خوش ہوئے۔آپؐ باہر نکلے۔خانہ کعبہ میں آئے اور آپؐ نے اعلان فرمایا کہ''خدیجہؓ نے اپنا سارا مال اور اپنے سارے غلام مجھے دے دیے ہیں۔میں ان سب غلاموں کو آزاد کرتا ہوں۔''

(بحوالہ تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 334)

حضرت خدیجہؓ نے عائلی زندگی کو خوش گوار بنانے کے لیے جو شاندار نمونہ پیش کیا وہ آپؓ کے اعلیٰ اوصاف کا منہ بولتا ثبوت ہے۔آپؐ کی حضرت خدیجہؓ سے شادی بے پناہ فضل و برکت کا باعث بنی۔آپؓ کے بطن سے آنحضور ﷺ کی ساری اولاد پیدا ہوئی ماسوائے حضرت ابراہیمؓ کے جو حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔حضرت خدیجہؓ مسلمان عورتوں کے لیے بیوی کے روپ میں رہتی دُنیا تک کے لیے کامل نمونہ ہیں۔آپؓ کے انہیں اوصاف کی وجہ سے آنحضور ﷺ آپؓ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اپنے زمانے کی سب سے بہترین عورت مریمؑ ہیں اور اپنے زمانے کی بہترین عورت خدیجہؓ ہیں۔''آپؓ کی پاکیزہ فطرت اور طیّب اخلاق کی گواہی خود زمین و آسمان کے مالک نے دی۔ایک بار حضرت جبرائیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ''آپؐ انھیں خدا کا اور میرا اسلام پہنچا دیں۔''

(ماخوذ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ازمکرم مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت صفحہ 5)

بہترین زوجہ: آنحضور ﷺ دنیا میں شرک سے متنفر ہو کر "حرا" نامی غار میں خلوت فرماتے تھے اور خدا تعالیٰ کی عبادت میں ہی تسکین پاتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو کبھی نہ ٹوکا اور نہ گھر کے بارے میں کسی شکوے کا اظہار کیا بلکہ مومنانہ مزاج کی حامل یہ عظیم بیوی ہر میدان میں اپنے عظیم ترین خاوند کی مددگار ثابت ہوئیں۔ وہ آپؐ کے لیے اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کر کے دیتیں۔ اور زادِ راہ ساتھ باندھ کر دیتیں۔ جب آنحضور ﷺ کا سامان غار میں ختم ہو جاتا آپؐ گھر تشریف لاتے۔ آپؓ نہایت بشاشت سے اُن کا استقبال کرتیں اور پھر سامان تیار کر کے دے دیتیں۔ شکوہ گلہ تو کیا بلکہ آپؐ کی انتہائی عبادت کو دیکھ کر آپؐ کی ہمدرد اور غمگسار بن جاتیں اور آپؐ کو تسلی دیتیں۔

آپؓ کی اولاد: حضرت خدیجہؓ اور آنحضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ لڑکے قاسمؓ، طاہرؓ، طیبؓ اور لڑکیاں زینبؓ، رقیہؓ، اُمِ کلثومؓ اور فاطمۃ الزہراؓ۔ آنحضور ﷺ کی ساری اولاد دعویٰ نبوت سے پہلے پیدا ہو چکی تھی۔ بڑے بیٹے حضرت قاسمؓ کے نام پر آپؐ کی کنیت "ابوالقاسم" مشہور ہوئی۔

آپؐ کے بیٹے اوائل عمر میں ہی وفات پا گئے۔ جبکہ بیٹیاں بڑی ہوئیں۔ حضرت خدیجہؓ کے آنحضور ﷺ سے پہلے بھی تین بچے تھے۔ جن میں دو لڑکے ہند، ہالہ اور ایک لڑکی ھند تھی۔ آپؓ کی یہ اولاد بھی ابتدائے اسلام سے ہی مسلمان ہو گئی تھی۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از مرزا بشیر احمدؓ۔ صفحہ 107-108)

بعض تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے اسلام یعنی آنحضور ﷺ کے دعویٰ نبوت کے بعد جب مکہ میں آپؐ کے خلاف مخالفت کا بازار گرم ہوا تو اپنے ان بیٹوں کو آنحضور ﷺ کی حفاظت اور خیال کی تاکید کی۔ ایک موقع پر جب آپؐ نے صحنِ کعبہ میں کھڑے ہو کر توحید کا اعلان کیا تو قریش مشتعل ہو گئے اور آپؐ پر حملہ کر دیا۔

حضرت خدیجہؓ کے فرزند حارث بن ابی ہالہ آپؐ کو بچانے دوڑے اور آپؐ کو بچاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یوں حضرت خدیجہؓ نے آنحضور ﷺ کے لیے اپنی اولاد بھی قربان کر دی۔ حضرت خدیجہؓ کو اُن کی زندگی ہی میں خدا کی رضا اور خوشنودی کا پیغام مل گیا۔ آنحضور ﷺ کے لیے آپؓ کی قربانی خدا کی نظر میں مقبول ہوئی تھی۔ خدائے ذوالجلال نے آپؓ کو سلام کا تحفہ بھیجا تھا۔ آپؓ کے بیٹے جو بچپن میں وفات پا گئے تھے۔ جہاں اس پر آنحضور ﷺ کا صبر غیر معمولی تھا۔ وہاں ماں ہونے کے ناطے جس صبر و رضا کا آپؓ نے مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

پہلی وحی اور حضرت خدیجہؓ کا بہترین ردِ عمل: آنحضور ﷺ کی عمر مبارک جب چالیس سال کی ہوئی تو خدا تعالیٰ نے آپؐ کی طرف پہلی وحی بھیجی۔ اور آپؐ کو نبی مبعوث فرمایا۔ آپؐ پہلی وحی سے سخت گھبرا گئے۔ آپؐ کے لیے یہ بالکل اجنبی تجربہ تھا۔ اس وجہ سے گھبراہٹ فطری عمل تھا اس حالت میں جب آپؐ گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ آپؐ کو پریشان دیکھ کر سخت متفکر ہو گئیں۔ آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: زَمِّلُوْنِی۔ زَمِّلُوْنِی (مجھے کمبل اوڑھا دو۔ مجھے کمبل اوڑھا دو)

حضرت خدیجہؓ نے فوراً آپؐ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ اس پر حضور ﷺ کی گھبراہٹ کچھ کم ہوئی۔ تو حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کا حال پوچھا جس پر آپؐ نے سارا واقعہ آپؓ کو بتایا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: "خدیجہ! اَنَا خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ"۔ (خدیجہ! مجھے تو اپنی جان کا ڈر ہے) جس پر آپؐ کی یہ غمگسار اور جانثار بیوی تڑپ اُٹھیں اور انتہائی محبت سے آپؐ کے بیقرار دل کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: "کَلَّا وَاللّٰہِ، لَا یُخْزِیْكَ اللّٰہُ اَبَدًا، ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اللہ آپؐ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ آپؐ تو وہ ہیں جو رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔ بے کس لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ وہ اخلاق اور وہ نیکیاں جو دنیا سے معدوم ہو چکی ہیں ان کو بجا لاتے ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور سچی مصیبتوں اور ضرورتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔" آپؐ ﷺ کی مزید اطمینان و تسلی کے لیے آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو انجیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ ورقہ بن نوفل جو بہت بوڑھے ہو چکے تھے انہوں نے کہا: "یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰؑ پر وحی لاتا تھا اور بتایا کہ اللہ نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔"

(ماخوذ از مطہر عائلی زندگی ص 18-17)

سب سے پہلی مسلمان: آپؓ کو اس بات کی بھی تاریخی سعادت حاصل ہوئی کہ آپؓ عورتوں میں پہلی ایمان لانے والی تھیں بلکہ اپنی بے لوث مالی قربانیوں کی وجہ سے، اپنے محبوب خاوند کی خدمت گزاری اور غم خواری کی بنا پر اسلام کی ابتدائی عمارت کی تعمیر کے لیے ایک اہم ترین ستون کا درجہ رکھتی ہیں۔ آپؓ نے اپنے ایمان سے عورت کو یہ فخر بخشا کہ انسانوں میں جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لایا وہ عورت ذات تھی۔ آپؓ کے سب سے پہلے ایمان لانے کے بارے میں تمام روایات قوی ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت خدیجہؓ آغازِ اسلام ہی سے آنحضور ﷺ کے ساتھ مل کر نوافل اور نماز خانہ کعبہ میں جا کر پڑھتی تھیں۔

سب سے زیادہ ہمدرد اور سمجھدار وجود: تاریخ میں آیا ہے کہ آنحضور ﷺ کو مشرکین کی طرف سے تردید یا تکذیب سے جو کچھ صدمہ پہنچتا حضرت خدیجہؓ کے پاس آ کر دور ہو جاتا تھا۔ وہ آپؐ کی باتوں کی تصدیق کرتیں تھیں اور آپؐ کے سامنے ہلکا کر کے پیش کرتیں تھیں۔ اِس تکلیف دہ زمانہ میں حضرت خدیجہؓ نے آنحضور ﷺ کا ساتھ دیا۔ آپؓ کی مدد کی اور آپؐ کا غم دور کیا۔ کبھی فرماتیں "یا رسول اللہ! بھلا کبھی ایسا رسول بھی آج تک آیا ہے جس سے لوگوں نے تمسخر نہ کیا ہو"۔ آنحضور ﷺ خود فرمایا کرتے تھے کہ "میں جب کفار سے کوئی بات سنتا تھا اور وہ مجھ کو ناگوار معلوم ہوتی تھی تو میں خدیجہؓ سے کہتا وہ اس طرح میری ڈھارس بندھاتی تھیں کہ میرے دل کو تسکین ہو جاتی تھی۔ اور کوئی رنج ایسا نہ تھا جو خدیجہؓ کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہو جاتا ہو"۔

(بحوالہ مطہر عائلی زندگی ص 20)

آپؓ نے مالی، وقتی اور جذباتی ہر طور پر آنحضور ﷺ کی وہ معاونت

اور اسلام کی خدمت کی ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ کل انبیاء کی تاریخ میں کسی نبی کی ایسی وفا شعار اور مددگار بیوی کا ذکر نہیں جیسی حضرت خدیجہؓ تھیں۔ آپؓ نے ہر مشکل وقت میں حضور اکرم ﷺ کا ساتھ دیا اور کبھی تنگ نہ پڑیں حالانکہ آپؓ دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔

کبھی آنحضور ﷺ کے سامنے لفظ تو دور چہرے اور رویے سے بھی گلہ نہ کیا بلکہ آنحضور ﷺ کے ساتھ محبت، وفاداری اور جانثاری کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کی طرف آنے والی ہر سختی کے سامنے سپر (ڈھال) بن جاتیں۔ آپؓ نے اپنے غیر مسلم عزیزوں کے طعن و تشنیع کی بھی کبھی پرواہ نہ کی۔ بلکہ ان کی مخالفت کو اپنی عقلمندی سے بے اثر کر دیتیں۔

شعب ابی طالب اور حضرت خدیجہؓ کی صبر و ہمت:

حضرت خدیجہؓ بوڑھی ہو چکی تھیں۔ اور اسلام اپنے ابتدائی دور میں سے گزر رہا تھا۔ جہاں روز بروز سختیاں اور قریش مکہ کا ظلم بڑھتا ہی جاتا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے قبیلہ کے لوگ قرابت داری اور ان کا حلیف قبیلہ اس اثر کی وجہ سے کافی حد تک باز ہی تھے۔ لیکن دن بدن مخالفین کا غصہ زور پکڑ رہا تھا۔ آخر کار انھوں نے تنگ آ کر ابو طالب کے پاس وفد بھیجا کہ وہ اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی سرپرستی سے باز آ جائیں لیکن انھوں نے انکار کرتے ہوئے آنحضور ﷺ کا ساتھ دیا۔ جس پر مکہ والوں نے آپ ﷺ اور آپؐ کے خاندان کے سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیا محرم 7 نبوی کو اس کا باقاعدہ معاہدہ لکھا گیا۔ جس میں خاندانِ بنو ہاشم اور بنو مطلب سے قطع تعلقی کا اعلان کیا گیا۔ اس خاندان کے کیا مسلم اور کیا غیر مسلم سب کا بائیکاٹ کیا (صرف ابولہب نے قریش کا ساتھ دیا۔ اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا اور مکہ میں رہا) اس کے علاوہ گنتی کے مسلمان جو اُس وقت تک تھے آپ ﷺ کے ہمراہ درّہ بنو ہاشم میں محصور ہوئے جو شعب ابی طالب کہلایا یہ وقت آنحضور ﷺ اور مسلمانوں کے لیے بہت ہی سخت تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے عمر رسیدگی کے باوجود انتہائی صبر و استقلال سے ان مصائب و مشکلات کا سامنا کیا۔ مسلمانوں کو شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑا کہ بدن پر اس کا حال پڑھ کر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ بچوں کے بھوک کے مارے رونے چلانے کی آوازیں باہر تک آتی تھیں۔ کبھی کبھی حکیم بن حزام اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لیے خفیہ طور پر کھانا لے جاتے تھے۔ لیکن جب ابو جہل کو اس کا علم ہوا تو اس نے سختی سے روک دیا۔ حضرت خدیجہؓ جن کا بچپن و جوانی آسائشیں اور نعمت میں گزری تھی۔ اس عمر میں جب وہ قریباً باسٹھ (62) سال کی تھی شدید فاقہ کشی اور تنگی کو برداشت کیا یہاں تک کہ ان کی صحت پر اس کا بہت منفی اثر پڑا۔ لیکن آنحضور ﷺ سے تعلق وفا کا وہ نمونہ قائم کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔

(ماخوذ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ از مکرم مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت صفحہ 17)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ میں حضرت خدیجہؓ کا بلند ترین مقام:

حضرت خدیجہؓ کے اس وفا، محبت اور جانثاری کے جذبہ کی وجہ سے آنحضور ﷺ کو آپؓ سے بے انتہا محبت تھی۔ آپؐ کو ان کی وفات کا بہت صدمہ تھا اور حضرت خدیجہؓ کے ذکر پر آپؐ کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی تھیں۔ آنحضرتؐ اکثر ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آنحضرتؐ آپؓ کی سہیلیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قربانی کا گوشت بھجوایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ حضرت عائشہ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے تو حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد آپؐ سے ملنے کے لیے آئیں اور دروازے پر آ کر اجازت چاہی تو آپؐ بے تاب ہو کر اٹھے کہ "خدیجہؓ کی سی آواز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بہن ہالہ آئی ہے"۔ جنگِ بدر کے موقع پر آنحضرتؐ کے داماد ابو العاصؓ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے قید ہو کر آئے تو ان کی زوجہ یعنی آپؐ کی صاحبزادی زینبؓ، جو ابھی تک مکہ میں ہی تھیں، نے اپنے گلے کا ہار اتار کر ان کے فدیہ کے طور پر بھیجا۔ یہ وہ ہار تھا جو حضرت خدیجہؓ نے حضرت زینبؓ کو جہیز میں دیا تھا۔ آپؐ نے اس ہار کو دیکھا تو آپؐ کو حضرت خدیجہؓ یاد آ گئیں اور آپؐ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ صحابہؓ کو فرمایا اگر چاہو تو خدیجہؓ کی یہ یادگار اس کی بیٹی کے پاس محفوظ رہے۔ (بحوالہ از مطہر عائلی زندگی ص 25-24)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ حضرت خدیجہؓ کا اس کثرت سے ذکر خیر کیا کرتے تھے کہ مجھے ان پر غیرت آنے لگتی تھی اور میں کہتی تھی کہ آپؐ تو اس طرح خدیجہؓ کا ذکر فرماتے ہیں کہ گویا دنیا میں بس وہی ایک عورت پیدا ہوئی ہے۔ آپؐ فرماتے تھے عائشہ! اس میں بڑی بڑی خوبیاں تھیں اور خدا نے مجھے اولاد بھی اسی سے دی"۔ (سیرت خاتم النبیینؐ از مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 173) آپؓ کے اس عظیم الشان نمونے کو دیکھ کر خدا آپؓ سے راضی ہوا اور آپؓ کو اس امت کی بہترین عورت قرار دے دیا۔ جبرائیلؑ کے ذریعہ آپؓ کو سلام کہلوایا۔ اور جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت دی۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات:

تین سال تک خاندان بنو ہاشم و بنو مطلب شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ آخر کار 10 نبوی کو مسلمانوں کو اس قید سے رہائی ملی۔ حضرت خدیجہؓ اس کے چند دنوں بعد ہی 11 رمضان المبارک 10 نبوی کو اپنے مولائے حقیقی سے جاملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔ آپؓ کی یہ وفا شعار، غمگسار اور محبوب زوجہ آپؐ کو داغِ مفارقت دے گئیں جس کا آپ ﷺ کو انتہائی صدمہ پہنچا۔ اس سال آپؐ کے چچا ابو طالب بھی وفات پا گئے۔ چنانچہ تاریخ میں یہ سال آپؐ کی دو عزیز ترین ہستیوں کے جدا ہونے کی وجہ سے "عام الحزن" (غم کا سال) کہلاتا ہے۔

(ماخوذ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ از مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت صفحہ نمبر 7)

وفات کے وقت آپؓ کی عمر 65 سال تھی۔ اس وقت تک جنازے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے آپؓ کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ آنحضرت ﷺ خود آپؓ کی قبر مبارک میں اترے۔ اور آپؓ حجون مکہ کے ایک مقام میں دفن کی گئیں۔ بے شمار اوصاف کی مالکہ حضرت خدیجہؓ محبوبِ خدا کی محبوب زوجہ مطہرہؓ پر اللہ تو اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرما تا رہ۔ آمین

''اُس کے قالب میں میری روح ہوتی''

حضرت سودہؓ بنت زمعہ

(مدیحہ جاوید۔ آفن باخ)

نام و نسب: آپؓ کا نام سودہ تھا۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ عامر بن لوی سے تھا جو قریش کا ایک نامور قبیلہ تھا۔ آپؓ کا سلسلہ نسب سودا بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حل بن عامر بن لوی تھا۔ والدہ کا نام شموس تھا جو مدینہ کے خاندان بنو نجار سے تھیں۔ (سیر الصحابیات از مولانا سعید انصاری ندوی صفحہ 30)

حضرت سودہؓ کی فضیلت: ازواج مطہراتؓ میں یہ فضیلت صرف حضرت سودہؓ کو حاصل ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد سب سے پہلے آنحضرت ﷺ نے آپؓ سے نکاح کیا۔ آپؓ آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت کی ابتداء میں ہی مشرف با اسلام ہو چکی تھیں اس وجہ سے آپؓ کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپؓ کی شادی پہلے حضرت سکرانؓ بن عمرو سے ہوئی تھی۔ حضرت سودہؓ انہی کے ساتھ اسلام لائیں اور انہی کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر حبشہ سے مکہ آئیں اور مکہ واپس آنے کے چند روز بعد حضرت سکرانؓ نے وفات پائی اور ایک لڑکا یادگار چھوڑا جن کا نام عبدالرحمٰنؓ تھا۔ حضرت سودہؓ کے اس بیٹے نے جنگ جلولا میں شہادت حاصل کی۔

شادی سے پہلے حضرت سودہؓ کے دو سچے خواب: حضرت سودہؓ کے شوہر حضرت سکرانؓ زندہ تھے جب حضرت سودہؓ نے دو سچے خواب دیکھے۔ آپؓ نے خواب میں دیکھا کہ آپؓ بستر پر لیٹی ہوئی ہیں کہ آسمان پھٹا اور چاند ان پر آ گرا۔ آپؓ نے اس خواب کا ذکر اپنے شوہر حضرت سکرانؓ سے کیا۔ انہوں نے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ ''میں عنقریب مر جاؤں گا اور تم عرب کے چاند محمد ﷺ کے نکاح میں آ جاؤ گی۔'' ایک اور مرتبہ آپؓ نے خواب دیکھا کہ آنحضور ﷺ تشریف لائے اور آپؐ نے اپنے پاؤں مبارک حضرت سودہؓ کی گردن پر رکھ دیئے۔ حضرت سودہؓ نے یہ خواب بھی اپنے شوہر حضرت سکرانؓ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا۔ ''بخدا اگر تم نے واقعی یہی خواب دیکھا ہے تو میں مر جاؤں گا اور رسول اکرم ﷺ تم سے نکاح فرمائیں گے۔'' چنانچہ یہ خواب حرف بہ حرف پورا ہوا۔

آنحضرت ﷺ سے شادی: حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ پریشان اور غمگین تھے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت خولہؓ بنت حکیم زوجہ حضرت عثمانؓ بن مظعون نے عرض کی کہ آپ ﷺ کو ایک مونسہ اور رفیق کی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں! گھر بار، بال بچوں کا سب انتظام خدیجہؓ سے متعلق تھا''۔ حضرت خولہؓ نے عرض کیا۔ ''آپؐ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟'' آنحضرت ﷺ نے پوچھا ''کس سے''؟۔ خولہؓ نے عرض کیا ''اگر آپؐ چاہیں تو کنواری سے کر لیں اور اگر آپؐ چاہیں تو بیوہ سے کر لیں''۔ آپؐ نے فرمایا ''بیوہ کون ہے''؟۔ حضرت خولہؓ نے بیان کیا ''سودہؓ بنت زمعہ ہیں جو آپؐ پر ایمان بھی لا چکی ہیں اور آپؐ کے دین کا اتباع بھی کیا ہے''۔ آپؐ نے فرمایا ''کہ تو جا اور اس سلسلہ میں گفتگو کر''۔ آپؐ کے فرمانے پر حضرت خولہؓ حضرت سودہؓ کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ ''اللہ پاک کس قدر بھلائی اور برکت آپ کے گھر میں داخل کرنا چاہتا ہے''۔ حضرت سودہؓ نے پوچھا! ''وہ کیا''؟۔ حضرت خولہؓ نے کہا کہ ''حضرت رسول اللہ ﷺ نے رشتہ کا پیغام بھیجا ہے''۔ حضرت سودہؓ نے کہا کہ ''میں مناسب سمجھتی ہوں کہ میرے باپ کے پاس جاؤ''۔ اس پر وہ حضرت سودہؓ کے والد کے پاس گئیں اور نکاح کا پیغام دیا۔ انہوں نے کہا ''ہاں! محمدؐ شریف اور برابر کا کفو ہے۔ لیکن اپنی سہیلی سودہ سے بھی تو دریافت کرو''۔ حضرت خولہؓ نے کہا ان کو یہ پسند ہے اس پر حضرت سودہؓ کے والد نے کہا ''محمد ﷺ کو میرے پاس بھیجو''۔ آنحضرت ﷺ خود تشریف لے گئے اور سودہؓ کے والد نے نکاح پڑھا دیا۔ چار سو درہم نکاح مقرر ہوا۔ یہ مبارک نکاح رمضان 10 نبوی میں ہوا۔ نکاح کے بعد عبداللہ بن زمعہ حضرت سودہؓ کے بھائی جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے وہ صبح واپس آئے اور ان کو نکاح کا علم ہوا تو اپنے سر پر خاک ڈالی کہ یہ کیا غضب ہو گیا اسلام لانے کے بعد اپنی اس حماقت پر ہمیشہ ان کو افسوس رہا۔

اخلاق و اوصاف: آپؓ کو ہاتھ سے کام کرنے کی عادت تھی۔ نہایت صالح طبیعت کی تھیں۔ آپؓ کی طبیعت میں بہت خوش اخلاقی تھی۔ آپؓ خدا کی راہ میں بہت خرچ کرتیں اور اپنی ضرورت سے زیادہ کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتیں۔ آنحضرت ﷺ کے اخلاق و اوصاف خصوصاً سخاوت و فیاضی سے حضرت سودہؓ نے بھی وافر حصہ پایا تھا ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی لانے والے سے پوچھا ''اس میں کیا ہے؟'' اس نے کہا! ''اس میں درہم ہیں''۔ آپؓ بولیں ''کھجور کی تھیلی میں درہم بھیجے گئے ہیں''۔ یہ کہہ کر اسی وقت سب مال تقسیم کر دیا۔ حضرت سودہؓ کے مزاج میں کسی قدر تیزی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی ظرافت بھی تھی۔

(ماخوذ از سیرت النبی ﷺ سید سلیمان ندوی حصہ دوم صفحہ 634)

ایک مرتبہ حضرت سودہؓ نے آپ ﷺ سے کہا ''کل رات میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپؐ اتنی دیر رکوع میں رہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری نکسیر نہ پھوٹ جائے اسی لئے میں اپنی ناک پکڑے رہی''۔ آپؐ نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔ (مطہر عائلی زندگی صفحہ نمبر 31)

اطاعت و فرمانبرداری: اطاعت و فرمانبرداری بھی ان کا

خاص وصف تھا اور اس وصف میں وہ سب ازواج مطہراتؓ سے ممتاز تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر تمام ازواج مطہراتؓ کو مخاطب کر کے فرمایا ''حج کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھنا''۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ آپؐ کی وفات کے بعد اور بیویاں حج کرتی تھیں مگر سودہؓ بنت زمعہ اور زینبؓ بنت جحش نے اس حکم کی سختی سے تعمیل کی اور گھر سے باہر نہ نکلیں۔ حضرت سودہؓ کہا کرتی تھیں ''میں نے حج کیا، عمرہ ادا کیا۔ اب اپنے گھر میں بیٹھی ہوں جیسا مجھے خدا نے حکم دیا ہے''۔

(ماخوذ از مطہر عائلی زندگی صفحہ نمبر 34)

حضرت عائشہؓ سے محبت:۔ آنحضرت ﷺ کی ان دونوں بیویوں حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے تعلقات میں کسی قسم کی کوئی کشیدگی نہ تھی۔ حضرت سودہؓ حضرت عائشہؓ کو امور خانہ داری میں مدد کروایا کرتیں تھیں۔ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کی ان دونوں بیویوں میں محبت و موانست پائی جاتی تھی۔ حضرت سودہؓ کی عمر زیادہ ہو چکی تھی اور حضرت عائشہؓ نو عمر تھیں اس لئے انہوں نے اپنی باری بھی حضرت عائشہؓ کو دے دی جو انہوں نے خوشی سے قبول کر لی۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی باری کے متعلق حضرت سودہؓ کی تجویز منظور فرمالی۔ مگر اس کے بعد بھی آپؐ حضرت سودہؓ کے پاس باقاعدہ تشریف لے جایا کرتے تھے اور دوسری بیویوں کی طرح ان کی دلداری اور ان کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔

(ماخوذ حضرت سودہؓ بنت زمعہ از سعادت اکرم صفحہ 9)

حضرت عائشہؓ کی گواہی:۔ حضرت عائشہؓ حضرت سودہؓ کی بے حد معترف تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں ''میں نے کسی عورت کو جذبہ رقابت سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہؓ کے''۔ حضرت سودہؓ کے پاکیزہ اخلاق کی گواہی حضرت عائشہؓ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ ''سودہؓ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی''۔

(مطہر عائلی زندگی صفحہ نمبر 34-33)

حضرت سودہؓ سے مروی احادیث:۔ حضرت سودہؓ سے صرف پانچ احادیث مروی ہیں جن میں بخاری میں ایک ہی ہے۔ آپؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گذارش کی۔ یارسول اللہ ﷺ! ''میرا والد بہت بوڑھا ہو گیا ہے وہ حج نہیں کر سکتا''۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارے والد پر قرض ہو اور تُو ادا کر دے تو کیا وہ قبول کر لیا جائے گا؟ اس نے کہا۔ ''ہاں رسول اللہ ﷺ''۔ فرمایا ''اللہ بہت رحیم و کریم ہے اپنے والد کی طرف سے تو حج کر لے''۔

وفات: ۔حضرت سودہؓ نے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے آخری زمانہ میں سن 22ھ میں وفات پائی اور تاریخ الخمیس کے مطابق یہی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیین۔ مصنف حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہوں ان پر جن کو ہمارے پیارے نبی آنحضرت ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ آمین

عشق رسول ﷺ

اُحد کی جنگ میں جب رسول کریم ﷺ کے شہید ہونے کی خبر پھیل گئی۔ مدینہ کی عورتیں اُحد کے میدان کی طرف دوڑی جاتی تھیں اور بعض عورتیں تو میدان جنگ تک جا پہنچیں۔ ایک عورت کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ میدان جنگ میں پہنچیں تو انہوں نے ایک مسلمان سے رسول کریم ﷺ کی خیریت پوچھی تو اس شخص نے جواب دیا بی بی تمہارا باپ مارا گیا ہے۔ اسنے کہا میں تم سے اپنے باپ کے متعلق نہیں پوچھ رہی مَیں تو رسول کریم ﷺ کے متعلق پوچھتی ہوں۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اُس شخص نے اس کے باپ، بھائی، بیٹا اور خاوند چاروں کے مرنے کی اطلاع دی لیکن ہر دفعہ اس عورت نے یہی کہا کہ مَیں تو یہ پوچھتی ہوں کہ رسول کریم ﷺ کا کیا حال ہے۔ اُس نے کہا کہ رسول کریم ﷺ خیریت سے ہیں۔ اس کے بعد وہ میدان جنگ کی طرف بھاگ پڑی اور وہ فقرہ جو وہ کہتی تھی اس سے پتہ لگتا ہے کہ اس کے دل میں رسول کریم ﷺ سے کتنی محبت تھی۔ وہ احد کے میدان کی طرف دوڑی جاتی تھی اسے جو سپاہی ملتا اسے کہتی ''مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہ (ﷺ) ارے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ کیا کیا''۔ یہ فقرہ خالص طور پر عورتوں کا فقرہ ہے۔ کوئی مرد اپنے پاس سے یہ فقرہ نہیں بنا سکتا کیونکہ جب کسی عورت کا بچہ یا اس کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ کہتی ہے ارے تم نے یہ کیا کیا تم ہمیں چھوڑ کر چلے گئے پس یہ فقرہ کہ رسول کریم ﷺ نے یہ کیا کیا ایک زنانہ آواز ہے اور کوئی مؤرخ ایسا جھوٹا فقرہ نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ عورتوں کے سوا یہ فقرہ کسی اَور کے منہ سے نہیں نکل سکتا۔ وہ عورت کہتی جاتی تھی کہ ہائے رسول اللہ ﷺ نے یہ کیا کیا کہ آپ شہید ہو گئے اور ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔

اسے صحابہ کے بتا دینے پر بھی تسلی نہ ہوئی اور اصرار کیا کہ تم مجھے رسول کریم ﷺ کے پاس لے چلو۔ جب اسے رسول کریم ﷺ نظر آئے تو وہ بھاگتی ہوئی آپؐ کے پاس پہنچی اور آپؐ کا دامن پکڑ لیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ بی بی! مجھے افسوس ہے کہ تیرا باپ اور تیرا بھائی اور تیرا خاوند لڑائی میں مارے گئے۔ اُس عورت نے جواب دیا جب آپؐ زندہ ہیں تو مجھے کسی اور کی موت کی پرواہ نہیں۔

حضرت سعدؓ کی والدہ کی عمر 82 سال کی تھی۔ آنکھوں کا نور جا چکا تھا۔ دھوپ چھاؤں مشکل سے نظر آتی تھی۔ رسول کریم ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر وہ بڑھیا بھی لڑکھڑاتی ہوئی مدینہ سے باہر نکلی جا رہی تھی۔ جب حضرت سعدؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ میری ماں آرہی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری سواری کو ٹھہرا لو۔ جب آپؐ اس بوڑھی عورت کے قریب آئے تو اس نے اپنے بیٹوں کے متعلق کوئی خبر نہیں پوچھی۔ پوچھا تو یہ کہ رسول کریم ﷺ کہاں ہیں۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا۔ ''آپ کے سامنے ہیں''۔ اس بوڑھی عورت نے اوپر نظر اٹھائی اور اس کی کمزور نگاہیں رسول کریم ﷺ کے چہرے پر پھیل کر رہ گئیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ بی بی! مجھے افسوس ہے تمہارا جوان بیٹا اس جنگ میں شہید ہو گیا ہے۔ بڑھاپے میں کوئی ایسی خبر سنتا ہے تو اسکے اوسان خطا ہو جاتے ہیں لیکن اس بڑھیا نے کیسا محبت بھرا جواب دیا کہ یارسول اللہ آپؐ کیسی باتیں کر رہے ہیں مجھے تو آپؐ کی خیریت کا فکر تھا۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 421 تا 423)

نصف دین کی امانت دار

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

فائزہ افتخار Zeilsheim

فَضلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَآءِ کَفَضلِ الثَّرِیدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ

عائشہؓ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جیسا کہ کھانوں میں سے ثرید کو عام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔(بخاری باب فضل عائشہ)

یہ اعلیٰ ترین الفاظ محبوبِ خدا، سرورِ کونین، رحمت اللعالمین آنحضرت ﷺ نے اس مقدس ہستی کے متعلق فرمائے جو آپؐ کی زوجہ، پہلے خلیفہ راشد کی صاحبزادی، خدمتِ دین میں بہت آگے، نصف دین کی امانت دار، اسلام کی مصلحتوں کو سمجھنے والی، اور امتِ محمدیہؐ کی عورتوں کے لئے پاک نمونہ تھیں۔

پیدائش۔ حضرت عائشہؓ نبوت کے چوتھے سال ماہ شوال میں پیدا ہوئیں[1] مکہ مکرمہ کا مقدس محلّہ جس کو آپؓ کی جائے ولادت ہونے کا فخر حاصل ہوا اس کا نام اب بھی منقلہ ہے۔ آپؓ حضرت ابوبکرؓ کی دوسری بیوی اُمِّ رومانؓ بنت عامر بنت عویمر کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ جن سے عبدالرحمٰنؓ بھی پیدا ہوئے۔[2] آپؓ اس عظیم باپ کی بیٹی تھیں جنہیں آنحضرت ﷺ کا محبوب ساتھی اور خلیفہء اوّل ہونے کا شرف حاصل تھا۔ جسے قرآن کریم میں ثانی اثنین کے لقب سے پکارا گیا[3] آپؓ کی والدہؓ بہت ذکی اور فہیم عورت تھیں۔ ان کے صدق اور اخلاق کو دیکھ کر ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! ''جو شخص اس دنیا میں جنت کی حور دیکھنا چاہتا ہے وہ اُمِّ رومانؓ کو دیکھ لے۔''

آپؓ وہ پاک ہستی تھیں جن کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ آپؓ کا نام عائشہ، لقب صدیقہ، خطاب حمیرا اور عویش، اور کنیت اُمِّ عبداللہ تھی۔ آپؓ کا گھر ''دارِ ابوبکر'' یا'' قبہ ابوبکر'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ وسیع مکان ہے اس میں ایک بڑا گنبد ہے اور گنبد کے اندر جہاں حضرت عائشہؓ کی پیدائش ہوئی ایک وسیع چبوترہ بنا ہوا ہے۔

پیدا ہوتے ہی اللہ اکبر کی آواز آپؓ کے کانوں میں گونجی۔ اسلامی اور عربی رواج کے مطابق آپؓ کو غسل دیا گیا کیونکہ آپؓ نے اس گھر میں آنکھ کھولی جو چار سال قبل اسلام کی روشنی سے منوّر ہو چکا تھا۔ ابوالقیس کی بیوی کو آپؓ کو دودھ پلانے کا فخر حاصل ہوا۔ آپؓ اپنی ہم عمر لڑکیوں میں قد وقامت، عقل و دانائی اور صورت و سیرت کے لحاظ سے نمایاں نظر آتی تھیں۔

(ماخوذ از عائشہ صدیقہ لجنہ قادیان صفحہ ۵، ۶)

حضرت عائشہؓ کی شادی۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد...... ایک دن دشمنوں نے آپ ﷺ کو غیر معمولی اذیتیں دیں آپؐ گھر پر آئے تو گھر خالی تھا...... رات بھر ہمارے نبیؐ افسردہ رہے۔ صبح ہوئی تو حکیم بن الاوس کی بیٹی اور عثمان بن مظعونؓ مشہور صحابی کی بیوی حضرت خولہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ کی حالت سے متاثر ہو کر عرض کی کہ ''یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ دوسرا نکاح کر لیں''...... فرمایا کہ ''خولہؓ! خدیجہؓ جیسی غمگسار بیوی مجھے اب نہیں مل سکتی''۔ حضرت خولہؓ بولیں ''نہیں حضورؐ ابھی مکہ میں ایسی لڑکیاں اور عورتیں موجود ہیں جن میں کچھ ان اوصاف کی مالک ہیں۔ ایک عائشہؓ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اور دوسری سودہؓ ہیں''۔ آپؐ پہلے خاموش رہے اور پھر فرمایا'' اچھا! ان دونوں گھروں میں پیغام لے جاؤ ہم ردّ نہیں کرتے''...... آپؓ کا نکاح نبوت کے دسویں سال ۵۰۰ درہم حق مہر پر ہوا۔[4]

آپؓ کا نکاح اور رخصتانہ عرب جاہلیت کی کئی لغو رسومات کو مٹانے کا موجب ہوا۔ ماہ شوال میں کبھی عرب میں طاعون پھیلا تھا جس کی وجہ سے اس مہینہ کو عرب میں منحوس خیال کیا جاتا تھا۔ آپؓ کا نکاح اور رخصتانہ اسی ماہ میں ہوا اور اس خیال کو دور کرنے کا باعث بنا۔''(ماخوذ از عائشہ صدیقہ۔ لجنہ قادیان صفحہ ۸، ۹)۔ جب آپؓ رحمتہ اللعالمین، شہنشاہ دوجہاں ﷺ کے گھر تشریف لائیں تو وہ صرف ایک کچا حجرہ تھا جس پر کھجور کی ٹہنیوں کی چھت تھی ایک چارپائی، ایک بستر، ایک تکیہ، مٹی کے دو مٹکے، پانی کا برتن اور پیالہ۔ یہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا کل اثاثہ تھا۔

رشتہ ازدواج۔ حضرت عائشہؓ کی ازدواجی زندگی کا آغاز بہت خوش اسلوبی سے ہوا وہ مہربان اور محبت کرنے والے والدین سے رخصت ہو کر پیارے اور شفیق شوہر کے زیرِ سایہ آ گئیں۔ شادی کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ'' مجھے دو دفعہ تمہاری صورت خواب میں دکھائی گئی۔ فرشتہ ریشم کا ایک رومال لے کر میرے پاس آیا اور کہا کہ یہ آپؐ کی بیوی ہے۔ جب میں نے دیکھا تو رومال پر تمہاری تصویر بنی ہوئی تھی'' آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہؓ سے خاص محبت تھی...... چنانچہ روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے آپؐ سے دریافت کیا۔ ''اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ'' یعنی ''یا رسول اللہ! لوگوں میں سے آپؐ کو کس سے زیادہ محبت ہے؟'' آپؐ نے فرمایا'' عائشہ سے''۔ اس نے پوچھا'' یا رسول اللہ ﷺ مردوں میں سے کس سے زیادہ ہے؟'' فرمایا'' اَبُوْھَا'' عائشہؓ کے باپ سے۔

آنحضرت ﷺ کی تمام بیویوں میں سے صرف حضرت عائشہؓ ہی وہ بیوی تھیں جو باکرہ ہونے کی حالت میں آپؐ کے نکاح میں آئیں۔ باقی سب بیوہ یا مطلقہ تھیں اور اس خصوصیت کو حضرت عائشہؓ بعض اوقات اپنے امتیازات میں شمار کیا کرتی تھیں...... آنحضرت ﷺ آپؓ کے ساتھ بہت دلداری کا سلوک فرماتے اور ان کے جذبات کا خاص خیال رکھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ چند حبشی شمشیرزن آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کو نیزہ کے کرتب دکھانے لگے تو آپؐ نے انہیں مسجد نبویؐ کے صحن میں کرتب دکھانے کے لیے ارشاد فرمایا اور خود حضرت عائشہؓ کو سہارا دے کر مکان کی دیوار کے ساتھ اپنی اوٹ میں لے کر کھڑے ہوگئے تاکہ وہ بھی ان لوگوں کے کرتب دیکھ لیں اور جب تک وہ اس فوجی تماشہ سے خود سیر نہیں ہوگئیں آپؐ وہاں سے نہیں ہٹے۔ ایک دوسرے موقعہ پر آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کیا۔ پہلی دفعہ تو حضرت عائشہؓ آگے نکل گئیں، لیکن جب ایک عرصہ بعد آپؐ دوسری دفعہ اُن کے ساتھ دوڑے تو اس وقت وہ پیچھے رہ گئیں۔ جس پر آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "ھٰذِہٖ بِتِلْکَ"۔ یعنی "لو عائشہؓ اب وہ بدلہ اُتر گیا ہے"

(از سیرت خاتم النبیین مرزا بشیر احمدؓ صفحہ ۴۳۰،۱۷۸)

آنحضور ﷺ کا حضرت عائشہؓ سے پیار و محبت کا یہ عالم تھا کہ کبھی کبھی ان کو پیار سے "عائش" بلایا کرتے تھے...... حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ آنحضورؐ جوتی کو پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آنحضورؐ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آرہا تھا اور اس پسینے کے اندر ایک نور چمک رہا تھا جو ابھرتا جاتا تھا اور بڑھتا جاتا تھا۔ یہ ایک ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ حضورؐ کی نظر مبارک جب مجھ پر پڑی تو فرمایا۔ "عائشہؓ! تُو حیران سی کیوں ہے؟" میں نے کہا۔ "یارسول اللہؐ! میں نے دیکھا کہ پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر ایک چمکتا ہوا نور ہے۔ اس پاک نظارے نے مجھے سراپا چشم حیرت کر دیا۔ بخدا اگر ابو کبیر ھذلی حضورؐ کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے شعر کے صحیح مصداق تو حضورؐ ہی ہیں۔" اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ "وہ شعر کیا ہیں؟" حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیئے۔

وَ مُبَرَّ ئٍ مِنْ کُلِّ غُبَّرِ حَیْضَۃٍ
وَ فَسَادِ مُرْ ضِعَۃٍ ود آءٍ مُغْیَلِ

وَ اِ ذَا نَظَرْ تُ اِلٰی اَ سِرَّۃِ وَ جْھِہٖ
بَرَ قَتْ کَبَرْ قِ الْعَا رِ ضِ الْمُتَھَلِّلِ

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ "وہ شخص ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے پاک تھا اور اس کے درخشندہ چہرہ کی شکنوں پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور کھل کر چمکنے والی روشن تر بجلی سے بڑھ کر روشن ہے"۔

حضور اکرمؐ نے جب حضرت عائشہؓ کے منہ سے یہ شعر سنے تو آپؓ فرماتی ہیں کہ جو کچھ آپؐ کے ہاتھ میں تھا وہ رکھ دیا۔ میری پیشانی کو بوسا دیا اور فرمایا۔ "مَا سُرِرْتِ مِنِّیْ کَسُرُوْرِیْ مِنْکِ" یعنی "تو مجھ سے اتنا خوش نہیں ہوئی جتنا میں تجھ سے خوش ہوا ہوں۔" ......(مطہر عائلی زندگیؐ صفحہ ۳۸،۳۷)

حضرت عائشہؓ فہم مسائل۔ حفظ احکام اور اجتہاد فکر میں اور ازواج سے ممتاز تھیں اس لئے حضور اکرمؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں...... حضور اکرمؐ حضرت عائشہؓ کی بہت قدر و منزلت فرماتے تھے اور آپؐ سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک سفر میں حضرت عائشہؓ کی سواری کا اونٹ بدک گیا اور ان کو لے کر ایک طرف کو بھاگا۔ آنحضرت ﷺ اس قدر بے قرار ہوئے کہ بے اختیار زبان مبارک سے نکل گیا۔ "وَاعَرُوْسَاہ۔ ہائے میری دلہن"...... اس کے علاوہ بھی اور بہت سے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ پر بہت مہربان تھے اور خصوصیت کے ساتھ ان کی قدر کرتے تھے اور حضورؐ کا حضرت عائشہؓ کو دوسری ازواجؓ پر ترجیح دینا اللہ کی محبت کے نتیجہ میں تھا...... چنانچہ ایک بار حضورؐ نے اپنی ازواجؓ سے فرمایا۔ "مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دیا کرو۔ خدا کی قسم! تم میں سے کسی کے بستر پر مجھے وحی نازل نہیں ہوئی مگر عائشہؓ کے بستر پر خدا مجھ سے کلام کرتا ہے۔ اس لیے تم کس طرح اس کی برابری کر سکتی ہو۔"...... حضرت عائشہؓ کو بھی حضور اکرمؐ سے سچا عشق تھا۔ چنانچہ بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا کہ حضرت عائشہؓ رات کو بیدار ہو جاتیں تو آپؐ کو پاس نہ دیکھتیں تو بے قرار ہو جاتیں ایک بار شب کو آنکھ کھلی تو آپؐ کو نہ پایا، راتوں کو گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے، اِدھر اُدھر ٹٹولنے لگیں۔ آخر ایک جگہ حضور اکرمؐ کا قدم مبارک ملا دیکھا تو آپؐ سجدے کی حالت میں مناجات الٰہی میں مصروف تھے۔ (از مطہر عائلی زندگی صفحہ ۴۶،۴۸،۴۹)

"حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ مجھے آنحضورؐ کی ایسی بات بتائیں جو آپؓ کو بہت عجیب معلوم ہوتی ہو۔ اس پر حضرت عائشہؓ رو پڑیں اور ایک لمبے عرصہ تک روتی رہیں اور جواب نہ دے سکیں۔ پھر یہ فرمایا کہ "آپؐ کی تو ہر بات عجیب تھی میں کس بات کا ذکر کروں اور کس کا نہ کروں"۔ کہنے لگیں "ایک رات میرے ہاں باری تھی۔ حضور اکرمؐ میرے پاس تشریف لائے۔ اور بستر میں داخل ہوئے یہاں تک کہ آپؐ کی جلد میری جلد کو چھونے لگی۔ پھر فرمایا۔"

اے عائشہؓ! کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گی کہ میں اپنے رب کی عبادت میں یہ رات گزاروں۔" کتنا حیرت انگیز وجود ہے اور کیسا حیرت انگیز کلام ہے یہ۔ رات کو اپنی بیوی کے بستر میں داخل ہوتے ہیں اور اس سے اجازت مانگتے ہیں کہ تمہارا حق ہے یہ باری تمہاری ہے۔ لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ میں آج ساری رات اپنے رب کی عبادت کروں تو کیا مجھے اس کی اجازت دو گی۔ اس پر حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ "یارسول اللہؐ! یقیناً مجھے تو آپؐ کا قرب پسند ہے اور

مجھے آپؐ کی خوشنودی مقصود ہے۔ میں آپؐ کو خوشی سے اجازت دیتی ہوں۔ اس پر حضورؐ اٹھے اور گھر میں لٹکے ہوئے مشکیزہ کی طرف گئے اور وضو کیا اور پھر آپؐ نماز پڑھنے لگے اور قرآن کریم کا بعض حصّہ تلاوت فرمایا اور پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے آنسو دونوں گالوں پر بہہ آئے۔ پھر آپؐ بیٹھ گئے اور خدا کی حمد اور تعریف کی اور پھر رونا شروع کر دیا پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا۔ آپؐ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی، یہاں تک کہ وہ رات گزر گئی اور صبح نماز کے وقت حضرت بلالؓ آپؐ کو نماز کے لئے بلانے آئے۔ اس وقت بھی آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت بلالؓ نے دیکھا تو عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! آپؐ رو رہے ہیں۔ کیا آپؐ کے متعلق اللہ نے یہ خوشخبری نہیں دی۔ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ کہ یارسول اللہ! اللہ تو آپؐ کو معاف فرما چکا ہے۔ آپؐ کیوں روتے ہیں''۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ ''اے بلال کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں''۔ پھر فرمایا ''میں کیوں نہ روؤں۔ جبکہ مجھ پر آج رات یہ آیات نازل ہوئی ہیں (سورۃ آل عمران 191)۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ''۔ حضرت عائشہؓ اپنے محبوب شوہر محمد ﷺ کے کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔ وضو کا پانی آپؐ کے لئے خود لا کر رکھتی تھیں۔ آنحضرتؐ کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں۔ جسم مبارک میں عطر مل دیتی تھیں۔ آپؐ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتیں۔ آپؐ کی مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتیں۔'' (خطاب مستورات جلسہ سالانہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۳ء)

شوہر سے سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے عزیز و اقارب سے بھی محبت کی جائے ان کا خیال رکھا جائے۔ حضرت عائشہؓ میں یہ صفت بھی بدرجہ اتم موجود تھی آپؓ آنحضرتؐ کے قرابت داروں کی بہت عزت کرتی تھیں۔ ان کی بات نہ ٹالتی تھیں۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیرؓ جو ان کے بھانجے تھے انہوں نے حضرت عائشہؓ کی غیر محدود فیاضیوں کو دیکھ کر ان کا ہاتھ روکنا چاہا۔ اس پر اتنی ناراض ہوئیں کہ عبداللہؓ سے بات نہ کرنے کی قسم کھالی۔ مگر جب آنحضرت ﷺ کے ننھیالی رشتہ داروں نے سفارش کی تو انکار نہ کر سکیں۔ آپؓ آنحضرتؐ کے دوستوں کی بھی ان کے عزیزوں ہی کی طرح عزت کرتیں اور جہاں تک ہوتا ان کی بات رد نہ فرماتی تھیں۔

(از مطہر عائلی زندگی صفحہ ۵۳)

معصوم اور زیرک خاتون۔ ایک دفعہ عید کے دن آپؓ سہیلیوں کے ساتھ معصومانہ گیت گانے لگیں۔ آنحضرت ﷺ مونہہ پر کپڑا لئے چارپائی پر لیٹے خاموشی سے سنتے رہے ابوبکرؓ تشریف لائے تو انہوں نے ڈانٹ کر چپ کروا دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''ابوبکر! آج عید کا دن ہے لڑکیاں خوشی سے گا رہی ہیں انہیں نہ روکو''۔ لیکن جب آپ ﷺ کی توجہ دوسری طرف ہوئی تو حضرت عائشہؓ نے اشارے سے لڑکیوں کو رخصت کر دیا۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کی گڑیوں میں ایک پروں والا گھوڑا دیکھا تو فرمایا ''عائشہؓ کبھی گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں''۔ تو سادگی سے بولیں ''کیا آپؐ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر ہوا کرتے تھے۔ آپؓ کے اس جواب پہ آنحضور ﷺ ہنس پڑے''۔

(ماخوذ از اسوہ کامل حافظ مظفر احمد صفحہ ۶۳۸، ۶۳۹)

معصومیت کے باوجود انتہائی زیرک تھیں ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''عائشہؓ جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو یا مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو مجھ کو پتہ لگ جاتا ہے۔ ناراض ہوتی ہو تو ابراہیمؑ کے خدا کی قسم کھاتی ہو اور جب خوش ہوتی ہو تو محمدؐ کے خدا کی قسم کھاتی ہو۔'' میں نے کہا کہ ''حضور ﷺ درست فرماتے ہیں ایسے موقع پر میں حضورؐ کا نام زبان پر نہیں لیتی لیکن دل میں پورا نام لیتی ہوں''۔

(ماخوذ از مطہر عائلی زندگی صفحہ ۴۰)

عالمہ و فقیہہ۔ حضرت عائشہؓ جو کہ رحمۃ اللعالمینؐ کی تربیت یافتہ، امّت کے لوگوں کی مدرّس اپنی علمی قابلیت اور فضیلت کی بدولت جس عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں اس کا اندازہ ان روایات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ''حضرت عائشہؓ نے مسلمان خواتین کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کا وہ کام سرانجام دیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ احادیث نبویؐ کا ایک بہت بڑا اور بہت ضروری حصّہ حضرت عائشہؓ کی ہی روایات پر مبنی ہے حتّٰی کہ ان کی روایتوں کی کل تعداد دو ہزار دوسو دس (2210) تک پہنچتی ہے۔ ان کے علم و فضل اور تفقّہ فی الدین کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ اُن کا لوہا مانتے اور ان سے فیض حاصل کرتے تھے حتّٰی کہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہؓ کو کوئی علمی مشکل ایسی پیش نہیں آئی کہ اس کا حل حضرت عائشہؓ کے پاس نہ مل گیا ہو اور عروہؓ بن زبیر کا قول ہے کہ میں نے کوئی شخص علمِ قرآن اور علمِ میراث اور علمِ حلال و حرام اور علمِ فقہ اور علمِ شعر اور علمِ طب اور علمِ حدیثِ عرب اور علمِ انساب میں عائشہؓ سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔'' (از سیرت النبیین حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ ۴۳۱)

اپنی علمی قابلیت اور فضیلت کی بدولت حضرت عائشہؓ جس عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں تاریخ العرب میں اُن سے بڑھ کر کوئی فصیح اللسان نہیں تھا۔ جب بھی کسی مسئلہ کے سمجھنے میں دقت پیش آئی تو حضرت عائشہؓ نہایت ہی عالمانہ طریق سے اس کو حل کرتیں۔

''امام زبیری فرماتے ہیں کہ ''اگر تمام موجودہ مردوں کا علم و فضل ایک جگہ جمع کیا جائے اور پھر اس کے ساتھ تمام ازواج نبیؐ کے علم کو شامل کر لیا جائے تب بھی حضرت عائشہؓ کا فضل و کمال ان کے مجموعی علم سے زیادہ تھا۔

(عائشہ صدیقہؓ صفحہ ۲۳ لجنہ قادیان)

حضرت عائشہؓ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی لوگوں کو دینی مسائل کے حل بتایا کرتی تھیں۔ گو خود شاعرہ نہ تھیں لیکن شاعرانہ

مزاج رکھتی تھیں۔ حضرت حسانؓ جو کہ بہت بڑے شاعر تھے آپؓ کی خدمت میں شعر سنانے کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ آپؓ کو کعب بن مالک کا پورا قصیدہ یاد تھا۔ اور کثرت سے اسلامی اشعار بھی جنہیں وہ برموقع پڑھا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ طب کے علم کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ ”عرب کے طبیب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ میں نے طب کا علم ان سے سیکھا ہے“۔

نصف دین کی امانت دار

یہ قوم کی وہ ماں تھی جس نے محترم باپ کی تربیت اور مقدس شوہر کی تعلیم سے پورا پورا فائدہ اٹھایا آپؓ کے شوہر وہ اعلیٰ وارفع ہستی تھے جو وجہ تخلیقِ کائنات تھی، جو مخلوق خدا کا رشتہ خالق سے ملانے، ان کو دین سکھانے اور تزکیہ نفس کے لئے مبعوث ہوئی تھی، حضرت عائشہؓ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”یہ تمہیں نصف دین سکھائیں گی“۔ آپؓ نے عشق، محبت اور باریک نظر سے آنحضرت ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیا اور آپ ﷺ کے بلند مقام کو دنیا پہ ظاہر کیا۔ کڑے سے کڑے وقت پر بھی آپؓ نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا اور کبھی کوئی غلط حدیث بیان نہیں کی یہی وجہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ یہ صدیقہؓ بنت صدیقؓ نے بیان کیں۔

سخاوت اور فیاضی میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھیں بعض مرتبہ ایسا ہوتا کہ آپؓ ایک دن میں 70 ہزار درہم خیرات کر دیا کرتیں۔ غیبت اور بدگوئی سے آپؓ کا دامن پاک تھا۔ خوش الحانی بہت پسند تھی۔ ایک مرتبہ کہیں باہر گئی ہوئی تھیں۔ معمول کے خلاف دیر میں واپس ہوئیں حضور ﷺ نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ ”میں آ رہی تھی کہ ایک شخص بڑی خوش الحانی سے قرآن کی تلاوت کر رہا تھا میں دیر تک کھڑی اس کی قرأت سنتی رہی“ فرمایا ”چلو میں بھی سنوں“ پیارے نبیؐ تشریف لے گئے۔ اس کی تلاوت سن کر پسند فرمائی اور کہا ”خدا کا شکر ہے میری امت میں بھی ایسے خوش الحان شخص موجود ہیں۔ ......“ دل کی بے حد نرم تھیں۔ کسی نیکی سے آپؓ مجبوراً محروم رہ جاتیں تو رونے لگتیں۔ لونڈی اور غلام کو خرید کر آزاد کرنے۔ یتیموں کے سروں پر دستِ شفقت پھیرنے۔ لاوارث لڑکیوں کو لے کر پرورش کرنے کا بہت شوق تھا۔ آپؓ نے 67 غلام خرید کر آزاد کیے۔

تہمت سے بریت۔ غزوہ بنو مصطلق کے وقت حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ واپسی پر جب آنحضرت ﷺ نے قافلہ کو کوچ کا حکم دیا تو حضرت عائشہؓ قضائے حاجت کے لئے گئی ہوئی تھیں۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ جب میں واپس ہوئی تو گلے پر ہاتھ پھیرا تو میرا نگینوں والا ہار ٹوٹ کر کہیں گر چکا تھا۔ اس کی تلاش میں دیر لگ گئی جب کہ ہودج اٹھانے والے نے سمجھا کہ آپؓ ہودج میں ہیں۔ جب آپؓ واپس آئیں تو لشکر کوچ کر چکا تھا۔ آپؓ اسی جگہ بیٹھ کر انتظار کرتی رہیں اور سو گئیں۔ صبح کے وقت حضرت صفوانؓ (جن کو حضور ﷺ نے قافلہ کے پیچھے چھوڑ رکھا تھا) نے آپؓ کو دیکھ کر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا کیونکہ پردہ کے حکم سے پہلے انہوں نے آپؓ کو دیکھ رکھا تھا۔ وہ آپؓ کو اونٹنی پر بٹھا کر مدینہ لے آئے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں نے آپؓ پر تہمت لگائی۔ آپؓ کی والدہ اُمِ رومان کہتی ہیں کہ سفر سے واپسی پہ عائشہؓ بیمار پڑ گئیں۔ حضور ﷺ نے آپؓ سے کوئی سوال نہ پوچھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی لونڈی بریرہ سے پوچھا کہ ”کیا تم نے عائشہؓ میں کوئی برائی دیکھی ہے“۔ انہوں نے کہا ”اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں دیکھا کہ کم سنی کی وجہ سے آٹا گوندھ کر سو جاتی تھیں اور بکری آٹا کھا جاتی تھی“۔ حضرت زینب بنتِ جحشؓ سے بھی اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے عرض کی کہ یا ”رسول اللہ ﷺ میں اپنی آنکھوں اور کانوں کو بدگوئی سے بچاتی ہوں میری نظر میں ان کے اندر بھلائی کے سوا کچھ نہیں ہے“۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ”آنحضرت ﷺ کی بیویوں میں وہی میری ہم عمر تھیں جبکہ خدا تعالیٰ نے ان کو میری بدگوئی سے بچالیا“۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ الزام کے بعد آنحضرت ﷺ صرف میرا حال پوچھ کر تشریف لے جاتے تھے۔ میں آپ ﷺ کی اجازت سے اپنے والدین کے گھر میں آ گئی۔ ایک دن آنحضرت ﷺ آپؓ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا ”عائشہؓ جو بات لوگوں میں مشہور ہو گئی ہے وہ تم نے سنی“؟ آپؓ نے فرمایا ”ہاں سنی ہے“۔ آپ ﷺ نے خدا تعالیٰ کی وحدانیت بیان فرما کر کہا ”بے شک تمہارے متعلق مجھ تک یہ بات پہنچی ہے اگر تم اس سے بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بری فرما دے گا۔ اور اگر تم اس گناہ میں ملوث ہو تو توبہ کرو خدا تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے“۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ”دو راتیں اور ایک دن روتے ہوئے گزر چکا تھا۔ لگتا تھا کلیجہ پھٹ جائے گا لیکن آپ ﷺ کی بات سن کر یوں لگا کہ آنسو خشک ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنی والدہ اور والد سے کہا کہ وہ جواب دیں انہوں نے کہا کہ ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ پھر میں نے سورہ یوسف کی آیت 19 پڑھی کہ صبر ہی اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتی ہوں۔ پھر میں اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ میں بریت سے بخوبی واقف تھی لیکن خدا کی قسم میں یہ گمان بھی نہیں کر سکتی تھی کہ میرے بارے میں اللہ تعالیٰ وحی نازل کرے گا۔ جو میری شان میں تلاوت کی جائے گی۔ ابھی آنحضرت ﷺ ہمارے گھر میں ہی موجود تھے کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ وحی کے بعد آپ ﷺ تبسم ریز تھے۔ فرمایا اے عائشہؓ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس الزام سے بری قرار دیا۔ (اس وقت سورۃ نور کی آیات ۱۱ سے ۲۰ نازل ہوئی تھیں) آپؓ کی والدہ نے کہا عائشہؓ حضور ﷺ کا شکریہ ادا کرو میں نے کہا کہ میں تو اس خدا کا شکریہ ادا کروں گی جس نے مجھے بری قرار دیا“۔

(از کتاب التفسیر بخاری جلد دوم و تاریخ الطبری)

(ماخوذ از مطہر عائلی زندگی صفحہ ۴۱-۴۲)

آپؓ کی وفاداری

حضرت عمرؓ کے زمانے میں آپؓ کو باریک آٹے کی روٹی پیش کی گئی تو نوالہ آپؓ کے حلق سے نہ اترا۔ آپؓ رونے لگیں اور کہا کہ مجھے وہ دن یاد آگئے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی عمر کے آخری دور سے گزر رہے تھے ہم پتھروں سے گندم پیس کر آٹا پکایا کرتے تھے۔" وہ جس کے طفیل ہم کو نعمتیں ملیں وہ تو ان نعمتوں سے محروم چلا گیا ......اٹھالے جاؤ یہ پھلکے میرے سامنے سے مجھے رسول کریم ﷺ کا زمانہ یاد کر کے گلے میں پھندا پڑتا ہے اور میں یہ پھلکا نہیں کھا سکتی۔"

(ماخوذ از اوڑھنی والیوں کے لیے پھول صفحہ ۶۸،۶۹)

حضرت عائشہؓ کا سلوک حضور ﷺ کی باقی ازواج کے ساتھ ہمیشہ محبت کا رہا۔ حضرت خدیجہؓ کی تمام خوبیاں بھی آپؓ کی زبان سے ہی ہمارے تک پہنچیں۔ اس کے علاوہ یہ وصف بھی آپؓ میں تھا کہ اگر کبھی حضور ﷺ نے دوسری ازواج کے متعلق آپؓ کی سرزنش کی تو آپؓ نے یہ بھی دوسروں سے نہ چھپایا۔ بلکہ صداقت اور دیانتداری کا ثبوت دیتے ہوئے صاف صاف بیان کر دیا۔

(ماخوذ از مطہر عائلی زندگی صفحہ ۱۴)

آنحضور ﷺ کی وفات پہ آپؓ کا صبر

آپ ﷺ مرض الموت میں بار بار فرماتے تھے کہ "آج کونسا دن ہے"۔ لوگ سمجھ گئے کہ حضرت عائشہؓ کی باری کا انتظار ہے۔ چنانچہ آپؐ کو لوگ ان کے حجرے میں لے گئے اور آپ ﷺ تا وفات وہیں مقیم رہے......حضور ﷺ کی وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اُن کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ حضورؐ نے مسواک کی طرف دیکھا تو حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ حضورؐ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ آپؓ نے ان سے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے نرم کی اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دی اور حضورؐ نے مسواک کی۔ حضرت عائشہؓ فخریہ کہا کرتی تھیں کہ "تمام بیویوں میں سے مجھی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آخر میں بھی میرا جھوٹا لعابِ دہن حضور اقدس ﷺ نے منہ میں لگایا"......احادیث سے ثابت ہے کہ وفات کے وقت حضور اکرمؐ کا سر حضرت عائشہؓ کے سینہ پر تھا اور حضرت عائشہؓ نے آپؐ کو سہارا دیا ہوا تھا تا کہ آنحضرت ﷺ کو سانس کی تکلیف نہ ہو۔ (از مطہر عائلی زندگی صفحہ ۴۷،۵۴)

اس پہاڑ جیسے غم کے وقت آپؓ نے نہایت صبر و استقامت کا نمونہ دکھایا نہ روئیں۔ نہ پیٹیں۔ نہ کپڑے پھاڑے نہ بال نوچے۔ صرف دل کی آہ کے ساتھ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور خاموش ہو گئیں۔ آپ کو سب سے بڑی فضیلت یہ بھی ملی کہ آپؓ کا حجرہ مبارک رسول پاک رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ کی آخری آرام گاہ بنا۔ اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

آپؓ نے خواب میں دیکھا تھا کہ تین چاند ٹوٹ کر آپؓ کے حجرے میں آ گرے ہیں۔ جب نبیؐ کی تدفین ہو چکی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ "عائشہؓ یہ ان تین چاندوں میں سے پہلا چاند تھا اور یہی سب سے زیادہ روشن اور سب سے بڑا تھا۔" اڑھائی برس کے بعد حضرت صدیقہؓ کو یتیمی کا داغ بھی برداشت کرنا پڑا۔ آپؓ کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی وفات پا گئے اور آپؓ کے حجرہ میں مدفون ہوئے یعنی دوسرا چاند بھی آپؓ کے حجرہ میں ٹوٹ کر آ گرا......حضرت عمرؓ پر جب ایک بدبخت نے حملہ کیا اور آپؓ کے بچنے کی آس نہ رہی تو آپؓ نے اپنے صاحبزادے کو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجا یہ اجازت لینے کے لیے کہ اپنے دونوں رفیقوں یعنی حضرت نبی کریمؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس دفن ہونے کی اجازت دے دیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ "یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی مگر آج میں اپنی ذات پر عمرؓ کو ترجیح دیتی ہوں۔"......اس طرح تیسرا چاند بھی حضرت عائشہ کے حجرے میں زیرِ زمین چھپ گیا۔ (از عائشہ صدیقہؓ لجنہ قادیان صفحہ ۱۶،۱۷)

پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد سختی سے اس کی پابندی کی۔ کبھی کسی غیر محرم کے سامنے نہیں آئیں۔ ایک مرتبہ ایک نابینا شخص آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے ان سے پردہ کیا اس نے تعجب سے پوچھا۔ "اُمّ المومنینؓ مجھ سے کیا پردہ میں تو دیکھ نہیں سکتا۔" حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ "تم مجھے نہیں دیکھ سکتے میں تو تمہیں دیکھ سکتی ہوں۔" اپنے گھر میں ایک پردہ ڈال رکھا تھا۔ جو صحابی کوئی مسئلہ پوچھنے آتا آپؓ پردہ کے پیچھے سے اس سے کلام فرماتیں وفات کے وقت تک یہی طریقہ رہا......آپؓ کے پردے کی انتہا یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ شہید ہونے کے بعد آپؓ کی اجازت سے آپؓ کے حجرے میں آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ دفن ہوئے تو حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ "اب آنحضرتؐ کے مزار اقدس پر بے پردہ جاتے ہوئے حجاب آتا ہے۔ کیونکہ وہاں عمرؓ دفن ہیں۔" (از عائشہ صدیقہؓ لجنہ قادیان صفحہ ۱۹ تا ۲۱)

وفات۔ 17 رمضان المبارک میں ۵۸ھ میں امت محمدیہ کی یہ محسنہ، رسول خدا ﷺ کی محبوب زوجہؓ وفات پا گئیں تو عالمِ اسلام میں صف ماتم بچھ گئی یہ امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا حضرت ابو ہریرہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اس وقت ان کی عمر قریباً ۶۸ سال کی تھی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ (مطہر عائلی زندگی صفحہ ۵۴)

آپؓ کاشانۂ نبوت کی ملکہ اُمّ المومنینؓ اور محبوب خدا کی محبوب بیوی تھیں۔ خدا کی نعمتیں اور انوار تا ابد آپؓ پر نازل ہوتے رہیں۔ آمین

السلام اے عائشہ صدیقہؓ ام المومنین
دخترِ صدیق اکبر زوجۂ سلطان دین

حوالہ جات:۔ سیرت خاتم النبیین صفحہ ۴۲۴[1] ، ۴۳۰[4]
سیر الصحابیات صفحہ ۱۰۷:[2] ۔ ابوبکرؓ صفحہ ۱۹:[3]

''اے محمدؐ وہ جنت میں آپؐ کی زوجہ ہیں''

حضرت حَفْصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(امۃ الودود۔ سٹگارٹ)

شجرہ نسب:۔ اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ آپؓ کا سلسلہ نسب حفصہؓ بنت عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبد العزّٰی تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام زینبؓ بنت مظعون تھا جو مشہور صحابی حضرت عثمانؓ بن مظعونؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ اور خود بھی صحابیہ تھیں۔ حضرت حفصہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ حقیقی بہن بھائی ہیں۔ آپؓ بعثت نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ اس وقت قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ (سیرۃ النبی ﷺ۔ شبلی نعمانی جلد دوم 268)

پہلی شادی اور ہجرت:۔ حضرت حفصہؓ ایک مخلص صحابی حضرت خنیسؓ بن حذافہؓ کے عقد میں تھیں جو جنگِ بدر میں شریک تھے۔ جنگ بدر کے بعد مدینہ واپس آنے پر حضرت خنیسؓ بیمار ہوگئے اور اس بیماری سے جانبر نہ ہوسکے۔ حضرت خنیسؓ نے اپنی یادگار میں حضرت حفصہؓ کے بطن سے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ آپؓ ماں باپ اور شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ آپؓ نے شوہر کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

آنحضرت ﷺ سے عقد ثانی:۔ شوہر کی شہادت کے بعد حضرت عمرؓ کو ان کے نکاح ثانی کا فکر دامن گیر ہوا۔ اس وقت حفصہؓ کی عمر بیس سال سے اوپر تھی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ان کے رشتہ کی بات کی مگر حضرت ابوبکرؓ نے اس رشتہ کی حامی نہ بھری تو آپؓ نے حضرت عثمانؓ سے بات کی مگر انہوں نے بھی حضرت حفصہؓ سے شادی کرنے سے معذرت کی۔ ان دونوں کی طرف سے انکار پر حضرت عمرؓ کو رنج ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ آپؓ سے آنحضرت ﷺ اپنے لئے حضرت حفصہؓ کے رشتہ کا ذکر فرما چکے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے خود اپنی طرف سے حضرت عمرؓ کو حضرت حفصہؓ کے لئے پیغام بھیجا۔ انہوں نے نہایت خوشی سے اس رشتہ کو قبول کیا۔ اور شعبان ۳ھ (فروری ۶۲۵ء) میں حضرت حفصہؓ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آکر حرم نبویؐ میں داخل ہوگئیں۔

(بحوالہ سیرت خاتم النبیین ہادی علی چوہدری: صفحہ ۱۶۳)

پیار محبت کا برتاؤ:۔ حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت حفصہؓ صحابہؓ میں سے ایک افضل ترین شخص کی صاحبزادی تھیں اس لئے ازواجِ مطہراتؓ میں ان کا ایک خاص درجہ سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح آپؓ کو جب حضور اکرمؐ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ تو حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ میں بہناپا ہوگیا۔ دونوں خانگی امور میں ایک دوسرے کی حامی تھیں۔ اور باہمی شفقت اور محبت کے ساتھ رہتیں۔

(ماخوذ مطہر عائلی زندگی صفحہ نمبر 116)

عبادت الٰہی:۔ آپؓ بہت خدا ترس خاتون تھیں۔ اپنا زیادہ وقت یادِ الٰہی میں گذارتی تھیں۔ آپؓ نے اپنی ساری زندگی بہت سادگی سے صوفیانہ انداز میں گزاری۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے الاستیعاب میں یہ حدیث ان کی شان میں بیان کی ہے کہ ''ایک مرتبہ حضرت جبرائیل امینؑ نے حضرت حفصہؓ کے بارہ میں یہ الفاظ حضور اکرم ﷺ کے سامنے کہے'' وہ بہت عبادت کرنے والی بہت روزے رکھنے والی ہیں۔ اے محمدؐ وہ جنت میں آپؐ کی زوجہ ہیں''۔

(''مطہر عائلی زندگی'' محترمہ امتہ الرفیق ظفر صفحہ 56)

حصول علم کا شوق اور حج کی سعادت:۔ آپؓ کو تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا حضور اکرم ﷺ نے آپؓ کے شوق کو دیکھتے ہوئے آپؓ کی تعلیم کا انتظام فرمایا۔ حضورؐ کے ارشاد پر شفا بنت عبداللہ عدویہ نے آپؓ کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔ آپؓ کے ہاں قرآن کریم کا ایک نسخہ بھی موجود تھا۔ آپؓ کو آنحضور ﷺ کی معیت میں حج کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ (کے علاوہ) حضرت حفصہؓ نے (بھی) پورا قرآن مجید حفظ کیا ہوا تھا۔ قرآن مجید پڑھنا اور پڑھانا آپؓ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ (''مطہر عائلی زندگی'' از محترمہ امتہ الرفیق ظفر صاحبہ صفحہ 129،130)

مشورہ دینے کا حق۔ آپؐ کی بعثت سے پہلے عورت کو ناقص العقل سمجھا جاتا تھا آپؐ نے عورتوں سے مشورہ کی سنت قائم کر کے ثابت کیا کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح عقل اور شعور رکھتی ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''یارسول اللہ ہم لوگ مکہ میں اپنے سامنے عورت کو بات نہیں کرنے دیتے تھے۔ لیکن جب سے میری بیوی مدینہ میں آئی ہے وہ بات بات پر مجھے مشورہ دینے لگ گئی ہے۔ ایک دفعہ میں نے اسے ڈانٹا کہ یہ کیا حرکت ہے... تو وہ مجھے کہنے لگی... میں نے تو دیکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی بیویاں آپؐ کو مشورہ دے لیتی ہیں... میں نے کہا ہاں! ایسا ہوتا ہے؟ وہ کہنے لگی ہاں واقعہ میں ایسا ہوتا ہے... میں اپنی بیٹی کے پاس گیا (ان کی بیٹی آنحضرت ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں) اور اسے کہا دیکھو رسول کریم ﷺ کے سامنے کوئی بات نہیں کرنی... حضرت عائشہؓ پاس ہی تھیں وہ میری بات سن کر بولیں تو کون ہوتا ہے رسول کریم ﷺ کے گھر کے معاملات میں دخل دینے والا... (جبکہ رسول اللہ ہم سے مشورہ لیتے ہیں)، رسول کریم ﷺ یہ بات سن ہنس پڑے۔

(سیر روحانی تقریر حضرت مصلح موعودؓ صفحہ 43-44)

آپؓ سے مروی احادیث:۔ آپؓ اپنی ذہانت کی وجہ سے حضورِ اکرم ﷺ کے صبح شام کے معمولات کو غور سے سنتیں اور دیکھتیں۔ آپؓ سے 60 احادیث مروی ہیں۔ جو آپؓ نے حضور اکرم ﷺ اور حضرت عمرؓ سے سنی تھی۔

عظیم الشان اعزاز:۔ حضرت حفصہؓ نزول وحی کے وقت بعض آیات لکھ لیتی تھیں۔ یہ اعزاز بھی آپؓ کو حاصل ہے کہ آنحضرت ﷺ جو قرآن پاک لکھوایا کرتے تھے اس کی تختیاں آپؓ کے پاس رکھوا دی جاتیں جو آپؓ بہت حفاظت اور پیار سے رکھتیں اور ساتھ حفظ کر لیتیں۔ آپؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ بشارت سنی تھی

کہ ”جو شخص قرآن کریم کو حفظ کرلے گا قیامت کے دن قرآن اس کو دوزخ میں جانے سے بچائے گا“۔ حضرت حفصہؓ کو نہ صرف قرآن پاک جمع کرنے اور حفظ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی بلکہ اس کی حفاظت کا موقع بھی ملا۔ وہ اس طرح کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں حفاظت کی غرض سے قرآن کریم کے لکھے ہوئے الگ الگ ٹکڑوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا تو حضرت حفصہؓ سے بھی مشورہ کیا جاتا اور یہ جلد کیا ہوا قرآن مجید بھی حضرت حفصہؓ کے پاس ہی رکھوایا گیا۔

آنحضرت ﷺ سے لے کر خلفائے راشدین کے زمانہ اور بعد میں بھی آپؓ کی وفات تک آپؓ قرآن کریم کے سب سے زیادہ صحیح نسخے کی مالک رہیں۔

(بحوالہ حضرت حفصہؓ امۃ الباری ناصر ص 7,8)

وفات:۔ آپؓ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ آپؓ نے شعبان ۴۵ ہجری میں مدینہ میں انتقال فرمایا۔ اسوقت آپ کی عمر کم وبیش ۶۳ سال تھی۔ یہ امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ وفات سے قبل اپنے بھائی عبداللہ بن عمرؓ سے اس وصیت کی تجدید کی کہ جو حضرت عمرؓ نے ان کو کی تھی، کچھ جائیداد وقف کی، کچھ مال صدقہ میں دیا۔ مروان بن حکم (جو مدینہ کا گورنر تھا) نے نماز جنازہ پڑھائی اور بنی حزم کے گھر سے مغیرہ بن شعبہ کے گھر تک جنازہ کو کندھا دیا۔ یہاں سے حضرت ابوہریرہؓ جنازہ قبر تک لے گئے اور آپؓ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ان کے بھائی عبداللہ بن عمرؓ، عاصم، سالم عبداللہ، حمزہؓ نے قبر میں اتارا۔ (سیرۃ النبی ﷺ شبلی نعمانی جلد دوم ۲۷۰) آپؓ کے بابرکت وجود پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں اور سلام ہوں۔ آمین۔

(ماخوذ سیرۃ خاتم النبیین از ہادی علی چوہدری صفحہ 638)

ایک غیرت مند اور بہادر خاتون

عباس بھی غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے لڑے تھے اور شکست کھانے کے بعد مسلمانوں کے قیدی بن چکے تھے۔ ابولہب جب عباس کے گھر پہنچا تو ان کا غلام ابورافعؓ نیزے بنانے میں مصروف تھا۔ ابولہب ان کے قریب بیٹھ گیا۔ اتنے میں کسی نے گھر میں کہا کہ وہ دیکھو ابوسفیان بن حارث (جو کہ نبی کریم ﷺ کا چچازاد بھائی تھا اور ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا) ابھی ابھی لڑائی سے واپس آیا ہے۔ اس سے لڑائی کے حالات معلوم کرنے چاہئیں۔ ابو لہب نے جب ابوسفیان کو دیکھا تو آواز دی ”بھتیجے ذرا ادھر تو آؤ میرے پاس! ذرا بتاؤ تو لڑائی میں کیا گزری؟“ ابوسفیان نے جواب دیا:۔

”واللہ! مسلمانوں کے سامنے ہماری بے بسی کا یہ عالم تھا جیسے مردہ غسل دینے والے کے سامنے بے بس ہوتا ہے۔ انہوں نے جس کو چاہا مار ڈالا اور جس کو چاہا قید کرلیا۔ ایک عجیب نظارا ہم نے یہ دیکھا کہ ابلق (سیاہ وسفید رنگ والے) گھوڑوں پر سوار سفید پوش آدمیوں نے مار مار کر ہمارا بھرکس بنا دیا۔ معلوم نہیں یہ کون لوگ تھے؟“

ابورافعؓ نے جھٹ کہا ”وہ تو فرشتے تھے!“

یہ سننا تھا کہ ابولہب کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ بھڑک کر اٹھا اور ابورافعؓ کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا۔ ابورافعؓ نے اپنے آپ کو ذرا سا سنبھالا اور اس کے ساتھ گتھم گتھا ہوگئے۔ لیکن جسمانی لحاظ سے چونکہ کمزور تھے ابولہب نے جلد ہی ان کو زمین پر پٹخا اور مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔

قریب ہی ایک خاتون بیٹھی تھیں وہ اس منظر کو برداشت نہ کرسکیں۔ فوراً اٹھیں اور ایک موٹی سی لکڑی کا ٹکڑا لے آئیں اور اس زور سے ابولہب کے سر پر مارا کہ اس کے سر سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ پھر گرج دار آواز میں بولیں:۔

”بے حیا اس کا آقا موجود نہیں ہے اور تو اس کو کمزور سمجھ کر مار رہا ہے“ ابولہب کو ہمت نہ ہوئی کہ اس بہادر خاتون کا مقابلہ کرے اس نے وہاں سے بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ یہ غیرت مند اور بہادر خاتون جنہوں نے ابولہب جیسے دشمن اسلام اور دشمن خدا کو ایسی رسوائی اور ذلت سے دوچار کیا حضرت عباسؓ کی اہلیہ (ابولہب کی بھابھی) حضرت امّ الفضلؓ تھیں۔ تاریخ اسلام میں یہ بھی ذکر ملتا ہے یہ واقعہ چاہ زمزم کی چار دیواری کے اندر پیش آیا جس کے قریب ہی حضرت عباسؓ کا مکان واقع تھا۔

(از امّ الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صفحہ 5،4۔ مصنفہ، کوثر ضیاء صاحبہ پاکستان)

ام المساکین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ

عذرا عباسی صاحبہ۔فرینکفرٹ

نام و نسب۔ آپؓ کا نام زینب اور کنیت ام المساکین تھی۔حضرت زینبؓ بنت خزیمہ نجد کے ایک بہت بڑے قبیلے عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھتی تھیں اِن کا نسب یوں تھا زینب بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہے۔("محمدؐ" ڈاکٹر حمید اللہ۔صفحہ 273)

سیدہ زینبؓ کا بچپن بڑا منفرد اور یگانہ تھا بچپن یعنی دور جاہلیت سے ہی انہیں غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلا کر بڑی راحت اور خوشی محسوس ہوتی۔قبیلے کی سردار کی بیٹی اور صاحبِ حیثیت ہونے کے ساتھ اعلیٰ اخلاق اور اوصافِ حمیدہ کی مالک تھیں۔اور اسی خصوصی امتیاز کی وجہ سے ام المساکین کے لقب سے زدِعام تھیں

(ازواج مطہرات۔صفحہ 196)

نکاح "حضرت سیدہؓ کا پہلا نکاح طفیل سے ہوا تھا۔طفیل نے آپ کو طلاق دی تو آپ طفیل کے بھائی عبیدہؓ کے عقد میں آئیں۔یہ دونوں آنحضرت ﷺ کے چچا حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔" (سیرت خیر الانام۔صفحہ 626)

قبولیتِ اسلام۔ حضرت زینبؓ نے کب اسلام قبول کیا۔کتب سیر و تاریخ خاموش ہیں لیکن حالات و واقعات سے قیاس ہوتا ہے کہ ابتدائی دور سے ہی اسلام کی نعمت سے بہرہ ور ہو گئی ہونگی۔ابتدائی دور کے مسلمانوں کی طرح حضرت عبیدہؓ بن الحارث اور ان کی اہلیہ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ بھی ان مصائب کا شکار تھے۔ایک روز آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ ہجرت کر جاؤ۔وہاں بھی حضرت زینبؓ حسب معمول غرباء کو اور مساکین کو کھانا کھلاتیں کوئی در سے خالی ہاتھ نہ جاتا۔خاص لگاؤ اور محبت کی بناء پر رحمت اللعالمین ﷺ کی نگاہ میں حضرت عبیدہؓ کا خاص مقام تھا۔اور لوگوں میں شیخ المہاجرین کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔

راہ حق کے لئے قربانیاں ۔ 2 ہجری میں بدر کے مقام پر حق و باطل کا پہلا معرکہ ہوا۔حضرت عبیدہؓ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ کے ساتھ سب سے پہلے میدان میں اُترے لیکن ولید کے ساتھ معرکہ آرائی میں زخمی ہو گئے۔واپسی پر صفرا کے مقام پر داعی اجل ہو گئے اور وہیں سپرد خاک کئے گئے۔(ازواج مطہرات۔صفحہ 204)

حضرت عبیدہ کی شہادت کے بعد آپؓ کی شادی حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے ہوئی جو آنحضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور قدیم الاسلام تھے۔

7 شوال 3 ہجری کو غزوہ احد میں بڑے جذبہ اور شوق شہادت کے ساتھ شامل ہوئے۔ بڑے جری اور شجاع تھے۔اللہ تعالیٰ نے مقام شہادت سے نوازا۔

مشرکین نے مثلہ کیا۔کان ناک کاٹ کر دھاگے میں پروئے۔حضرت زینبؓ کو انکی شہادت کی اطلاع پہنچی تو آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا۔اے اللہ تیرا ہر حال میں شکر تیری رضا میں میری رضا شامل ہے۔

حضرت ام المساکین نے اس آزمائش میں بھی اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے بڑے استحکام کے ساتھ اس صدمہ کو قبول کیا۔چونکہ آپ کا قبیلہ مسلمان نہیں ہوا تھا اس لئے حضرت زینب واپس جانا نہیں چاہتی تھیں۔ (ازواج مطہرات۔صفحہ 208)

مزید براں اس وقت مسلمانوں اور نجد کے اس طاقتور قبیلہ کے تعلقات کافی بگڑے ہوئے تھے اس قبیلہ کے افراد دھوکہ سے برمعونہ کے مقام پر مسلمان مبلغوں کے ایک وفد کو شہید کر دیا تھا بعد میں اس قبیلہ کے دو افراد کو برمعونہ کے قتل عام سے بچ جانے والے ایک مسلمان نے قتل کر دیا۔یہ مسلمان قتل عام کے وقت اپنے ساتھیوں کے اونٹ چرانے گیا ہوا تھا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ جن افراد کو وہ قتل کر رہا ہے وہ مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔("محمدؐ" ڈاکٹر حمید اللہ۔صفحہ 273)

"عرب مستقل طور پر منافرتوں اور عداوتوں کی بنیاد پر بٹا ہوا تھا۔دشمنیاں مضبوط جڑوں کے ساتھ قبائل اقوام میں پیوستہ تھیں۔اسلام نے ان کی بیخ کنی کرنے کے لئے جہاں دیگر حکمت عملیاں اور سفارتیں اپنائیں وہاں اس مقصد کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے ان قبائل و اقوام میں شادیوں کا بوجھ بھی آنحضرت ﷺ کے کندھوں پر ڈالا۔خصوصاً بے یار و مددگار غرباء کے لئے یہ انتہائی مصائب کے دن تھے۔اسی لئے ایسے حالات میں آنحضرت ﷺ نے گوارہ نہ کیا کہ وہ صدمہ خوردہ اور غم رسیدہ بیوہ بغیر کسی انتظام کے چھوڑ دی جائے اور اسلام کی وجہ سے مصیبت کے دن کاٹے"

(از سیرت خاتم النبیینؐ حصہ دوم صفحہ 152 ہادی علی چوہدری)

رسول پاک سے رشتہ ازدواج۔ آنحضرتؐ نے اس خیال سے کہ اگر زینبؓ سے رشتہ ازدواج ہو جائے تو حضرت زینبؓ کے قبیلہ والوں کے دل میں نرمی پیدا ہو جائے گی کیونکہ سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے قبیلہ میں ان کی بڑی عزت اور توقیر تھی۔حضرت زینب کو خدائے بزرگ و برتر نے اُنکی قربانیوں کے صلہ میں اعزاز و اکرام سے نوازا کہ انہوں نے ام المومنین کا مقام پایا۔

ایک دن آنحضور ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپؓ نے کہلا بھیجا کہ میرے معاملہ میں آپ خود مختار ہیں۔چنانچہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ہجرت کے اکتیسویں مہینے کی ابتدا میں ساڑھے بارہ اوقیہ (۴۰۰ درہم) حق مہر پر نکاح کر لیا۔

(از اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ 920)

کتاب مواہب میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا تو میری والدہ ام سلیمؓ نے کھجوریں گھی اور پنیر کو ملا کر حیس تیار کیا۔اور حضرت انسؓ کو کہا کہ رسول اللہؐ کے پاس لے جاؤ اور کہو یہ میری والدہ نے آپ کے لئے بھیجا ہے اور آپ کی خدمت میں میرا سلام کہنا۔آنحضور ﷺ نے یہ ہدیہ قبول فرمایا اور اس سے لوگوں کی دعوت کی۔

حضرت زینبؓ آنحضور ﷺ کی پانچویں زوجہ محترمہ تھیں اُس وقت تین امہات المومنین حیات تھیں۔تین ماہ حضور ﷺ کی زوجیت میں رہنے کے بعد ہجرت کے انتالیسویں مہینے کی ابتدا میں ربیع الآخر 4 ہجری کو تیس سال کی عمر میں دنیا آخرت کو کوچ کر گئیں۔آپؓ آنحضور ﷺ کی دوسری رفیقہ حیات تھیں جو آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپکے سامنے فوت ہوئیں کفن دفن کا انتظام آنحضور ﷺ نے خود کیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔آپ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ("محمدؐ" ڈاکٹر حمید اللہ۔صفحہ 247)

بقیہ صفحہ 19 پر۔

معاملہ فہم اور صائب الرائے رکھنے والی
زوجہ مطہرہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(طیبہ اعجاز، offenbach)

نام، کنیت اور قبول اسلام:۔ حضرت اُم سلمہؓ کا نام ھند تھا۔ اُم سلمہؓ کنیت تھی۔ آپؓ کے والد کا نام سہیل اور والدہ کا نام عاتکہ تھا۔ قریش کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ آغاز نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئی تھیں۔ (سیرۃ النبیؐ از شبلی نعمانی صفحہ 638)

ابتدائی حالات:۔ آپؓ کا پہلا نکاح عبداللہ بن الاسد سے ہوا تھا جو ابو سلمہؓ کے نام سے مشہور ہیں آپؓ آغاز نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئی تھیں وہ غزوہ احد میں زخمی ہوئے اور ان زخموں کے سبب ہی وہ ۴ھ میں وفات پا گئے ...... سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے۔ جب ابو سلمہؓ نے وفات پائی تو میں نے وہ بات یاد کی جس کو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے تھے اور میں نے دعا شروع کی تو جب میں یہ کہنا چاہتی کہ خداوند! مجھے ابو سلمہؓ سے بہتر جانشین دے تو دل کہتا کہ ابو سلمہؓ سے بہتر کون مل سکتا ہے؟ لیکن میں نے دعا کو پڑھنا شروع کیا۔ تو ابو سلمہؓ کے جانشین آنحضرت ﷺ ہوئے۔ (بحوالہ مطہر عائلی زندگی صفحہ 58)

آنحضور ﷺ سے عقد:۔ آپؓ ایک بہت بلند پائے کے قدیم صحابیؓ کی بیوہ تھیں (ابو سلمہؓ بن عبداللہ حضرت سلمہؓ کے چچازاد اور آنحضرتؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ سیر الصحابیات صفحہ ۵۱) صاحب اولاد تھیں۔ جب حضرت اُم سلمہؓ کی عدت گزر گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنے لئے ان کا خیال آیا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت اُم سلمہؓ اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے ایک شارع نبی کی بیوی بننے کی اہل تھیں۔ آنحضرت ﷺ حضرت عمر فاروقؓ کے ذریعہ حضرت اُم سلمہؓ کو اپنی طرف سے شادی کا پیغام بھجوایا پہلے تو حضرت ام سلمہؓ نے یہ عذر پیش کیا کہ ''میری عمر اب بہت ہوگئی ہے اور میں اولاد کے قابل نہیں رہی'' لیکن چونکہ آنحضرتؐ کی غرض اور تھی اس لئے بالآخر وہ رضا مند ہوگئیں اور اُن کی طرف سے اُن کے لڑکے نے ماں کا ولی ہو کر آنحضرتؐ کے ساتھ اُن کی شادی کردی۔ آنحضرت ﷺ سے شادی کے وقت آپ کی عمر ۳۰ سال تھی۔

(ماخوذ مطہر عائلی زندگی۔ صفحہ 58، سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 165)

اولاد:۔ آپؓ کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہؓ مخزومی تھے ان سے چار بچے پیدا ہوئے۔ سلمہؓ، عمرؓ، درہؓ اور زینبؓ۔ یہ سب آنحضرت ﷺ کے آغوش پروردہ تھے۔ آنحضرت ﷺ سے حضرت ام سلمہؓ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(سیرت خیر الانام ص645)

اخلاق و عادات:۔ حضرت ام سلمہؓ زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ مہینہ میں تین دن روزے رکھتی تھیں۔ اپنی یتیم اولاد کی پرورش ثواب کی نیت سے کرتی تھیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند تھیں فیاض تھیں اور فقرا کو اپنے دروازے سے محروم واپس نہیں کرتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ سے ان کو محبت تھی اس کی بنا پر آپؐ کے مُوئے مبارک (بال مبارک) تبرکاً رکھ چھوڑے تھے۔ جن کی وہ لوگوں کو زیارت کراتی تھیں۔ یہ تمام واقعات بخاری اور مسند وغیرہ میں مذکور ہیں

(بحوالہ سیرت خیر الانام ص648)

حبشہ کی طرف ھجرت کرنے والی پھلی خاتون:۔ آپؓ ایک خاص پائے کی خاتون تھیں اور نہایت فہیم اور ذکی ہونے کے علاوہ اخلاص و ایمان میں بھی ایک اعلیٰ مرتبہ رکھتی تھیں اور ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے آنحضرتؐ کے حکم سے ابتداء حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ مدینہ کی ہجرت میں بھی آپؓ سب مستورات میں اول نمبر پر تھیں۔

آپؓ سے مروی احادیث:۔ حضرت ام سلمہؓ پڑھنا لکھنا بھی جانتی تھیں اور مسلمان مستورات کی تعلیم وتربیت میں انہوں نے خاصہ حصہ لیا چنانچہ کتب حدیث میں بہت سی روایات اور 378 احادیث ان سے مروی ہیں اس وجہ سے ان کا درجہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں دوسرے نمبر پر ہے اور کل صحابہؓ مردوزن میں بارہویں نمبر پر ہے۔ جب اکابر صحابہؓ انتقال کر گئے تو یہ مرجع عام بن گئیں۔ آپؓ فقہ کے مسائل بھی بیان کرتی تھیں۔ حضرت ام سلمہؓ اس بات کی کوشش کرتی تھیں کہ طالب علم ان سے پورے طور پر مستفید ہوں۔ وہ صاف اور سیدھا جواب دیتی تھیں جس میں ابہام نہیں ہوتا تھا ایک دفعہ کسی شخص کو مسئلہ بتایا وہ ان کے پاس سے اٹھ کر دوسری ازواج مطہراتؓ کے پاس گیا اور وہی سوال کیا سب نے ایک ہی جواب دیا اس نے واپس آکر حضرت ام سلمہؓ کو خبر سنائی تو بولیں ''نعم و اشفیک'' (ذرا ٹھہرو میں تمہاری تشفی کرنا چاہتی ہوں) میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں ایک حدیث سنی ہے۔

(بحوالہ سیرت خیر الانام ص647,648)

معاملہ فھم اور صائب الرائے:۔ حضرت اُم سلمہؓ معاملہ فہم اور کمال عقل رکھتی تھیں۔ اصابت رائے سے متصف تھیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے خاوند نہ تھے جو جابر اور حاکم ہوتے ہیں۔ بلکہ آپؐ کا اپنی ازواجؓ سے ایسا مشفقانہ سلوک تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پریشانی ان سے بیان کرلیا کرتے اور ان سے مشورہ بھی کیا کرتے تھے صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت اُم سلمہؓ حضورؐ کے ہمراہ تھیں۔ آپؓ نے اس موقع پر حضور اکرمؐ کو جو مشورہ دیا وہ آپؓ کی کمال فراست اور اصابت الرائے رکھنے پر دلیل ہے، اور حضور اکرمؐ نے آپؓ کے مشورے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس پر عمل کیا صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ صلح کی شرائط کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ حدیبیہ میں قربانی کریں اور چونکہ یہ شرائط صلح بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ اس لئے عام طور پر شکستہ دلی پھیلی ہوئی

تھی۔آپؐ کے تین بار حکم دینے پر بھی کوئی شخص تعمیل ارشاد پر آمادہ نہ ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے اور حضرت ام سلمہؓ سے واقعہ بیان کیا۔انہوں نے کہا یارسول اللہ! مسلمانوں نے آپؐ کا فرمان اچھی طرح نہیں سمجھا، آپؐ خود باہر نکل کر قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لئے بال منڈوائیں۔حضور اکرمؐ نے حضرت اُم سلمہؓ کا مشورہ قبول کرلیا اور کسی سے کچھ کہے بغیر خود ہی قربانی کی اور احرام اتارا۔جب صحابہؓ نے دیکھا کہ حضورؐ کا فرمان حتمی ہے۔تو سب نے دھڑا دھڑ قربانیاں کیں اور احرام کھول دیئے۔

عظیم المرتبت خاوند کی خوشی میں بھرپور اظہار: حضرت ام سلمہؓ خوب رو اور بہترین ذوق رکھتی تھیں۔ایسی بیوی تھی جو اپنے مہربان خاوند کی خوشیوں پر بھرپور خوشیوں کا اظہار کرتی تھیں۔اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔کہ حضور اکرمؐ اور حضرت ام سلمہؓ کے مقدس گھر کا ماحول کیسا تھا۔۵ھ میں جب غزوہ احزاب کے بعد حضورؐ نے بنو قریظہ کے شریر اور بدعہد یہودیوں کا محاصرہ کیا تو ابولبابہ انصاریؓ کو یہودیوں سے گفتگو کیلئے بھیجا۔ابولبابہ ایک سادہ دل صحابیؓ تھے۔دوران گفتگو ان سے ایک ایسا اشارہ ہوگیا جس سے مترشح ہوتا تھا کہ تم قتل کئے جاؤ گے بعد میں ابولبابہؓ اس کو اپنی ایک غلطی سمجھ کر اس قدر نادم ہوئے کہ مسجد کے ستون سے اپنے تئیں باندھ دیا اور توبہ استغفار میں مشغول ہوگئے۔ایک دن صبح کو حضور اکرمؐ حضرت ام سلمہؓ کے مکان میں مسکراتے ہوئے اٹھے تو آپؐ بولیں۔اللہ آپؐ کو ہمیشہ ہنسائے، اس وقت ہنسی کا کیا سبب ہے؟ حضورؐ فرمایا۔ابولبابہؓ کی توبہ قبول ہوگئی۔حضرت اُم سلمہؓ کو بیحد خوشی ہوئی اور عرض کی۔یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو یہ خوشخبری ابولبابہؓ کو سنادوں۔فرمایاہاں۔اگر چاہو۔اجازت پا کر حضرت ام سلمہؓ اپنے حجرہ کے دروازے پر کھڑی ہوگئیں اور پکار کر کہا۔ابولبابہؓ! مبارک ہو تمہاری توبہ مقبول ہوئی۔پھر کیا تھا یہ آواز کانوں میں پہنچتے ہی تمام مدینہ اکٹھا ہوگیا۔

آنحضرتؐ کو حضرت ام سلمہؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ایک مرتبہ جب انہوں نے کہا کہ ''یارسول اللہ! اس کا کیا سبب ہے کہ ہمارا قرآن میں ذکر نہیں تو آپؐ منبر پر تشریف لے گئے اور یہ آیت پڑھی، اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر 36)

یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں......(اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھے ہیں۔)

فرمان رسول ﷺ کی فوری بجا آوری: حضرت اُم سلمہؓ حضور اکرمؐ کے ہر حکم اور فرمان پر سچے دل سے عمل کرتی تھیں۔ایک دفعہ آپؓ نے ایک ہار پہن لیا۔جس میں کچھ سونا بھی شامل تھا۔آنحضرتؐ نے اعتراض فرمایا۔آپؓ نے اسے اتار ڈالا۔(یا توڑ ڈالا)

آپؓ کی موجودگی میں حضرت جبرائیلؑ کی آمد: حضرت ام سلمہؓ کی ایک بڑی منقبت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔صحیح بخاری کتاب المناقب، ب 25 میں ابوعثمان کی یہ روایت ہے کہ ''مجھے اطلاع ملی کہ جبرائیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔آپ ﷺ کے پاس حضرت ام سلمہؓ بیٹھی ہوئی تھیں وہ بیٹھ کر آپ ﷺ سے باتیں کرنے لگے پھر اٹھ کر چلے گئے اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہؓ سے پوچھا یہ کون تھے؟ بولیں دحیہ تھے۔فرماتی ہیں ''اللہ کی قسم: مجھے ان پر دحیہ ہی کا گمان ہوا۔یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سنا جس میں آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کے آنے کی خبر دی'' روایت کے اخیر میں راوی اول کا نام ابوعثمان نے بتادیا ہے۔یعنی حضرت اسامہ بن زیدؓ۔دنیائے مادی میں فرشتہ کو مادی آنکھوں سے دیکھنا حضرت ام سلمہؓ کی عظیم الشان منقبت ہے، جس سے ان کے بلند روحانی مدارج کا پتہ چلتا ہے(بحوالہ سیرت خیرالانام ﷺ صفحہ نمبر 648)

آنحضور ﷺ سے محبت و عقیدت: حضرت ام سلمہؓ حضور اکرمؐ سے بے حد محبت و عقیدت رکھتی تھیں، آنحضرتؐ کی عادت تھی کہ آپؐ اپنی بیویوں کے گھروں میں خیریت دریافت کرنے کے لئے روزانہ عصر کی نماز کے بعد جایا کرتے تھے۔اس میں سب سے پہلے آپؐ حضرت اُمّ سلمہؓ کے پاس تشریف لے جاتے اور سب سے آخر میں حضرت عائشہؓ کے گھر میں جاتے تھے۔ایک دن حضرت ام سلمہؓ بال گندھوا رہی تھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ابھی زبان مبارک سے اَیُّھَا النَّاسُ ہی نکلا تھا کہ مشاطہ کو حکم دیا کہ بال باندھ دو۔اس نے کہا اتنی بھی کیا جلدی ہے ابھی تو حضورؐ نے اَیُّھَا النَّاسُ ہی فرمایا ہے۔حضرت ام سلمہؓ اٹھ کھڑی ہوئیں۔اپنے بال خود باندھے اور برہمی سے بولیں کیا ہم آدمیوں میں شامل نہیں ہیں؟ اس کے بعد بڑے انہماک سے پورا خطبہ سنا۔

جب آنحضرتؐ کی علالت نے طول کھینچا اور آپؐ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں منتقل ہوگئے تو حضرت اُم سلمہؓ آپ کو دیکھنے کیلئے آیا کرتی تھیں۔ایک دن طبیعت زیادہ مضمحل تھی تو ضبط نہ کرسکیں بے ساختہ چیخ نکل گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ''یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں''۔

شرف رفاقت: ''غزوات میں شرکت نے آپؓ کو خندق، حدیبیہ، خیبر، وادی القریٰ، فدک، فتح مکہ، حنین، اوطاس اور طائف کے غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سفر معیت حاصل آئی۔''

(سیرۃ خاتم النبیین از ہادی علی چوہدری صفحہ 166)

وفات: حضرت ام سلمہؓ نے بہت لمبی عمر پائی اور یزید بن معاویہ کے زمانہ میں ۸۴ سال کی عمر میں فوت ہوئیں اور وہ اُمہات المومنینؓ میں سب سے آخری فوت ہونے والی تھیں۔حضرت اُم سلمہؓ آنحضرتؐ کی ازواج میں سب سے بڑی تھیں

(مضمون ماخوذ از مطہر عائلی زندگی صفحہ 58 تا 63)

خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک بخت اور بے مثال زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا پر خدا تعالیٰ ان گنت رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا چلا جائے۔آمین۔

جماعت احمدیہ کی مخالفت میں جو شدت ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ یہ الٰہی جماعت ہے قرآن کریم نے ہمیں بتادیا ہے کہ الٰہی جماعتوں کے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن آخری نتیجہ الٰہی جماعتوں کے حق میں ہی نکلتا ہے۔

ہمیں دیناوی حکمتوں اور دنیاوی وجاھتوں سے کوئی غرض نہیں ھے غرض ھے تو صرف اس بات سے که بندے اور خدا کا تعلق پیدا ھوجائے۔اور دوسرا یه که خدا کے بندے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والے بن جائیں ۔ اس کے لئے ھم کوشش کرتے ھیں اور کرتے چلے جائیں گے انشاء اللّٰه تعالیٰ۔

مغلوب ھونا تو مخالفین احمدیت کا مقدر ھے اور نصرت الٰہی حضرت مسیح موعود علیه الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے ساتھ ھے ، ھمیشه ھے اور ھمیشه رھے گی۔ لیکن اس نصرت کے آنے کیلئے بھی اللّٰه تعالیٰ نے شرط رکھی ھے ۔ آج ھر احمدی کا یه کام ھے که اس شرط کو پورا کرنے کی فکر میں رھے اور وہ شرط ھے تقویٰ۔ اللّٰه تعالیٰ دین کی تائید ونصرت کرتا ھے مگر وہ نصرت تقویٰ کے بعد آتی ھے ۔

دنیا کے مختلف مما لک میں اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے نہایت ایمان افروز واقعات کا تذکرہ۔

119 ویں جلسہ سالانہ قادیان کے آخری روز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب 28 دسمبر 2010 بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

جلسہ سالانہ قادیان کے آخری روز سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا لندن سے براہ راست نہایت پُرشوکت اختتامی خطاب۔

تشہد،تعوذ،تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ ابراہیم کی حسب ذیل آیات تلاوت فرمائی:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَۙ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍۙ ۝

حضور انور نے فرمایا کہ ان آیات کا یہ ترجمہ ہے کہ ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم ضرور تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تم لازماً ہماری ملت میں واپس آجاؤ گے تب اُن کے رب نے اُن کی طرف وحی کی کہ یقیناً ہم ظالموں کو ہلاک کردیں گے اور ہم تمہیں ان کے بعد ملک میں بسادیں گے۔ یہ اُس کے لئے ہے جو میرے مقام سے خوف کھاتا ہے اور میری تنبیہ سے ڈرتا ہے۔ اور انہوں نے اللہ سے فتح مانگی اور ہر جابر دشمن ہلاک ہوگیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ انبیاء کے مخالفین کا ہمیشہ یہی اصول رہا ہے کہ نبی کے دعوے کے بعد جب وہ دیکھتے ہیں کہ لوگ اُس نبی اور پیغمبر کی بات سننے کی طرف مائل ہورہے ہیں تو دنیاوی سرداروں کو بھی فکر پڑ جاتی ہے کہ ہماری سرداری خطرے میں پڑنے والی ہے۔اور نام نہاد دینی رہنماؤں کو بھی فکر ہوتی ہے کہ ہمارے منبر ومحراب کو خطرہ پیدا ہونے والا ہے۔تب دونوں ایک ہوکر اس حالت میں نبی اور اس کی جماعت کی مخالفت میں اپنی تمام تر طاقتیں صرف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔حالانکہ دونوں کے خطرے جو ہیں خود پیدا کردہ ہیں خودساختہ ہیں۔ نبی تو اُن کی اور قوم کی نجات کے لئے آتے ہیں۔ اُن کا تعلق خدا تعالیٰ سے پیدا کرنے کیلئے آتے ہیں۔تا کہ صرف دنیاوی خطرات ہی دور نہ کئے جائیں بلکہ اخروی نجات کے بھی سامان پیدا ہوں۔لیکن جن کی نظر صرف دنیاداری کی ہو وہ یہ پیغام نہیں سمجھ سکتے جو انبیاء اور رسولوں کا ہوتا ہے۔اور رسولوں کی مخالفت میں اس حد تک بڑھ جاتے ہیں کہ اُن پر اور اُن کے ماننے والوں پر ہر قسم کے نیچ اور ظالمانہ اور بہیمانہ حملے کرتے ہیں۔ ہر قسم کی کاروائی کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ان آیات میں جو میں نے تلاوت کی ہیں انبیاء اور اُن کی جماعتوں کے مخالفین کا ذکر کیا گیا ہے۔قرآن کریم جو خدا تعالیٰ کی تعلیم کی جامع کتاب ہے جو شریعت کی کامل اور مکمل کتاب ہے اور تاریخِ انبیاء سے بھی آگاہ کرنے والی ہے، مخالفین انبیاء کی تمام تر گھٹیا اور ظالمانہ حرکتوں کو بھی بتانے والی ہے اور آئندہ کی پیشگوئی کو بھی سمیٹے ہوئے ہے۔اس میں مختلف رنگ میں واقعات بیان کر کے خدا تعالیٰ اس کے پڑھنے والوں کو یہ بتاتا ہے کہ یہ واقعات نہ صرف آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی دہرائے گئے اور ہر رسول کی مخالفت کی طرح آنحضرتؐ کی مخالفت بھی ہونی تھی اور ہوئی کہ یہی دنیا والوں کا ہمیشہ دستور رہا ہے بلکہ ہمیں بتاتا ہے کہ جب وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعه: 4) کی قرآنی پیشگوئی پوری ہونی تھی اور آنحضرتؐ کے غلام صادق نے مسیح ومہدی کا دعویٰ کرنا تھا اور اس لحاظ سے نبی ہونے کا اعزاز پانا تھا۔ایسا اعزاز جو آنحضرتؐ کی غلامی میں اور آپؐ کے عشق میں فنا ہوکر ایک شرعی نبی کی صورت میں مسیح موعود کو ملنا تھا، تو تب بھی یہ مخالفت ہونی تھی اور یہی باتیں سننے کو ملنی تھی جو تمام انبیاء کو سننے کو اور دیکھنے کو ملیں۔پس قرآن کریم میں صرف ایک تاریخ بیان کر کے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو ہی تسلی نہیں دلائی بلکہ امت مسلمہ کو بھی یہ بتایا کہ جب وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعه: 4) کی پیشگوئی پوری ہو تو آنحضرتؐ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے برف کے سِلوں پر گھٹنے کے بل چلتے ہوئے بھی جانا پڑے تو جانا اور آنحضرتؐ کے غلام صادق اور عاشق

صادق جو زمانے کا امام مسیح و مہدی ہوگا اُس کو اُس کے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام بصد ادب پہنچانا اور مخالفین سے ہوشیار رہنا کہ مخالفین کے ساتھ مل کر مسیح مہدی کی مخالفت کر کے کہیں تم بھی رسول مقبولؐ کی ناراضگی نہ مول لے لینا۔
لیکن اس وقت بدقسمتی سے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ قرآن کریم اور آنحضرتؐ کی پیشگوئی اور ارشاد کو پس پشت ڈال کر اس کسرِ صلیب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ مسیح و مہدی کی مخالفت میں کمر بستہ ہے اور صرف معمولی مخالفت کی حد تک نہیں، صرف انکار کی ہی حد تک نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے خدا تعالیٰ اور نبی کے مخالفین کے ردّعمل کا جو بیان قرآن کریم میں فرمایا ہے، اس پر عمل پیرا ہیں۔ اور یہی اعلان ہے کہ اے احمدیو! تم مسیح موعود اور مہدی موعود کا انکار کر کے ہمارے اندر دوبارہ آجاؤ ہم میں شامل ہو جاؤ اور جس سچ کو تم تمام تر نشانیوں کو دیکھتے ہوئے سچ کہہ رہے ہو اور جس سچ کے ساتھ تم زمینی اور آسمانی تائیدات کے ہر لحہ اظہار دیکھ رہے ہو، جس سچ کے ساتھ تم خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کے ہر روز نئے نئے اظہار ملاحظہ کر رہے ہو، اس سچ کو جھوٹ کہو کہ یہ سچ ہماری کرسیوں کیلئے خطرہ ہے، کہ یہ سچ ہمارے منبر و محراب کو اس شدت سے ہلا رہا ہے کہ ہمارے جھوٹ کا پول کھلنے کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ مولوی یہ اعلان کرتے ہیں کہ یہ دو ہی صورتیں ہیں کہ تم ہمارے جھوٹ کو سچ کہو اور خدا تعالیٰ کے سچ کو جھوٹ۔ یا پھر ہمارے ملک سے نکل جاؤ۔ ہمارے علاقے سے نکل جاؤ تمہارے لئے ہمارے علاقے میں ہمارے ملک میں ہماری دنیاوی حکومت میں کوئی جگہ نہیں۔ اور یہ اعلان اور یہ رویہ اُن تمام نام نہاد مولویوں اور بعض علاقوں میں سیاسی مفادات کی خاطر ظلم کی پشت پناہی کرنے والے سیاستدانوں کا بھی ہے، جس میں بھارت بھی شامل ہے۔ حضور نے اس ضمن میں مہاراشٹر کے ایک گاؤں کی مثال دی جہاں ہمارے دو معلمین کو مارا پیٹا گیا گاؤں سے نکلنے کے لئے کہا گیا اسی طرح آسام میں، کرناٹک میں، یوپی میں، دیرادون میں بھی جب مخالفین کو موقع ملتا ہے اس مخالفت میں شدت لاتے ہیں اور سیاستدان شاید اس لئے مولوی سے خوفزدہ ہیں کہ لوگوں سے ووٹ لینے ہیں۔ حالانکہ یہ اُن کی بڑی غلط فہمی ہے کہ مولویوں کے پاس سوائے کچھ اوباش اور فساد پیدا کرنے والے لوگوں کے ووٹ کی طاقت نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو مولوی تو اتنا خود غرض ہے کہ خود ان لیڈروں کے مقابل پر آ جاتا۔ حضور نے بتایا کہ گزشتہ دنوں کرناٹک کے ایک گاؤں سے ہمارے ایک معلم کو اغواء کر لیا گیا اور ابھی تک پتہ نہیں چلا۔ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ جلد ان کی بازیابی کے سامان پیدا فرمائے۔

حضور انور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت میں جو شدت ہے اسی وجہ سے ہے کہ یہ الٰہی جماعت ہے اور اس میں گزشتہ چند سالوں میں جو شدت آئی ہے۔ پاکستان میں بھی ہندوستان کے بعض علاقوں میں جہاں مسلمان اکثریت ہے اور بعض دوسرے ممالک میں بھی، یہ یقیناً اس بات کا ثبوت ہے کہ جماعت احمدیہ کی ترقی اور منظم ہونا اب خاص طور پر مسلمان حکومتوں اور نام نہاد مولویوں کو کھٹک رہا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ یہ دنیا دار ہیں صرف دنیا کی آنکھ سے دیکھتے ہیں، حالانکہ جماعت احمدیہ ایک خالصتاً دینی جماعت ہے اُس کو کبھی بھی حکومتوں سے دلچسپی نہیں رہی، ہاں دلچسپی ہے تو صرف ایک بات سے کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے خدا کے حضور جھک جائے اور اُس کا حق ادا کرنے والی بن جائے۔ اور اس طرح بندہ بندے کے حقوق ادا کرنے والا بن جائے، امن اور محبت اور پیار کی فضاء پیدا ہو جائے، تا کہ دنیا میں ہر طرف ہمیں بھائی چارے کے نظارے نظر آئیں۔ اور یہی بات ایک فتنہ پرداز اور ذاتی مفاد حاصل کرنے والے کو کھٹکتی ہے کہ اگر دنیا اتنی پُر امن ہو جائے تو ہماری گروہ بندی ہماری طاقت کا اظہار ہماری ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کس طرح کامیاب ہوں گی؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی اعلان فرمایا کہ مجھے دنیاوی حکومتوں سے کوئی غرض نہیں۔ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

پس ہم تو اس مسیح و مہدیؑ سے تعلق رکھنے والے اور اس سے منسوب ہونے والے اور اُس سے تربیت حاصل کرنے والے ہیں۔ ہمیں دنیاوی حکومتوں اور دنیاوی وجاہتوں سے کوئی غرض نہیں ہے، غرض تو صرف اس بات سے کہ بندے اور خدا تعالیٰ کا تعلق پیدا ہو جائے۔ اور دوسرا یہ کہ خدا کے بندے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والے بن جائیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو حسین تعلیم لائے تھے اُس پر عمل کرنے والے بن جائیں اور اس کے لئے ہم کوشش کرتے ہیں اور کوشش کرتے چلے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ ہمارے عہد بیعت میں شامل ہے اس راستے میں ابتلاء اور مصائب پہلے لوگوں نے بھی برداشت کئے تھے اور ہمیں بھی برداشت کرنے پڑیں گے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں بتا دیا ہے کہ الٰہی جماعتوں کے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن نتیجہ الٰہی جماعتوں کے حق میں ہی نکلتا ہے، اور یہی وعدہ اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں سے پھرا نہیں کرتا۔ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب دشمن تمہیں ملک سے نکالے یا اپنے میں واپس آنے کی دھمکی دیتا ہے تو اس سے خوفزدہ نہ ہو۔ فرمایا لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔ پس چاہے وہ پاکستان کے ظالم ہیں یا بھارت کے ظالم ہیں یا انڈونیشیا کے ظالم ہیں یا کسی بھی اور ملک کے ظالم ہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے۔ لیکن ہمیں افسوس اس بات پر ہے کہ یہ ظلم فی زمانہ سب سے زیادہ مسلمان خدا اور رسول کے نام پر کر رہے ہیں اور اسلام کے نام کو بدنام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جہاں تک احمدیوں کا سوال ہے، دنیا میں ہر جگہ ہر وہ احمدی جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہے، چاہے وہ پیدائشی احمدی ہے یا نو مبائعین میں سے ہے، دشمن کی ہر قسم کی زیادتیوں اور ظلموں کو خدا تعالیٰ کی خاطر برداشت کرنے کو عین سعادت سمجھتا ہے۔ اس یقین پر قائم ہے کہ جب خدا تعالیٰ تمام تر طاقتوں کا مالک ہے، قادر و توانا ہے، تمام دنیا اُس کی ملکیت ہے تو یہ عارضی حکومت والے اور عارضی طور پر کسی جگہ قابض ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟

حضور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے جس طرح پہلے انبیاء کو تسلی دلائی تھی اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تسلی دلائی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خداوند کریم نے، بارہا مجھے سمجھا دیا ہے۔ "سمجھایا ہے کہ ہنسی ہوگی ٹھٹھا ہوگا اور لعنتیں کریں گے اور بہت ستائیں گے لیکن آخر نصرتِ الٰہی تیرے شامل حال ہوگی اور خدا دشمنوں کو مغلوب اور شرمندہ کرے گا"۔ پس مغلوب ہونا تو مخالفین احمدیت کا مقدر ہے اور نصرتِ الٰہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے ساتھ ہمیشہ ہے اور ہمیشہ ساتھ رہے گی۔ لیکن اس نصرت کے آنے کیلئے بھی خدا تعالیٰ نے شرط رکھی ہے اگر ہم اس شرط پر عمل کریں گے جو خدا تعالیٰ نے رکھی

ہے تو نصرت کے نظارے ہر آن دیکھتے رہیں گے۔ پس آج ہر احمدی کا یہ کام ہے کہ اس شرط کو پورا کرنے کی فکر میں رہے اور وہ شرط ہے تقویٰ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دین کی تائید و نصرت کرتا ہے مگر نصرت تقویٰ کے بعد آتی ہے۔ آنحضرتؐ کے نشانات اور معجزات اس لئے عظیم الشان اور قوت اور زندگی کے نشانات ہیں کہ آپ سید المتقین تھے۔ آپؐ کی عظمت اور جلال کا خیال کر کے بھی انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اب پھر اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ آپؐ کا جلال دوبارہ ظاہر ہو اور آپؐ کے اسم اعظم کی تجلی دنیا میں پھیلے اور اس لئے اُس نے اس سلسلے کو قائم کیا ہے۔ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے قائم کیا ہے اور اس کی غرض اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرتؐ کا جلال ظاہر کرنا ہے۔ اس لئے کوئی مخالفت اس کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔ پس جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم کردہ سلسلے کا تعلق ہے کوئی مخالف اور کوئی کسی قسم کی مخالفت اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی، لیکن سلسلے میں شامل افراد کو خدا تعالیٰ نے اس کامیابی میں حصہ دار بنانے کے لئے یہ شرط رکھی ہے کہ تقویٰ پیدا کرو۔ اپنے اندر خوف خدا پیدا کرو، اپنی وہ حالت بناؤ جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ فرمایا تو ساتھ ہی فرمایا کہ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ یہ وعدہ اس کے لئے ہے جو میرے مقام سے خوف کھاتا ہے اور میری وعید اور تنبیہہ سے ڈرتا ہے۔ پس اس وعدے کے حقدار وہی ہیں جن کے دل تقویٰ سے پُر ہیں جو خدا تعالیٰ کے مقام کا خوف رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی تنبیہہ سے ڈرتے ہیں، پس الٰہی وعدوں کے پورا ہونے کا امیدوار بننے کے لئے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ صرف اس بات پر خوش ہو جانا، جس طرح آج کل نام نہاد مولوی کے پیچھے چلنے والے مسلمان سمجھتے ہیں کہ ہم امّت میں سے ہیں اس لئے ہمیں لائسنس مل گیا کہ ہم جیسے بھی عمل کرتے رہیں جو کچھ بھی کرتے رہیں، جو ظلم و تعدی کی انتہا کرتے رہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ انعامات سے نوازتا رہے گا اور ہم دنیا پر غالب آجائیں گے۔ اسلام کا غلبہ تو اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ منسلک ہو کر ہی مقدر ہے، اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ اس لئے یہ ان کی بھول ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ کیا یہ تقویٰ ہے جو اسلام کے نام پر کر رہے ہیں کلمہ گوؤں کی قتل و غارت کا بازار گرم کیا ہوا ہے؟ کیا یہ تقویٰ ہے کہ بلا تخصیص بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور بیماروں اور معصوموں کو بموں سے اُڑایا جا رہا ہے؟ کیا یہ تقویٰ ہے کہ خودکش بموں سے اپنے آپ کو اُڑانے کیلئے بچوں کو تیار کیا جا رہا ہے؟ یہ سب ظالمانہ فعل ہیں جن کا تقویٰ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ پس آج اگر کوئی تقویٰ کی صحیح تعلیم پا سکتا ہے تو مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کا غلام، جس کو زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے مامور فرمایا ہے۔ پس ہر احمدی اس مقام کو سمجھے کہ ہماری فتح تقویٰ سے مشروط ہے اور یہی ایک فرق کرنے والی اور ممتاز کرنے والی لکیر ہے جو احمدی مسلمان اور دوسرے کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہے۔

حضور نے فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ اس زمانے کے مولوی کے تقویٰ کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس وقت تقویٰ بالکل اُٹھ گیا ہے۔ اگر مُلّانوں کے پاس جائیں تو وہ اپنی ذاتی اور نفسانی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ مسجدوں کو دکانوں کے قائم مقام سمجھتے ہیں۔ اگر چار روز روٹیاں بند ہو جائیں تو کچھ تعجب نہیں کہ نماز پڑھنا پڑھانا ہی چھوڑ دیں۔ اس دین کے دو ہی بڑے حصے تھے ایک تقویٰ اور دوسرے تائیدات سماویہ۔ مگر اب دیکھا جاتا ہے کہ یہ باتیں نہیں رہیں۔ عام طور پر تقویٰ نہیں رہا اور تائیدات سماویہ کا یہ حال ہے کہ خود تسلیم کر بیٹھے ہیں کہ مدّت ہوئی اِن میں نہ کوئی نشانات ہیں نہ معجزات اور نہ تائیدات سماویہ کا کوئی سلسلہ ہے، جلسہ مذاہب میں مولوی محمد حسین نے صاف طور پر اقرار کیا تھا کہ اب معجزات اور نشانات دکھانے والا کوئی نہیں، اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ تقویٰ نہیں رہا۔ کیونکہ نشانات تو متقی کو ملتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مولوی کا نقشہ کھینچا ہے آج بھی یہی نقشہ ہے، آج بھی یہی حال ہے فرق صرف یہ پڑا ہے کہ بعض مسلمان حکومتوں نے اپنی تیل کی دولت ان پر خرچ کر کے ان کی قیمت روٹیوں سے بڑھا کر بنگلوں اور جائیدادوں تک کر دی ہے۔ اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ نے بعض مخالف مولویوں کے اعتراف کا ذکر فرمایا کہ وہ پیسے کی لالچ میں جماعت کی مخالفت کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ جو انسان کو اپنا رازق سمجھے گا اُس میں تقویٰ کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور نشاناتِ سماویہ اور تائیدات الٰہیہ ایسے شخص کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں اللہ تعالیٰ آج بھی تائیدات دکھاتا ہے اور جو سمجھنے والے ہیں وہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے ہی سمجھ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس کے ساتھ ہے؟ افریقہ کے لوگ جو عموماً پاک فطرت رکھتے ہیں، اِن میں سے اس کثرت سے احمدیت اور حقیقی اسلام پھیل رہا ہے جو ان کے سعید فطرت ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں نشانات بھی دکھاتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مثال کے طور پر نائیجر کا نہایت ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا کہ کس طرح ایک جگہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے طور پر جب بارش کا نشان مانگا تو کیا اللہ تعالیٰ نے اسی روز یہ نشان دکھا دیا۔ اسی طرح بینن میں ظاہر ہونے والے ایک واقعہ کا ذکر بھی فرمایا جہاں ایک امام مسجد کے احمدی ہونے پر گاؤں والوں نے اسے فارغ کر دیا اور اس کے شاگرد کو مسجد کی امامت دے دی۔ اس شاگرد نے سخت مخالفت شروع کر دی۔ لوگوں نے اکٹھے ہو کر دونوں سے نشان کا مطالبہ کیا۔ ہمارے نو احمدی امام نے کہا کہ میرا یقین ہی نہیں بلکہ ایمان ہے کہ احمدیت حقیقی اسلام ہے اور میرا خدا ضرور کوئی نشان دکھائے گا۔ چنانچہ اس واقعہ کے اگلے دو تین روز میں شدید بارش ہوئی اور ساتھ ہی بجلی گری اور اس بجلی گرنے سے اس مخالف احمدیت مولوی کے تین چار جانور مر گئے جبکہ باقی سارا گاؤں محفوظ رہا۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ ہیں سماوی نشانات جو اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے۔ اللہ کے فضل سے رپورٹس میں روزانہ ہی کوئی نہ کوئی خوشخبری اور خوش کن باتیں مل رہی ہوتی ہیں۔ اور یہ الٰہی تائیدات کے واقعات دیکھ کر نومبائعین کے ایمان اور بھی مضبوط ہوتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ صرف افریقہ کی بات نہیں ہے، تائیدات کے نشانات انڈیا میں بھی نظر آتے ہیں۔ اور جگہوں پر بھی نظر آ رہے ہیں، انڈیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے باقی ممالک کی طرح نومبائعین بھی ایمان اور ایقان میں بڑھ رہے ہیں۔ یہ دلوں کی تبدیلی الٰہی تائیدات نہیں تو اور کیا ہے؟ کوئی زبردستی دلوں کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ مخالفین کی مخالفتوں اور اُس کیلئے تمام زور صرف کرنے کے باوجود ان احمدیوں کے ایمان مضبوط ہو رہے ہیں اور مسیح موعودؑ کی بیعت پر پورے

یقین سے قائم ہیں۔ بلکہ بعض جگہ لالچ بھی دیا جاتا ہے۔ افریقن ممالک جن میں عموماً غربت بہت زیادہ ہے اور غریب کا لالچ میں آجانا بھی آسان ہے۔ لیکن غریب ہی ہے جو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایمان لانے والوں میں سبقت لے جاتے ہیں اور جنت میں جانے والوں میں بھی سب سے پہلے جانے والے ہیں۔ حضور نے اس ایمان کی مضبوطی کے بھی چند واقعات سنائے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ بینن کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ بینن کے ریجن داسا میں مخالف مولوی لوگوں کو احمدیت سے دور رکھنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اور جو لوگ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو قبول کر لیتے ہیں مولوی اُن کے گاؤں میں جا کر انہیں مسجد بنا کر دینے کا وعدہ کرتے ہیں اور جماعت احمدیہ سے اپنے تعلقات ختم کرنے پر زور دیتے ہیں۔ بالخصوص جب دیہاتوں میں احمدیت کا نفوذ پہلی بار ہوا ہے انہیں ورغلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ داسا شہر سے بیس کلو میٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں گانگوا میں جب مولویوں کا وفد پہنچا اور انہوں نے نو مبائعین کو ورغلانے اور احمدیت چھوڑنے کا کہا اور ساتھ انہیں مسجد بنا کر دینے کا وعدہ بھی کیا انہیں سعودی عرب، کویت اور دوسرے ملک جو ہیں مساجد بنانے کیلئے رقوم بھی فراہم کرتے ہیں، نو مبائعین نے انہیں روک دیا اور کہا ہم گزشتہ کئی سالوں سے مسلمان ہیں آپ لوگ تو کبھی بھی ہمیں نماز روزہ سکھانے نہیں آئے اور اب احمدیوں نے ہمیں قرآن اور نماز سکھانا شروع کی ہے تو تم لوگ مسجد بنانے اور احمدیت کو چھوڑنے کا سبق دینے آگئے ہو۔ اگر ہمارے گاؤں میں مسجد بنے گی تو جماعت احمدیہ کی ہی بنے گی ورنہ نہیں بنے گی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس گاؤں میں جماعت کی مسجد تعمیر ہو گئی ہے۔

حضور نے فرمایا یہ ہے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ کہ شاید ان غریبوں کو دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے ملتی ہو لیکن ایمان کے مقابلے میں سب کچھ ہیچ ہے کاش کہ یہی بات ہمارے برصغیر کے مسلمانوں کو بھی نظر آجائے۔ اور وہ مولوی کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے حق کی پہچان کرنے والے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر اپنی اور اپنی نسلوں کی بقاء کے سامان پیدا کرنے والے بن جائیں۔ حضور نے بتایا کہ پھر کانگو کنشا سا سے طاہر منیر صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت بیپٹا کے قریبی گاؤں میں مخالفین نے ایک مسجد تعمیر کی تھی بیپٹا میں جماعت کی مسجد نہ ہونے کے باعث مخالفین نے احمدیوں کو بہکانے کی کوشش کی کہ تم بغیر مسجد کے نمازیں ادا کرتے ہو، ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ تم ہماری مسجد میں آکر جمعہ ادا کر لیا کرو اور ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ لیکن احمدی احباب اپنے ایمان پر قائم رہے اور ان کی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ اور ارادہ کیا کہ ہم خود اپنی مسجد بنائیں گے چنانچہ نومبر میں اسی سال احباب نے اپنی مدد آپ کے تحت ایک مسجد تعمیر کر لی اور 3 نومبر کو اس کا افتتاح بھی ہوا ہے۔ انہوں نے مجھے کہا تھا نام رکھ دینا چنانچہ، مسجد محمود نام رکھا ہے تو اس مسجد میں جہاں یہاں کے احمدی احباب کے ایمان مضبوط ہوئے ہیں اس کے ساتھ ہی غیر از جماعت مخالفین کے منہ شرم سے بند ہو گئے ہیں کہ احمدیت سے ہٹانے کی ان کی کوئی بھی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ افتتاح کے بعد گاؤں کے چیف نے دیگر معززین کے ساتھ وہاں آئے اور امیر صاحب کو کہا کہ آپ کی مسجد میں MTA لگ گیا ہے جو اس گاؤں کیلئے عزت کا موجب ہے اور سب بہت خوش ہیں۔

حضور نے فرمایا پس یہ مضبوط ایمان ہے جو جماعت احمدیہ میں اس رو سے ہمیں نظر آتا ہے کہ دنیا کے دور دراز کونوں میں جہاں جانے کیلئے سواری کا بھی کئی کئی دن انتظار کرنا پڑتا ہے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے سے اسلام کی حقیقی تعلیم پانے والے اپنے ایمان اور یقین میں روز بروز اضافہ کر رہے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ یہاں میں اپنے احمدی انجینئرز کیلئے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں جنہوں نے ان جگہوں پر بڑی محنت اور قربانی سے جا کر سولر انرجی کے پینل لگائے ہیں اور بجلی کی وائرنگ وغیرہ کی ہے اور ایم ٹی اے کی سہولت مہیا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بھی جزا دے اور اس وقت وہ بھی اس بستی کے لوگ بھی غریب لوگ بھی یہ جلسہ اس وقت دیکھ رہے ہونگے اور قادیان کی بستی کے نظارے کر رہے ہونگے۔ یہ ہے خدا تعالیٰ کے اعلان اِنّی مَعَکَ کا اظہار کہ آج بھی ہمیں ہر طرف نظر آرہا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ میں نے گزشتہ خطبہ میں کہا تھا کہ ہمیں تو ہر طرف احمدیت کی ترقی کے نظارے نظر آرہے ہیں۔ بے شک مخالفین اپنی جگہ، لیکن ان مخالفتوں نے جماعت کی ترقی کے راستے نہیں روکے۔ ملاں جہاں بھی ہے، جس ملک میں بھی ہے اپنا زور لگا رہا ہے کہ احمدیت کو ختم کرے، جانی اور مالی نقصان پہنچا کر احمدیوں کو اُن کے دین سے برگشتہ کرنے کی اس کوشش میں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر مخالفین کے ہر حربے کو اُن پر الٹا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام ،اسلام کا حقیقی پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچ کر نئی زمین اور نئے آسمان بنا رہا ہے۔ دنیا میں جہاں بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم پھیل رہی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے ان غلاموں کے ذریعے سے پھیل رہی ہے اور جن جگہوں پر یہ تعلیم احمدی پہنچا رہے ہیں ہمارے مبلغین اور دوسرے کام کر رہے ہیں وہاں کے شرفاء مسلمان بھی غیر مسلم بھی اس بات کا اظہار بھی کئے بغیر نہیں رہتے کہ حقیقی اسلام یہی ہے۔ افریقہ میں تو پڑھے لکھے مسلمانوں نے برملا اس بات کا اظہار کیا ہے کہ مولویوں نے ہمارے ذہنوں میں اس قدر احمدیت کی نفرت بھر دی تھی کہ ہم احمدیت کا نام سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔ لیکن اب کسی طرح اتفاق سے احمدیت کا پیغام ہمارے کانوں میں پڑا ہے تو حقیقت حال کا علم ہوا ہے۔ اور ہم اگر چہ ابھی شامل تو نہیں ہیں لیکن پھر بھی بھر پور تعاون کرتے ہیں اور مخالفت ترک کرنے کی یقین دہانی کرواتے ہیں حضور نے فرمایا کہ مخالفتیں تبلیغ کے راستے بھی کھولتی ہیں۔ بینن میں ہی ایک جگہ دو تین غیر از جماعت جو پڑھے لکھے اور امیر لوگ تھے ہماری مسجد میں دو تین جمعے پڑھنے کے لئے آتے رہے۔ چند دنوں کے بعد انہوں نے بتایا کہ ہم مولوی کی بات کی تصدیق کرنے آئے تھے کیونکہ وہ کہتا تھا کہ یہ لوگ غیر مسلم ہیں اور آنحضرتؐ کو نعوذ باللہ گالیاں دیتے ہیں۔ اور جو خطبہ ہم نے سنا ہے جو عموماً وہاں خطبہ سناتے ہیں وہ میرے خطبوں کا خلاصہ ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ خطبہ سن کے تو ہمیں سوائے عشقِ رسولؐ اور عشقِ خدا کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اور برملا اظہار کیا کہ ہم حیران ہوئے ہیں یہ دیکھ کر کہ آنحضرتؐ کی محبت میں اس قدر بڑھے ہوئے لوگ ہیں جس کے متعلق ہمارے مولوی یہ کہتے ہیں۔ انہوں نے پھر یہ بھی کہا کہ ہم گو کہ آپ کی جماعت میں شامل نہیں ہو رہے لیکن آپ کی سچائی دیکھ کر ہمارے دل میں یہ جوش پیدا ہوا ہے کہ ہم آپ کی تبلیغ میں حصہ لیں اور اس کیلئے ان میں سے ایک نے کہا میں آپ کو ریڈیو پر وقت خرید کر دوں گا تا کہ آپ احمدیت اور حقیقی اسلام کی تبلیغ کر سکیں۔ تو یہ ہیں انقلابات جو پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے زمین عطا کرنے کے نظارے۔ پس ہمیشہ اللہ تعالیٰ اپنے فرستادوں اور رسولوں کے حق میں ایسے تائید کے نظارے دکھاتا ہے اور دکھاتا رہا ہے۔ اگر یہ جماعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتی تو کب کی مٹ چکی

ہوتی۔اور ایسے تائید کے نظارے ہیں کہ بعض دفعہ وہ جو احمدی ہیں وہ خود حیران ہوجاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس کس طرح نظارے دکھا رہا ہے۔مخالفین کے منصوبے ان پر الٹائے جاتے ہیں ۔ اور ہم نے احمدیت کی تاریخ میں یہی دیکھا ہے کہ مخالفین احمدیت اپنے جن خداؤں پر انحصار کرتے ہوئے اپنے زعم میں احمدیت کوختم کرنے کیلئے اٹھے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اُن کے خداؤں کونیست ونابود کردیا۔ مذاہب کی یہی تاریخ ہے جس کو دیکھ کر عقل والے جو ہیں وہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔حیرت ہوتی ہیں ان نام نہاد علماء پر پڑھے لکھے مسلمانوں پر جوقرآن کریم پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی انذاری پیشگوئیوں کو پڑھتے ہیں مومن اور غیر مومن کے پرکھنے کے معیار کو پڑھتے ہیں، انبیاء کے مخالفین کے ساتھ خدا تعالیٰ کے سلوک کو پڑھتے ہیں پھر بھی مخالفت سے باز نہیں آتے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُوْلِي الْاَلْبَابِ (یوسف112)

کہ یقیناً ان تاریخی واقعات کے بیان میں عقل والوں کے لئے بڑی عبرت ہے ۔لیکن عبرت تو عقل والوں کیلئے ہے ان کی عقلیں ہی ماری گئی ہیں ۔ مولویوں نے ان کے دماغوں پر برف جمادی ہے خودان کے اپنے برف جمی ہوئی ہے جوایک سوبیس سال سے جماعت کی دنیا میں ترقی کو دیکھ کر جس میں غریبوں کی عاجزانہ کوششیں اور قربانیاں شامل ہیں اور دعائیں شامل ہیں۔ جبکہ اس کے مقابل پر تیل کی دولت کا بے دریغ خرچ ہو رہا ہے پھر بھی ان کو عقل نہیں آتی کہ تیل کی دولت پیچھے ہٹ رہی ہے اور جوقربانیاں اور کوششیں اپنا قدم آگے بڑھاتی چلی جا رہی ہیں۔ترقی پر ترقی کی منازل طے ہو رہی ہیں۔غریب جو ہے اللہ تعالیٰ کی تائیدات کے ساتھ آگے قدم بڑھاتا چلا جا رہا ہے۔کیا اب یہ لوگ خدا سے لڑیں گے؟ حضور انور نے بڑے جلال سے فرمایا کہ بہتر ہے کہ احمدیوں پر ظلم کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کی تقدیر پر جواسلام کی فتح کیلئے مسیح ومہدی کے ذریعے سے ظاہر ہو رہی ہے اس کا حصہ بن جائیں ورنہ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (اورانہوں نے اللہ تعالیٰ سے فتح مانگی اور ہر جابر دشمن ہلاک ہوگیا) کا انذار جیسے پہلے سچا ثابت ہوتا آیا ہے آج بھی اپنی ہیبتناک چمک دکھانے کی طاقت رکھتا ہے پس ہوش کرو ہوش کرو کہ خدا تعالیٰ کے منصوبے کے آگے جب بھی اپنے منصوبے لاؤ گے، نہ صرف تمہارے منصوبے پارہ پارہ ہوجائیں گے بلکہ تم خود بھی تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیئے جاؤ گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں جن لوگوں نے انکار کیا اور جوانکار کیلئے مستعد ہیں ان کے لئے ذلت اور خواری مقدر ہے انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر یہ انسان کا افتراء ہوتا تو کب کا ضائع ہوجاتا۔کیونکہ خدا تعالیٰ مفتری کا ایسا دشمن ہے کہ دنیا میں ایسا کسی کا دشمن نہیں۔ وہ بیوقوف یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کیا یہ استقامت اور جرأت کسی کذاب میں ہوسکتی ہے؟ وہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ جوشخص ایک غیبی پناہ سے بول رہا ہے وہی اس بات سے مخصوص ہے کہ اس کے کلام میں شوکت ہیبت ہو۔اور یہ اسی کا جگر اور دل ہوتا ہے کہ ایک فرد تمام جہان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوجائے۔ یقیناً منتظر رہو کہ وہ دن آتے ہیں بلکہ نزدیک ہیں کہ دشمن روسیاہ ہوگا اور دوست نہایت ہی بشاش ہوں گے۔حضور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی آنکھیں کھولے اور وہ اپنی ظالمانہ حرکات سے باز آتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس فرستادے کو پہچان لیں اور اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بن جائیں ۔ اللہ کرے ہم بھی مسیح موعود علیہ السلام کے ان ماننے والوں میں شامل ہوجائیں جن کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ”مجھے در حقیقت انہوں نے ہی قبول کیا ہے جنہوں نے دقیق نظر سے مجھ کو دیکھا اور فراست سے میری باتوں کو وزن کیا اور میرے حالات کو جانچا اور میرے کلام کو سنا۔اور اس نے غور کی تب اس قدر قرائن سے خدا تعالیٰ نے ان کے سینوں کو کھول دیا اور میرے ساتھ ہوگئے ۔میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کیلئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے اور اپنے نفس کے ترک اور اخذ کیلئے مجھ حکم بناتا ہے۔اور میری راہ پر چلتا ہے اور اطاعت میں فانی ہے اور انانیت کی جلد سے باہر آگیا ہے۔“ خدا تعالیٰ ہمیں یہ معیار حاصل کرنے والا بنائے ۔ ہمیشہ ہمارے سینے کھلے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ ثباتِ قدم عطا فرمائے ہماری مرضی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مرضی کے تابع ہوجائے۔نفسانی خواہشات ہم ترک کرنے والے ہوں اور اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھانے والے بن جائیں ۔ خدا تعالیٰ ہمیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے اور دشمن کا ہر شر اور ہر وار اس پر الٹا دے اور ہمارے لئے زمین میں فراخی پیدا کرتا چلا جائے آمین ۔اختتامی خطاب جلسہ سالانہ قادیان 28دسمبر 2010 (الفضل انٹرنیشنل 7جنوری 2011ءتا13جنوری 2011ء)

عائشہ صدیقہؓ

دخترِ صدیق اکبر! عائشہؓ! اے عائشہؓ
سیدہ صدیقہؓ تو ہے حرمِ پاکِ مصطفیٰؐ

تیرے سب اخلاق تو قرآن کی تعمیل ہیں
عائشہ صدیقہؓ تو ہے پیکرِ صدق و صفا

جنت الفردوس کی حوریں بھی ہیں تجھ پر فدا
تجھ پہ ہیں کیا کیا ہوئے انعامِ ربِّ کبریا

ایک خوشبو تھا نبیؐ کے واسطے تیرا وجود
چاند تاروں کا بنا حجرہ تیرا مسکن سدا

علم کا گہوارہ تیری ذاتِ اقدس بالیقیں
روح پرور، دین و دنیا میں بنا اُسوہ تیرا

رحمتیں ہر آن ہوں مرقد پہ تیرے جلوہ گر
ہے دعا بینا کی تجھ سے راضی ہو ہر دم خدا

(عاصمہ اکرام Rheinheim)

"تم میں سے جلد مجھ سے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے"

زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مبشرہ ملک اعوان Nordheim طیبہ ملک Langen

زوجہ مطہرہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش ان خوش نصیب عورتوں میں سے تھیں جنہیں حضور اکرم ﷺ کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپؓ وہ باسعادت خاتون تھیں۔ جن کا نکاح خود خدا تعالیٰ نے بذریعہ وحی نبیوں کے سردار اور اپنے محبوب بندے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔ آپؓ کا وجود بڑی عظمت کا حامل ہے کیونکہ آپؓ کے ذریعے سے جاہلیت کی ایک رسم کی بیخ کنی ہوئی۔

حضرت زینبؓ کی والدہ کا نام امیمہ تھا جو حضور اکرم ﷺ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ حضرت زینبؓ "سابقون الاولون" میں تھیں یعنی پہلے دور میں اسلام لائی تھیں۔

حضرت زینبؓ کی پہلی شادی:۔ آپؓ پہلے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی زوجیت میں تھیں۔ جو آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے تھے اور حضور ﷺ کو بہت زیادہ محبوب تھے۔ آپؐ نے حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زیدؓ سے کر دیا تھا۔ یہ نکاح حقیقت میں مساوات سے متعلق اسلامی تعلیم کا عملی سنگ بنیاد تھا۔ حضرت زیدؓ ایک آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت زینبؓ اُس بزرگ ہاشم کے خاندان سے تھیں جن کو کعبہ کی قومیت حاصل تھی۔ لیکن اسلام میں تو یہ ارشاد خداوندی ہے کہ "تم میں سے سب سے معزز اللہ کے ہاں وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے" (الحجرات آیت 14) اس لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ کا عقد حضرت زیدؓ سے کر دیا تھا اور اس رشتہ کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت زیدؓ حضرت زینبؓ کو کتاب و سنت کی تعلیم دیں جیسا کہ اسد الغابہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زیدؓ سے اس لئے کیا تھا کہ انہیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں۔ آنحضرتؐ کے ارشاد پہ حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زیدؓ سے ہو گیا لیکن ایک سال کے بعد ہی یہ رشتہ ختم ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ حضرت زیدؓ کو سمجھاتے رہے کہ وہ طلاق نہ دیں۔ بہرحال حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کا نباہ نہ ہو سکا اور بالآخر حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔

آنحضرتؐ سے نکاح:۔ اس بارے میں قرآن مجید کی ایک آیت نازل ہوئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کرنے کا حکم فرمایا۔ سورۃ الاحزاب میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

ترجمہ:۔ اور جب تو اسے کہہ رہا تھا جس پر اللہ نے انعام کیا اور تو نے بھی اس پر انعام کیا کہ اپنی بیوی کو روکے رکھ (یعنی طلاق نہ دے) اور اللہ کا تقویٰ اختیار کر اور تو اپنے نفس میں وہ بات چھپا رہا تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خائف تھا اور اللہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تو اس سے ڈرے۔ پس جب زید نے اس عورت (یعنی اپنی بیوی سے) اپنی حاجت پوری کر لی، ہم نے اسے تجھ سے بیاہ دیا تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق کوئی تنگی اور تردّد نہ رہے جب وہ (منہ بولے بیٹے) ان سے اپنی حاجتیں پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا فیصلہ بہرحال پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ (آیت نمبر 38 ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "... اصل میں اس کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت زیدؓ، حضرت زینبؓ کو طلاق دینا چاہتے ہیں۔ آپ اس معاملے کو پوشیدہ رکھ کر حضرت زیدؓ کو نصیحت کرتے تھے تا لوگوں کو یہ ٹھوکر نہ لگے کہ ایک شریف خاندان کی لڑکی ایک آزاد غلام سے بیاہ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا کام نہیں کیا... بعض علماء کہتے ہیں کہ زینبؓ کا نکاح آنحضرت ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے عرش پر پڑھ دیا تھا اس لئے دنیا میں ان کا نکاح نہیں پڑھا گیا مگر یہ درست نہیں۔ تاریخ میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت زینبؓ کا نکاح آپؐ سے پڑھا گیا۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد سوم صفحہ 340، بحوالہ تفسیر صغیر صفحہ نمبر 550)

اس کے علاوہ اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سورۃ الاحزاب کے تعارف میں فرماتے ہیں: "اس سورۃ کی آیت نمبر 38 میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کا حکم دیا اور یہ حکم آنحضرتؐ پر بہت گراں گزر رہا تھا اور اس کے نتیجہ میں منافق جو اعتراضات کر سکتے تھے ان کا بھی کچھ خوف دامنگیر تھا اس لئے آپؐ اس شادی کے معاملہ میں سخت متردد تھے مگر اللہ کے حکم پر عمل کرنا بہرحال لازم تھا۔" (صفحہ نمبر 727 ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضرت زینبؓ جب طلاق کی عدت پوری کر چکیں تو حضور ﷺ نے ان کو خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں نکاح کا پیغام بھجوایا۔ اس وقت جاہلیت کی رسوم کا اثر باقی تھا۔ حضرت زیدؓ آپؐ کے منہ بولے بیٹے تھے اور عرب میں اس وقت منہ بولا بیٹا اصل بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے عام لوگوں کے خیال سے آپؐ تامل فرماتے تھے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے دل سے یہ خدشہ بھی دور کر دیا اور دوسرے منافقوں اور کمزور ایمان والے لوگوں کو یہ جواب دیتے ہوئے آپؐ کی زبان مبارک سے یہ اعلان بھی کروا دیا کہ:۔ ترجمہ:۔ محمد تمہارے (جیسے) مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتم ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر 41 ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

گویا اللہ تعالیٰ نے خود حضرت محمد ﷺ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کر دیا اس کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت زینبؓ کے گھر پر تشریف لے گئے اور آپؐ کا نکاح ان سے پڑھا گیا۔ اس طرح جاہلیت کی ایک رسم کا قلع قمع بھی ہو گیا۔

حضور ﷺ سے ان کی شادی ابو احمد بن جحش نے جو ان کے بھائی تھے کی تھی اور حضور ﷺ نے چار سو درہم ان کا مہر باندھا تھا۔ آپؐ کی دعوت ولیمہ میں روٹی اور سالن کا انتظام تھا۔ ولیمہ کے بعد ہی آیت حجاب نازل ہوئی جس کی صورت یہ ہوئی کہ کھانے کے بعد لوگ باتوں میں مشغول ہو گئے اور اٹھنے کا خیال ہی نہ

رہا۔رسول اکرم ﷺ ازراہ مروت انہیں اٹھنے کے لئے نہ فرماتے۔اور بار بار اندر آتے اور باہر جاتے۔اسی مکان میں حضرت زینبؓ بھی دیوار کی طرف منہ کئے بیٹھی رہیں۔جب بہت دیر ہوئی تو حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔

ترجمہ:۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے مگر اس طرح نہیں کہ اس کے پکنے کا انتظار کر رہے ہو لیکن (کھانا تیار ہونے پر) جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہوا اور جب تم کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور وہاں (بیٹھے) باتوں میں نہ لگے رہو۔یہ (چیز) یقیناً نبی کے لئے تکلیف دہ ہے مگر وہ تم سے (اس کے اظہار پر) شرماتا ہے اور اللہ حق سے نہیں شرماتا۔اور اگر تم ان (ازواج نبیؐ) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ (طرز عمل) ہے۔اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں (میں سے کسی) سے شادی کرو۔یقیناً اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے۔(الاحزاب آیت نمبر 54)

اس آیت کے نزول کے بعد حضور ﷺ نے مکان کے دروازے پر پردہ لٹکا دیا اور لوگوں کو گھر کے اندر داخل ہونے کی ممانعت ہوگئی۔یہ واقعہ ذوالقعدہ ۵ ہجری کا ہے۔

آپؓ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی گواہی:۔حضرت زینبؓ نہایت دیندار، عبادت گزار، اور مخیّر خاتون تھیں حضور ﷺ کا آپؓ سے سلوک بے حد مہربانہ تھا۔رسول کریم ﷺ حضرت زینبؓ کی عبادت و زہد کے خود معترف تھے۔اس کا اظہار ایک موقع پر بھی فرمایا تھا۔حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ مہاجرین کی ایک جماعت میں مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔حضرت زینبؓ بھی اس موقعہ پر موجود تھیں انہوں نے ایسی کوئی بات کہی جو حضرت عمرؓ کو ناگوار گزری۔انہوں نے تلخ لہجے میں حضرت زینبؓ کو دخل دینے سے منع کیا۔رسول کریمؐ نے فرمایا"عمر! ان سے کچھ نہ کہو۔یہ بڑی عبادت گزار اور خدا سے ڈرنے والی ہیں"۔

حضور اکرمؐ کی مثالی گھریلو زندگی:۔حضور اکرم ﷺ کے گھر نیکی کا گہوارہ تھے۔آپؐ کی ازواج آپؐ کی رفاقت پر ناز کرتی تھیں اور آنحضرت ﷺ سے سچی محبت کرتی تھیں۔آپؓ کہا کرتی تھیں"یا رسول اللہ ﷺ مجھے اللہ نے آسمان سے آپؐ کی زوجیت میں دیا ہے"(طبقات جلد 8 ص 76) واقعہ افک میں جب حضرت عائشہؓ پر اتہام لگایا گیا اور اس اتہام میں حضرت زینبؓ کی حقیقی بہن حمنہؓ بنت جحش بھی غلط فہمی میں شریک تھیں۔حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت عائشہؓ کے بارے میں حضرت زینبؓ سے استفسار کیا تو آپؓ نے صاف لفظوں میں کہا"میں عائشہ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں پاتی"۔حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

ترجمہ:۔حضرت عائشہؓ نے اس معاملہ میں حضرت زینبؓ کی بہت تعریف کی ہے۔حضرت عائشہؓ آپؓ کے صدق وصفا اور حق گوئی کا اعتراف کیا کرتی تھیں۔حضرت زینبؓ نہایت قانع اور فیاض طبع تھیں۔اپنے ہاتھوں سے روزی کماتی تھیں اور جو آمدنی ہوتی تھی خدا کی راہ میں صدقہ کر دیتی تھیں اپنے محبوب خاوند کی طرح یتیموں اور بیواؤں کی خدمت میں راحت پاتی تھیں۔آپؓ کی وفات پر فقراء اور مساکین میں سخت بے چینی پھیل گئی۔

حضرت عائشہؓ کی گواہی:۔حضرت عائشہؓ کو حضرت زینبؓ کی وفات کا بے حد صدمہ ہوا۔حضرت عائشہؓ حضرت زینبؓ کے اوصاف یوں بیان فرماتی ہیں"میں نے کوئی عورت زینبؓ سے زیادہ دیندار، پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، مخیّر اور خدا کی رضا جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔فقط مزاج میں ذرا تیزی تھی جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی۔(مسلم صفحہ 335)۔

آنحضرتؐ کی پیش گوئی:۔حضرت زینبؓ بہت نیک خو، روزہ دار اور بڑی عبادت گزار تھیں۔حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی اس پیش گوئی کے مصداق ٹھہریں۔جب آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے قبل ازواج مطہراتؓ سے فرمایا تھا کہ"تم میں سے جلد مجھ سے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے"۔ازواج مطہراتؓ اس حقیقت کو نہ سمجھیں اور اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔یہ استعارہ فیاضی کی طرف اشارہ تھا۔جب حضرت زینبؓ کا وصال ہوا تب ان کی سمجھ میں آیا۔حضرت زینبؓ نے 53 برس کی عمر میں 20ھ میں وفات پائی۔"وفات کے وقت سوائے ایک مکان کے کوئی ترکہ نہ چھوڑا جو ولید بن عبدالملک نے پچاس ہزار درہم میں خرید کر مسجد نبوی میں ملا دیا"۔(طبقات جلد 8 صفحہ 81) حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔آپؓ کی وفات کے دن شدید گرمی تھی اس لئے حضرت عمرؓ نے جہاں قبر کھد رہی تھی خیمہ لگوا دیا۔کہا جاتا ہے کہ پہلا خیمہ تھا جو بقیع میں قبر پر نصب ہوا۔(طبقات جلد 8 صفحہ 77)

خدا تعالیٰ کی ان گنت رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں اس عظیم عورت پر جو یتیموں کی ہمدرد تھیں اور فقراء مساکین کی مربی دستگیر تھیں اور رسول خدا ﷺ کی نیک بخت، بے مثل زوجہ محترمہؓ تھیں۔

(ماخوذ از:۔کتاب مطہر عائلی زندگی ص 63 تا 71)

نصف دین عائشہؓ سے سیکھو

رسول کریم ﷺ کے خاندان میں ایک میت ہوگئی اور غالباً حضرت علیؓ کے بھائی لڑائی میں شہید ہوگئے۔عورتوں کو سخت صدمہ تھا وہ بَین کرنے لگیں اور چونکہ یہ بات منع ہے اس لیے کسی نے آکر رسول کریمؐ سے ذکر کیا۔آپؐ نے فرمایا جاؤ جا کر انھیں منع کرو۔اس نے منع کیا مگر وہ نہ رکیں۔اسلام اس وقت ابتدائی حالات میں تھا اور عورتوں کی تربیت مکمل نہ ہوئی تھی۔اس نے پھر آکر رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ وہ باز نہیں آتیں۔آپؐ نے فرمایا: فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ۔یعنی ان کے منہ پر مٹی ڈالو۔

اس شخص نے واقعی مٹی اٹھائی اور جا کر اُن پر ڈالنی شروع کر دی۔حضرت عائشہؓ کو علم ہوا تو آپؓ نے اس شخص کو ڈانٹا اور فرمایا:"تم مرد ہو لیکن اتنی عقل نہیں رکھتے رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب سمجھو۔آپؐ کا مطلب تھا کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو یہ نہیں کہ واقعی ان پر مٹی ڈالو"۔تو حضرت عائشہؓ نہایت فہیم عورت تھیں۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ نمبر 270)

"یثرب سے ایک چاند میری آغوش میں آ گیا۔"

اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(مرتبہ: سیّدہ شمیم شیخ شٹائین باخ)

آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت کے بعد قریش مکہ نے آپ ؐ کو بہت تکالیف پہنچائیں جس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ خدا تعالیٰ کے حکم سے مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے۔ مدینہ والوں نے آپ ؐ کا بہت اچھا استقبال کیا۔ اہل مدینہ کے مسلمان آپ ؐ کی مدینہ آمد سے بہت خوش ہوئے۔ مگر مدینہ اور اردگرد رہنے والے قبائل میں مخالفین بھی تھے۔ جو آپ ؐ کی اور اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ جبکہ آنحضرت ؐ نے مدینہ اور مدینہ کے اردگرد ہر قبیلے کے ساتھ صلح، صفائی اور امن سے رہنے کے طریقے اختیار کئے۔ مگر بعض قبیلے ایسے بھی تھے جو بظاہر امن کے ساتھ رہنے کے وعدے کرتے تھے مگر اندر سے مخالف تھے۔

آپؓ کا خاندان:۔ مدینہ سے چھیانوے میل کے فاصلے پر ایک بہت مشہور چشمہ "مریسیع" نام کا تھا۔ جس کے پاس ایک قبیلہ بنو مصطلق آباد تھا۔ ان کے سردار کا نام حارث بن ابی ضرار تھا۔ اس کی بیٹی برّہ بھی تھی جو سردار کی بیٹی ہونے کے باعث نہایت عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ اس کی شادی مسافع بن صفوان کے ساتھ ہوئی تھی۔ سردار حارث بن ابی ضرار کو مسلمانوں سے بہت نفرت تھی۔ اس کے سر پر جنگ کا جنون سوار ہو گیا تھا اور وہ لوگوں کو کہا کرتا کہ "مکہ و مدینہ والے جس فتنہ کو ختم نہ کر سکے اُسے ہم قریش مکہ کی مدد سے ختم کریں گے۔ سب اپنے جنگی ہتھیار لے کر مریسیع پہنچ جائیں اور اس طرح مسلمانوں کا مقابلہ کریں کہ انکا مدینہ سے صفایا کر چھوڑیں۔" رسول ؐ خدا نے بھی یہ خبر سنی تو حضرت بریدہؓ بن حصیب اسلمیؓ کو جائزہ لینے کیلئے روانہ کیا۔ جنہوں نے واپسی پر تمام حالات سے آگاہ کیا۔ اس وجہ سے آنحضرت ؐ نے تمام مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔ مدینہ سے شعبان 5 ہجری کو فوج روانہ ہوگئی۔ جب حارث بن ابی ضرار کو علم ہوا تو ڈر کر بھاگ گیا اور اس کے فوجی بھی ادھر ادھر چلے گئے۔ مریسیع کے لوگوں نے اسلامی فوج کا مقابلہ کیا لیکن جلد ہی مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس جنگ میں حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برّہ اور اس کا داماد مسافع بن صفوان بھی شریک تھے۔ اس کا داماد جنگ میں مارا گیا جبکہ بیٹی برّہ قیدی بن کر آئی۔ دشمنوں کے گیارہ آدمی مارے گئے اور 600 جنگی قیدی بنے اور کافی مال غنیمت بھی ملا۔

آپؓ کے خاندان کا قبول اسلام:۔ حضرت جویریہؓ کے گھر میں اسلام کیسے داخل ہوا؟ یہ ایک دلچسپ قصہ ہے۔ جب آپؓ کے والد کو پتہ چلا کہ جو لوگ قیدی بنا لئے گئے ہیں اُن میں اُس کی لاڈلی بیٹی بھی شامل ہے۔ تو کچھ مال اسباب جس میں اونٹ بھی تھے لے کر فدیہ ادا کر کے اپنی بیٹی کو آزاد کروانے آیا۔ راستے میں اپنے دو پسندیدہ قیمتی اونٹ دینے کو اُس کا دل نہ مانا اور اُن دو اونٹوں کو وادیٔ عقیق میں چھپا دیا۔ پھر وہ رسول ؐ خدا کے پاس آیا اور کہا "کہ اے محمدؐ! میری بیٹی کو آزاد کر دیں۔ یہ اس کا فدیہ ہے۔" آپ ؐ نے فرمایا۔ "وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو تم وادیٔ عقیق میں چھپا آئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ ؐ کو کشفی نظارہ دکھا دیا تھا۔ حارث یہ سن کر سٹپٹایا اور حیران ہو گیا۔ اس نے کہا یہ آدمی جھوٹا نہیں ہوسکتا اور کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس کے دو بیٹے عبداللہ اور عمرو بھی مسلمان ہو گئے۔

حضرت رسول خدا ﷺ نے حضرت جویریہؓ کو بلایا۔ تو حارث نے رسول کریم ﷺ سے کہا کہ یہ قبیلے کے سردار کی بیٹی ہے۔ یہ لونڈی بن کر نہیں رہ سکتی۔ مگر جب اسے پتا چلا کہ حضور ﷺ کی بیوی بن کر رہے گی۔ تو وہ بہت خوش ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "یہ جویریہ کی مرضی ہے۔ جہاں وہ رہنا پسند کرے۔" اس پر حضرت جویریہؓ نے رسول خدا ﷺ کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت جویریہؓ کی زندگی میں بے شمار تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ باپ، بھائی اور شوہر اسلام کے سخت مخالف تھے۔ جب باپ کو شکست ہوئی، شوہر مارا گیا اور باقی قبیلے کے لوگ قیدی بن کر آئے تو رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہوتے ہی اسلام کی نعمت ملی نیز بہت سے قیدی آزاد ہوئے اور کئی مسلمان ہو گئے۔

آپؓ کی آنحضرت ﷺ سے شادی:۔ جو مال غنیمت جنگ میں حاصل ہوتا تھا، اُسے آنحضرت ؐ جہاد میں حصہ لینے والوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اس تقسیم میں برّہ بنت حارث حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس کے حصے میں آئیں۔ سردار کی بیٹی ہونے کی بناء پہ برّہ کو غلامی میں لونڈی بن کر رہنا پسند نہ آیا۔ اسلام کے طریق کے مطابق اگر لونڈی یا غلام کچھ رقم ادا کر دیں اور مالک رضامند ہو جائیں تو اس ذریعے سے آزادی ملنے کو مکاتبت کہتے ہیں۔ برّہ نے حضرت ثابتؓ سے درخواست کی کہ ان سے مکاتبت کر لیں۔ حضرت ثابتؓ نے 9 اوقیہ سونے پر مکاتبت کر لی۔ (اوقیہ سونا تولنے کا کوئی پیمانہ تھا) لیکن اس کے پاس سونا نہیں تھا کیونکہ وہ خالی ہاتھ تھی۔ برّہ نے سوچا کہ مسلمانوں کے رسول محمدؐ بہت رحم دل ہیں۔ ان سے قرض یا مدد کی درخواست کرتی ہوں۔ چنانچہ اگلے دن آنحضرت ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی۔ "یا رسول اللہ ؐ میں قوم کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں۔ مجھ پر جو مصیبت آئی ہے اُس کا آپ ؐ کو علم ہے۔ میں نے اپنے آقا سے آزادی کے لئے 9 اوقیہ سونے پر مکاتبت کر لی ہے۔ آپ اس رقم کو ادا کرنے کیلئے میری مدد فرمائیں۔ برّہ نے پُروقار اور اچھے انداز سے درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے دل میں ڈالا کہ اگر آپؐ اس سے شادی کر لیں تو یوں اسلام پھیلنے کے سامان ہو سکتے ہیں۔ نیز ان کے قبیلے کے ساتھ ساری دشمنیاں بھی ختم ہو جائیں گی۔ حضورؐ نے فرمایا "اس سے بہتر بھی ایک صورت ہے کہ میں تم سے نکاح کر لیتا ہوں اور تمہاری طرف سے میں روپیہ ادا کر دیتا ہوں۔" برّہ کو اپنا ایک خواب یاد آ گیا، جو کئی برس پہلے اُس نے دیکھا تھا کہ "یثرب (مدینہ) سے ایک چاند آیا اور میری آغوش میں آ گیا۔" اب اس کی تعبیر بھی سامنے تھی۔ سو برّہ نے شادی کے لئے رضامندی دے دی۔ اس وقت برّہ کی عمر 20 سال تھی۔ اس طرح رسول اللہ ؐ کا نکاح برّہ کے ساتھ ہو گیا اور شادی کے بعد ان کا نام جویریہؓ رکھا۔ یہ نکاح 627ء میں ہوا۔ حضرت جویریہؓ بہت عقلمند، خوبصورت اور شیریں زبان خاتون تھیں۔ آپؐ نے بنو مصطلق کی ایک بہادر اور ذہین لڑکی سے رشتہ کر لیا تو اس قبیلہ کے سب افراد آپؐ کے رشتے دار ہو گئے۔ اس تعلق سے مسلمانوں کو اچھا نہ لگا کہ آنحضورؐ کے سسرالی عزیزوں کو قیدی بنا کر رکھیں۔ چنانچہ وہ سارے قیدی جو غزوہ مریسیع میں قیدی بنے تھے۔ وہ سب بغیر کسی مکاتبت یا لین دین

کے آزاد کر دیے گئے ۔ قیدیوں کی گھروں کو واپسی ہوئی تو ہر گھر میں اسلام اور بانی اسلامؑ کی تعلیمات کا چرچا ہونے لگا اور لوگوں نے تیزی سے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔

آپؓ کے اوصاف:۔ شادی کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں کی بارشیں ہونی شروع ہو گئیں۔ حضرت جویریہؓ جو شان و شوکت سے عرب کے رئیسوں میں پلی تھیں۔ انہوں نے شادی کے بعد رہن سہن ،لباس ،خوراک الغرض ہر معاملے میں سادگی اختیار کر لی تھیں۔ حضرت جویریہؓ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی کی خاطر اپنا اکثر وقت عبادت میں گذارتیں۔ جس کے لئے انہوں نے اپنے حجرے کا ایک کونہ مخصوص کیا ہوا تھا۔ آپؓ کو عبادت سے اس قدر شغف تھا کہ ایک دن آنحضورؐ آپؓ کے گھر تشریف لائے۔ صبح کا وقت تھا۔ آپؓ عبادت میں مصروف تھیں۔ جب دوپہر کو وہاں سے گزرے تو دیکھا کہ آپؓ ابھی تک مصلّے پر بیٹھی ہوئی عبادت کر رہی تھیں۔ جب آپؓ کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ روزہ رکھنے کو بہت پسند فرماتا ہے تو آپؓ کثرت سے روزے رکھنے لگیں۔

ایک دفعہ حضور ﷺ آپؓ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا۔ ''کچھ کھانے کو ہے؟'' عرض کیا۔ ''یا رسول اللہؐ میری کنیز نے صدقے کا گوشت دیا تھا بس وہی موجود ہے۔'' حضورؐ نے فرمایا۔ ''لے آؤ جس کو صدقہ دیا پہنچ چکا۔'' حضرت جویریہؓ نے اس بات کو یاد رکھا اور بیان کیا۔ یہ اُمت پر آپؐ کا احسان ہے۔ اب ان دونوں باتوں پر غور کرنے سے آپؐ کی علم و حکمت کی گہرائی پر حیرت ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ نے اپنی آل اولاد کو صدقہ کھانے سے منع فرمایا تھا۔ مگر اس طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ صدقہ بیشک سادات کو جائز نہیں لیکن کوئی غریب اپنے صدقے میں سے کسی کو کچھ تحفہ دے تو وہ اس کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ صدقہ غریب کیلئے تھا۔ اس نے آگے جس کو دیا اس کے لئے تحفہ ہو گیا۔ حضرت جویریہؓ غریبوں کی بے حد ہمدرد تھیں۔ صدقہ و خیرات کر کے انہیں سکون ملتا تھا۔ کسی کی مدد کا موقع مل جائے تو اسے اللہ کی نعمت خیال کرتیں تھیں۔

حضرت جویریہؓ کو اپنے محبوب شوہر کا ساتھ صرف چھ سال میسّر آیا۔ یہ ٹھنڈی چھاؤں جس میں سکون ہی سکون تھا۔ محبت، خوشیاں، دلداری کی راحتیں اور خدا نما وجود کی صحبت تھی۔ وہ ساتھ چھوٹ گیا۔ جس پاک ہستی کو دیکھ کر آپؓ کو بے حد خوشی ملتی تھی۔ آپؓ نے آخری قربانی یہ کی کہ اُس محبوب شوہر کی آخری بیماری میں اُس کے آرام و راحت کی خاطر حضرت عائشہؓ کے حجرے میں رہنے کی اجازت دی۔ جب انسانِ کامل، محبت کے پیکر، رسولِ خداؐ کا وصال ہوا تو ایسا لگا کہ جیسے ساری دنیا میں اندھیرا چھا گیا ہے۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ہونٹوں پر دعا تھی ''اے باری تعالیٰ تو جس حال میں رکھے راضی ہوں۔ بس مجھے حوصلہ عطا فرما،،۔ آپؐ انہیں ہر وقت یاد آتے۔ کبھی کبھی جب بہت بے قرار ہو جاتیں تو اپنے حجرے سے نکلتیں اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں چلی جاتیں۔ جہاں مٹی کے ڈھیر کے نیچے آنحضور ﷺ کا جسم مبارک آرام کر رہا تھا۔ اندر داخل ہو کے سلام عرض کرتیں اور قدموں میں بیٹھ جاتیں۔ بے اختیار آنسو بہتے۔ دل کی باتیں کرتیں۔

آپؓ کی وفات:۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں آپؓ کا وظیفہ چھ ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا تھا۔ حضرت جویریہؓ سے سات احادیث مروی ہیں۔ حضرت جویریہؓ نے ربیع الاول 50 ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت آپؓ کی عمر تقریباً 75 سال تھی۔ (ماخوذ سیرت خاتم النبیین از ہادی علی چوہدری)

تبلیغ دین کیلئے قربانی

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے قبل کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو مارنے کا کفار نے منصوبہ کیا تو آپ نے اس بیڑے کو اٹھانے کا تہیہ کیا۔ کسی نے آپؓ کا ارادہ معلوم کر کے کہا کہ پہلے گھر کی خبر تو لو تمہاری بہن اور بہنوئی بھی تو محمد ﷺ کے حلقہ بگوش ہیں۔ اُسی وقت بہن کے گھر گئے، بہن بہنوئی ایک صحابی سے قرآن شریف سُن رہے تھے قرآن چھپا دیا گیا۔ عُمر نے اُن سے دریافت کرنے کے بعد اپنے بہنوئی پر تلوار کا حملہ کیا بہن آڑے آگئی اور زخمی ہو گئی۔ عورت کو مارنا چونکہ بزدلی کی علامت سمجھی جاتی ہے عمرؓ شرمندہ ہو گئے۔ بہن کا خون بہتا دیکھ کر اس ندامت کو مٹانے کے لئے پوچھا بتاؤ تو کیا پڑھ رہے تھے۔ بہنوئی نے چاہا کہ قرآن شریف دکھاویں مگر بہن نے جوش سے کہا تو ناپاک ہے وہ مقدس کتاب تجھے کیونکر دکھائی جا سکتی ہے۔ عمرؓ چونکہ اپنے فعل اور بہن کی قوتِ ایمانی سے بے حد متاثر ہو چکے تھے نرم ہو گئے اور جھٹ ایمان لے آئے۔ یہ اس لیے کہ عورت نے تہیہ کر لیا تھا کہ اپنے اس معزز بھائی کو قطعی چھوڑ دیں گے مگر اس مقدس دین کو نہ چھوڑیں گے۔ پس اُن کے اس استقلال پر اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کے دل کو نرم کر دیا۔ وہ مسلمان ہو کر اسلام کے جانثار بن گئے۔ اگر عورت ہمت نہ دکھاتی تو عمرؓ پر اتنا اثر نہ ہوتا اور نہ بہن بھائی ابدی طور پر یوں ملتے کہ ذرا بھی جدائی نہ ہوتی۔ یاد رکھو یہ محض قربانی کا ثمرہ ہے۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 246)

محبوب چیز کی قربانی

ایک موقع پر رسول کریم ﷺ کو کچھ ضرورت پیش آئی تو آپ نے عید کی نماز کے بعد عورتوں میں تحریک کی۔ تو انھوں نے زیورات اتار کر چندے میں پیش کرنے شروع کیے۔ ایک صحابیؓ کو رسول کریم ﷺ نے زیورا کٹھے کرنے کا حکم دیا اور جھولی پھیلا ئے ادھر اُدھر پھر رہے تھے۔ اور عورتیں گھونگٹ نکالے بیٹھی تھیں۔ اتنے میں ایک امیر گھرانے کی لڑکی نے سونے کا کڑا اپنے ہاتھ سے اُتارا اور اس کی جھولی میں ڈال دیا۔ رسول کریم ﷺ نے جب دیکھا کہ اس نے بڑی بھاری رقم خُدا تعالیٰ کی راہ میں دے دی ہے تو آپؐ نے فرمایا تیرا دوسرا ہاتھ بھی درخواست کرتا ہے کہ تُو اُسے دوزخ سے بچا۔ اس پر اُس نے اپنا دوسرا کڑا بھی اُتار کر دے دیا۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 133)

سابقون الاوّلون میں شمار ہونے والی زوجہ مطہرہ

اُمّ المومنین حضرت سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سلمٰی منیر باجوہ، ہمبرگ

رحمت دو جہاں، راحتِ قلب و جاں، شہنشاہِ دو عالم، سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کُل عالم کو حکمت اور دانائی کی تعلیم دینے کیلئے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ آپؐ نے اپنے قول اور فعل سے زندگی کے ہر پہلو میں ایسا کامل نمونہ پیش فرمایا جو رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کیلئے رہبری اور رہنمائی کا مینار بن کر ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔ خدا تعالیٰ نے آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کی خود گواہی دی اور اسے قیامت تک کیلئے قرآنِ کریم میں محفوظ فرمادیا ہے۔ آپؐ کی عبادات، آپؐ کی قربانیاں، آپؐ کا جینا اور آپؐ کا مرنا محض ربّ العالمین کے لئے تھا۔ رشتۂ ازدواج کی خاطر کئے گئے آپؐ کے تمام فیصلے اپنی ذات سے کہیں بلند و بالا توحید باری تعالیٰ کے پرچم کو بلند کرنے کی خاطر تھے۔ آنحضرت ﷺ کی تمام ازواج مطہرات ؓ جن کی عمروں میں بہت تفاوت تھا اور ان میں سے بعض ایک بار نہیں بلکہ کئی کئی بار بیوہ ہوچکی تھیں۔ اور بال بچوں والی تھیں۔ آپؐ نے ایسے رشتوں کا انتخاب فرمایا جن سے غیر قوموں، غیر قبیلوں کی نفرتیں حیا اور الفت میں تبدیل ہوگئیں اور مخالفتوں کی چٹانیں ریزہ ریزہ ہوگئیں بیواؤں اور یتیموں کو سہارا ملا۔ خدائے واحد و یگانہ کی توحید کا بول بالا ہوا۔ اور آپؐ کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قول کے مطابق

اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے۔

آپ ؓ کا حسب و نسب: آپؐ کے عقد مبارک میں آنے والی خوش نصیب ازواجِ مطہرات ؓ میں سے ایک پاکباز ہستی، ایک نہایت معزز و محترم نام، ایک بڑا نام حضرت سیدہ اُمّ حبیبہ ؓ کا ہے۔ آپ ؓ اُس باپ کی بیٹی تھیں جو قبول اسلام سے قبل دشمنوں کا چوٹی کا سردار تھا۔ جس نے نفرتوں کی آگ دل میں بھڑکا کر مسلمانوں کے خلاف متعدد جنگیں لڑیں اور بادشاہوں کے درباروں میں جا جا کر اسلام اور اس کے ماننے والوں کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ قیصرِ روم کے سامنے دلائل سے عاجز آکر ابوسفیان جب دربار سے باہر نکلا تو حسرت و یاس سے کہنے لگا کہ " محمدؐ کا اتنا اثر بڑھ رہا ہے کہ رومیوں کا بادشاہ بھی اُس سے خائف ہے۔ یہ غالب ہوکر رہے گا "
(بحوالہ حضرت محمد ﷺ از مولانا غلام باری صاحب سیف صفحہ 119)

ایسے مخالف باپ کے گھر اُمّ المومنین حضرت اُمّ حبیبہ ؓ آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت سے سترہ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ ؓ کی پیدائش واقعہ فیل سے 23 سال بعد ہوئی۔ آپ ؓ کا نام رملہ اور کنیت اُمِ حبیبہ تھی۔ (ماخوذ مطہر عائلی زندگی ص 76) بعض سیرت نگاروں نے آپ ؓ کا نام ہند بھی لکھا ہے۔ باپ کی طرف سے آپ ؓ کا نسب حضرت اُمّ حبیبہ ؓ بنت ابوسفیان ؓ بن حرب بن امیہ بن عبدالشمّس بن عبد مناف تھا آپ ؓ کی والدہ کا نام اُمّ صفیہّ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمّس بن عبد مناف تھا۔ آپ ؓ حضرت امیر معاویہ ؓ کی ہمشیرہ تھیں (سیر الصحابیات صفحہ 82)

آپ ؓ کے اوصاف ابتداء سے ہی آپ ؓ نہایت پاک فطرت، پاک دل اور پاک باز تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ؓ نے اُس کٹھن دور میں اسلام قبول کیا جب آپ ؓ کا باپ اسلام قبول کرنے والوں پر اتنی سختی کیا کرتا تھا کہ ان کا جینا حرام کر دیتا تھا۔ آپ ؓ کے دل نے صداقت کے نور کو پہچانا تو اس امر کی کوئی پرواہ نہ کی کہ میرا باپ اس کی مخالفت میں اپنے عروج پر پہنچا ہوا ہے اور میں اس نور کی گرویدہ ہورہی ہوں۔ مخالفت کی ان گھنگھور گھٹاؤں میں سے آپ ؓ ایک روشن ستارہ بن کر ابھریں۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کردینے والے دشمن اسلام کے گھر پیدا ہوئیں۔ اپنی نیک خصلتوں کے باعث جو آسمان پر مقبول ہوئیں۔ بالآخر حضرت بانیٔ اسلام ؐ کے عقد میں آئیں اور انجام کار اُمّ المومنین کا مقام پایا۔ اس طرح آپ ؓ سابقون الاوّلون میں شمار ہوتی ہیں۔ آپ ؓ نے اپنی آخری سانس تک صدق دل کے ساتھ اور کامل وفاؤں کے ساتھ اسلام کی زندگی بخش تعلیم کو اپنایا اور اس پر عمل کیا۔ آپ ؓ کے نیک نمونہ سے قیامت تک قومیں رہنمائی حاصل کریں گی۔ آپ ؓ کی پہلی شادی عبیداللہ بن جحش سے مکہ میں ہوئی اور دونوں نے اکٹھے اسلام قبول کیا۔ دشمنانِ اسلام کے ظلم و استبداد کی وجہ سے جب آنحضرتؐ نے ہجرت کا ارشاد فرمایا تو آپ دونوں نے 6 بعثت نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کی (مطہر عائلی زندگی ص 76)

حبشہ میں آپ ؓ کے ہاں ایک بیٹی حبیبہ پیدا ہوئی جسکی کنیت سے آپ ؓ رملہ سے اُمِ حبیبہ ؓ کہلانے لگیں۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی ایک نیک دل انسان تھا۔ آنحضرتؐ نے بادشاہوں کو دعوت اِلی اللہ کی لیے خطوط لکھے۔ شاہِ حبشہ نجاشی کو جب حضورؐ کا خط پہنچا تو اُس نے خط کو آنکھوں سے لگایا اور ادب کے طریق پر تخت سے نیچے اترا اور کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔" پھر اُس نے ہاتھی دانت کی ڈبیا منگوائی اور خط کو بطور تبرک اُس میں محفوظ کرلیا۔ مؤرّخین لکھتے ہیں کہ یہ خط آج تک اُسکے خاندان میں محفوظ ہے۔ اُس وقت حبشہ کے بادشاہ کا نام اصحمہ تھا۔ (حضرت محمد ﷺ از مولانا غلام باری صاحب سیف صفحہ 120)

اسلام قبول کرنے کے بعد مشکلات و مصائب اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ؓ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ہر گام پر نئے سے نیا امتحان آتا گیا۔ عزیز و اقارب چھوٹ گئے۔ پیارا وطن چھوٹ گیا۔ لیکن دیارِ غیر میں ابھی اور امتحان باقی تھے حبشہ میں آکر آپ ؓ کا خاوند عبیداللہ بن جحش شراب نوشی کا عادی ہوگیا۔ اسلام سے مرتد ہوکر دوبارہ عیسائیت میں داخل ہوگیا اور اسی حالت میں اُس نے حبشہ میں وفات پائی۔ حضرت اُمّ حبیبہ ؓ کیلئے یہ بڑے کٹھن اور آزمائش کے دن تھے۔ لیکن آپ ؓ نے ان حالات کا بڑے صبر اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ دیارِ غیر میں اپنے رب کی عظمتوں کے حضور جھکے رہنے کو اپنی زندگی کا شیوہ بنالیا۔ اُدھر کسی نے آنحضرتؐ کو حبشہ کے مہاجرین کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ اُمّ حبیبہ ؓ مشکل ترین حالات سے دوچار ہیں۔ خاوند مرتد ہوکر فوت ہوچکا ہے اور اس کی گود میں ایک کمسن بچی ہے۔ (مطہر عائلی زندگی ص 76)

آنحضرت ﷺ سے شادی حضرت رسول اکرمؐ ابتداء سے ہی آپ ؓ کی اسلام کیساتھ کی جانے والی وفاؤں اور قربانیوں اور اس کے نتیجہ میں آپ ؓ پر ڈھائے جانے والے مظالم سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ نبی پاکؐ کو جب اِن ؓ کے اس طرح کی کسمپرسی کے حالات میں زندگی بسر کرنے کا علم ہوا تو آپؐ نے اِن کی عدّت پوری ہونے پر حضرت عمرو ؓ بن امیّہ ضمری کے ہاتھ نجاشی کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اُمّ حبیبہ ؓ اگر پسند کرے تو اُس کا نکاح میرے ساتھ کردیا جائے۔ اُس وقت حضرت نبی اکرمؐ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں تشریف لاچکے تھے۔ اور یہ غزوۂ خندق کے بعد کا واقعہ ہے۔ شاہِ حبشہ نجاشی نے آنحضورؐ کا خط ایک کنیز ابرہہ کے ہاتھ اُمِ حبیبہ ؓ کی خدمت میں بھجوادیا اور ساتھ یہ بھی پیغام دیا کہ اگر آپ ؓ نکاح کے لیے رضامند ہوں تو نکاح کے لیے اپنا کوئی وکیل مقرر کرلیں۔ اُمّ المومنین حضرت اُمّ حبیبہ ؓ نے یہ پیغام سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اظہارِ تشکر کے طور پر کنیز ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں

انعام میں دیں۔آپؓ نے حضورؐ کے اس پیغام کی اطلاع حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص کو دی اور اُنہیں ہی نکاح کے لیے اپنا وکیل مقرر کرلیا۔شاہِ نجاشی نے تقریب نکاح کا اہتمام کیا ۔تمام مسلمانوں کو دعوت دی گئی حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور حضرت عثمانؓ بھی اس تقریب میں شامل تھے۔وہاں پر ایجاب وقبول ہوا۔چار سو دینار حق مہر پر یہ مبارک نکاح پڑھا گیا اور آنحضرتؐ کی طرف سے حق مہر بھی اُسی وقت ہی ادا کر دیا گیا۔آپؓ کا نکاح 6یا7 ہجری میں ہوا اُس وقت آپؓ کی عمر 36یا37 برس کی تھی اور آنحضرتؐ کی عمر 59 سال تھی۔

(مطہر عائلی زندگی ص77- 76)

آپؓ کمزوروں اور حاجت مندوں کیلئے دل میں بہت درد رکھنے والی تھیں۔روایت میں آتا ہے کہ آپؓ نے اُس کنیز ابرہہ کو پچاس دینار دیے اور کہا کہ ''اُس دن مفلسی کی وجہ سے میں تمہیں رقم نہ دے سکی''۔کنیز نے یہ پچاس دینار اور وہ زیور یہ کہہ کر واپس کر دیے کہ ''بادشاہ نے مجھے تاکید کردی ہے کہ میں آپؓ سے کچھ نہ لوں اور یہ یقین کیجئے کہ میں محمد رسول اللہؐ کی پیروکار ہوچکی ہوں اور اللہ عزّ وجل کیلئے دینِ اسلام کو قبول کر چکی ہوں۔آپؓ مدینہ جائیں تو حضور اکرمؐ کی خدمت میں میرا اسلام پیش کردیں۔

بادشاہ نے دو کشتیوں کا بندوبست کیا اور حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی قیادت میں مسلمان مہاجرین کو مدینہ روانہ کیا۔اُن میں حضرت اُمُّ المومنین سیّدہ اُمِّ حبیبہؓ بھی تھیں۔شاہ حبشہ نے حضرت شرجیلؓ بن حسنہ کو خاص طور پر آپؓ کی دیکھ بھال اور خدمت کیلئے مامور کیا اور اُن کے ساتھ شاہ نجاشی نے بصد احترام واکرام تحائف دے کر آپؓ کو حضور نبی اکرمؐ کی خدمت اقدس میں پہنچایا۔یہ محرم 7 ہجری کی بات ہے۔جب آپؓ مدینہ پہنچیں تو آنحضورؐ اپنے جانثاروں کے ساتھ خیبر کی مہم پر تشریف لے جاچکے تھے۔اس مہم کی کامیابی کے بعد حضورؐ واپس مدینہ تشریف لائے۔(مطہر عائلی زندگی ص76-77)

آپؓ سے پہلے سات ازواج مطہراتؓ آنحضرتؐ کے عقد میں آچکی تھیں لیکن سب کا آپس میں پیار،محبت اور فدائیت کا مثالی نمونہ تھا۔حضور اکرمؐ کی مقناطیسی کشش اور حسن اخلاق کی بدولت ان میں سے ہر ایک آنحضورؐ پر قربان ہوہو جاتی تھی۔حضرت اُمِّ حبیبہؓ حضرت رسول اکرمؐ کے احکامات پر دل و جان سے عمل کرتیں۔حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتی تھیں۔آپؓ کی ذات اورشانِ اقدس کیلئے بڑی غیرت رکھتی تھیں چنانچہ جب صُلح حدیبیہ کے معاہدہ کی توسیع کیلئے ابوسفیان حضورؐ کی خدمت میں اپنی بیٹی اُمّ حبیبہؓ کے گھر حاضر ہوا،باپ بیٹی کی پندرہ سال بعد ملاقات تھی ۔جب باپ آنحضرتؐ کے بستر پر بیٹھنے لگا تو بیٹی نے بستر سمیٹ دیا اور کہا کہ ''یہ آنحضرتؐ کا بستر ہے اور تم مُشرک اور نجس ہو اور مجھے یہ پسند نہیں کہ تم آنحضرت ﷺ کے بستر پر بیٹھو۔'' باپ نے کہا :''خدا کی قسم تم میرے بعد بہت خراب ہوگئی ہو'' بیٹی نے فوراً جواب دیا۔ ''ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ نے مجھے اسلام کی نعمت سے سرفراز کیا ہے اور تم بہرے اور اندھے بتوں کی پرستش کرتے ہو حالانکہ تم قریش کے سردار ہو اور بڑے ہو۔'' بیٹی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر سردار قریش خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔آپؓ کے ایسے ہی الفاظ اور رویّے نے آنحضرتؐ کے خلاف اپنے باپ کی نفرتوں میں دراڑیں ڈال دیں اور فتح مکہ کے موقعہ پر ابوسفیان آپؐ پر ایمان لے آیا۔''محسنِ انسانیتؐ نے یہ کہہ کر اس کو عزت بخشی کہ جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا اُس کو امان دی جائے گی'' بالآخر عمر بھر کے دشمنِ اسلام ابوسفیان اب حضرت ابوسفیانؓ کہلانے لگے اور اپنے نیک انجام کو پہنچے۔

''وہ مقام عشق کو پاگئے جو بہک بہک کے سنبھل گئے''۔

یہ تھے سرکار دوعالمؐ کے حکمتوں سے بھرے ہوئے فیصلے جو آپؐ نے اپنے ازدواجی رشتوں کے متعلق فرمائے تھے۔جن کی برکت کے طفیل اسلام کے چوٹی کے دشمن بھی آپؐ کی غلامی میں آنے کو اپنی سعادت سمجھنے لگے۔(ماخوذ نبیوں کا سردار ص190)

حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے حضور اکرمؐ کو ایک دفعہ یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو روزانہ بارہ رکعت نفل پڑھے گا اس کیلئے جنت میں گھر بنایا جائے گا اس کے بعد آپؓ ساری زندگی بارہ رکعت نفل روزانہ نہایت پابندی سے پڑھتی رہیں۔

(مطہر عائلی زندگی ص 77.78)

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت اُمّ المومنین اُمِّ حبیبہ کے پاس انکے بھائی معاویہؓ کو بیٹھے دیکھا تو اسے،بہن بھائی کی محبت کے طبعی تقاضہ کا ایک خوبصورت جلوہ تصور فرماتے ہوئے خود بھی پاس بیٹھ گئے اور پوچھا ''اُمِّ حبیبہ! کیا تمھیں معاویہ پیارا ہے؟'' توانھوں نے کہا ''ہاں یا رسول اللہؐ! اس پر آپؐ نے فرمایا''اگر تمھیں پیارا ہے تو مجھے بھی پیارا ہے۔(سیّد الانبیاء صفحہ 134)

آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں بڑے سے بڑا صدمہ ایک لحظہ کیلئے بھی آپؓ کی راہ میں حائل نہ ہوسکا۔جب آپؓ کے والد حضرت ابوسفیانؓ کا انتقال ہوا تو آپؓ نے تین دن کے بعد خوشبو منگوا کر رخساروں اور بازوؤں پر لگائی اور فرمایا مجھے اس کی بھی پرواہ نہ ہوتی اگر میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سن لیا ہوتا کہ ایمان دار عورت کیلئے تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں بجز شوہر کے کہ اس کے سوگ کی مدت چار مہینہ دس دن ہے(مطہر عائلی زندگی ص79)

خلیفہ وقت کی اطاعت خلیفہ وقت کی اطاعت اور نظام خلافت کے استحکام کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہ کرتیں۔جب مخالفین نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تو آپؓ ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہوکر پانی کا ایک مشکیزہ اور کچھ کھانا لے کر اپنے گھر سے نکلیں اور خچر پر سوار ہوکر حضرت عثمانؓ کے گھر کی طرف چل دیں لیکن بلوائیوں نے حضرت اُمُّ المومنینؓ کو حضرت عثمانؓ تک پہنچنے نہیں دیا۔علم وفضل میں بھی آپؓ کو کمال حاصل تھا۔حدیث پر شدت سے عمل کرتیں۔اکابر صحابہؓ نے بھی ان سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔(صحیح مسلم)

آپؓ کی وفات آپؓ نے اپنی وفات کے قریب حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلمیٰؓ کو بلایا اور فرمایا''سوکنوں میں باہم جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم لوگوں میں بھی ہو جایا کرتا تھا اس لئے مجھ کو معاف کردو'' حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کردیا اور ان کیلئے دعائے مغفرت کی۔تو آپ بولیں :'' سَرَّرْتَنِیْ سَرَّكِ اللّٰہ '' آپ نے مجھ کو خوش کیا اللہ آپ کو خوش کرے سیّدہ اُمِّ حبیبہؓ نے 44 ہجری میں 73 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔یہ انؓ کے بھائی امیر معاویہؓ کا دورِ خلافت تھا۔(ماخوذ مطہر عائلی زندگی ص79)

یہ آنحضرتؐ کی حسن تربیت اور قوت قدسیہ ہی تھی۔جس نے صحابہ کرامؓ کو آسمانِ روحانیت کے درخشندہ ستارے بنا دیا۔جن کی پیروی کرنے سے انسان ہدایت پاتا ہے۔آپؐ کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اِلتجا کرتے ہیں کہ''اے پیارے خُدا اُس پیارے نبیؐ پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔''(اتمام الحجہ۔روحانی خزائن جلد 8 ص308)

اہل مصر و افریقہ اور جزیرہ عرب کے درمیان قیامت تک کیلئے مضبوط واسطہ بننے والی خوش قسمت زوجہ مطہرہ

حضرت ماریہ قبطیہؓ

امتہ النصیر بشریٰ روسلزہائم

حضرت ماریہ قبطیہؓ جو آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ آپؓ کا تعلق مصر سے تھا۔ آپؓ کے والد محترم کا نام شمعون تھا۔ اور والدہ محترمہ رومی تھیں آپؓ حفن نامی بستی میں پیدا ہوئیں۔ جب آنحضرت ﷺ کی آواز کو دنیا کے چاروں طرف پہنچانے اور اسلام کی دعوت دینے کے لیے بہت سے حکمرانوں کو تبلیغی خطوط لکھے گئے۔ ان خطوط میں سے آپ ﷺ نے ایک خط شاہ مصر مقوقس کو بھی لکھا اور آپ ﷺ کا یہ خط حضرت حاطبؓ لے کر مصر پہنچے۔ شاہ مصر نے گو اسلام قبول نہ کیا لیکن حضرت حاطبؓ کیساتھ بڑی عزت تکریم کے ساتھ پیش آئے اور حضور ﷺ کو ایک خط تحریر کیا اور لکھا کہ "میں دو مصری لڑکیاں آپ ﷺ کے لیے تحفہ کے طور پر بھجوا رہا ہوں قبطی قوم کے نزدیک ان لڑکیوں کی بڑی عزت ہے۔ ان میں سے ایک کا نام ماریہؓ ہے۔ اور دوسری کا نام سیرین ہے۔" دراصل مصریوں میں یہ پرانا دستور تھا کہ اپنے ایسے معزز مہمانوں کو جن کے ساتھ وہ تعلقات بڑھانا چاہتے تھے۔ رشتہ کے لیے اپنے خاندان یا اپنی قوم کی شریف لڑکیوں کو پیش کر دیتے تھے۔ واپسی پر یہ دونوں لڑکیاں حضرت حاطبؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہوگئیں۔ مدینہ پہنچ کر حضرت حاطبؓ نے انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تو آنحضرت ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہؓ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ ان کی بہن سیرینؓ کو عرب کے مشہور شاعر حضرت حسانؓ بن ثابت کے عقد میں دے دیا۔ دونوں بہنیں نیک دل اور پاک سیرت تھیں۔ اس لئے ان دونوں نے اسلام کی باتوں کا جلد اثر قبول کیا۔ حضرت ماریہؓ نے حضور ﷺ کے عقد میں آنے کے بعد ام المومنینؓ کا رتبہ پایا یہ بھی انکی ایک فضیلت ہے حضور ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہؓ سے نکاح کے بعد ان کو مسجد کے قریب حضرت حارثؓ بن نعمان کے گھر میں ٹھہرایا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد انھیں عالیہ نامی جگہ میں لے گئے۔ جو بعد میں مشربہ ابراہیم کے نام سے مشہور ہوئیں۔

(ماخوذ از حضرت ماریہ قبطیہؓ ص 3، ماخوذ از مطہر عائلی زندگی ص 93)

آنحضرت ﷺ حضرت ماریہ قبطیہؓ سے بے حد شفقت و محبت سے پیش آتے تھے۔ اور آپؓ کی عزت و تکریم کرتے تھے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے۔ "قبطیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اس لیے کہ ان سے عہد اور نسب میں دونوں کا تعلق ہے۔ ان سے نسب کا تعلق تو یہ ہے کہ "اسماعیلؑ کی والدہ اور میرے فرزند ابراہیمؓ کی والدہ (ماریہؓ) دونوں اسی قوم سے ہیں۔ اور عہد کا تعلق یہ ہے کہ ان سے معاہدہ ہو چکا ہے۔" حضرت ماریہؓ نیک پاک باز اور حسنِ سیرت سے مالا مال تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں "جتنا رشک مجھے ماریہؓ پر آتا تھا۔ کسی دوسرے پر نہیں"۔ ان کے خاص اِمتیاز اور اعزاز کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ وہ اہل مصر و افریقہ اور جزیرہ عرب کے درمیان قیامت تک کیلئے مضبوط واسطہ بن گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ: "اہل ذمہ، اہل مدرہ سیاہ فاموں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کیونکہ انھیں بھی نسب اور صبر حاصل ہے۔" ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"عنقریب تم مصر فتح کر لو گے۔ چنانچہ اہالیانِ مصر سے احسان کا معاملہ کرنا ان کو ذمہ اور رحم حاصل ہے" (ماخوذ از حضرت ماریہ قبطیہؓ ص 11)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ماریہ قبطیہؓ کو ایک اور فضیلت سے نوازا۔ یعنی 8 ہجری میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ایک چاند سا بیٹا عطا فرمایا جو حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوا۔ جس کا نام ابراہیمؓ رکھا گیا۔ جسکی پیدائش کی خوشخبری آپ ﷺ کو حضرت عباسؓ کے ایک غلام ابورافعؓ نے دی۔ آپ ﷺ کو اتنی خوشی ہوئی کہ اس کے اظہار میں آپ ﷺ نے ابورافعؓ کو ایک غلام انعام میں عطا فرمایا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا۔ سر کے بال اُتروائے اور سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کر دی۔ اور بال زمین میں دفن کر دیئے۔ آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کم و بیش 18 مہینے زندہ رہے اور پھر انتقال کر گئے۔ حضرت ماریہؓ نے ان کی بڑی خدمت کی راتوں کو جاگ کر ان کی تیمارداری کی۔ لیکن ان کی زندگی کا چراغ آہستہ آہستہ بجھتا جا رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے انھیں گود میں لیا اور فرمایا: "اے ابراہیم ہم تجھے اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے نہیں بچا سکتے"۔ حضرت ابراہیمؓ کی وفات پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ماریہؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "ابراہیم میرا بیٹا ہے۔ یہ دودھ پیتے ہوئے انتقال کر رہا ہے۔ اس کے لیے جنت میں دو دایہ مقرر کر دی گئی ہیں۔ جو جنت میں اسے دودھ پلائیں گی"۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ نے عظیم الشان صبر کا نمونہ دکھایا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اگر ابراہیمؓ زندہ رہتا تو ضرور سچا نبی ہوتا"۔

(ماخوذ از حضرت ماریہ قبطیہؓ صفحہ نمبر 5,6,7,8)

آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ماریہؓ بالکل گوشہ نشین ہوگئیں۔ زیادہ وقت صرف عبادت میں گزارتیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتیں صرف تین جگہوں پر وہ کبھی کبھار حاضر ہوتیں یا تو روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دیتیں۔ یا معصوم ابراہیمؓ کی قبر مبارک پر چلی جاتیں یا کبھی اپنی بہن سیرینؓ کے گھر چلی جاتیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اپنے زمانہ خلافت میں حضرت ماریہؓ کی بہت عزت کرتے رہے اور اُنھوں نے ان کے لیے وظیفہ مقرر کیا جو ان کی وفات تک ان کو ملتا رہا۔ آپؓ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد پانچ سال تک زندہ رہیں اور محرم 16 ہجری حضرت عمرؓ کے زمانہ حکومت میں وفات پائی حضرت عمرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے قبرستان میں انہیں دفن کیا گیا۔

(ماخوذ از حضرت ماریہ قبطیہؓ ص 9,10)

اللہ تعالیٰ سے دعا کہ وہ ہم سب کو ان صالحات و قانتات میں شامل فرمائے۔ اور ہمیشہ نیک اعمال بجا لانے والیاں بنائے۔ آمین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کرنے والی
اُمُّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بشریٰ ماجد Rodgau

اس کی توصیف ہو کس طرح سے بیاں
ہے زباں شرمسار اور نادم کلام

زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ ان خوش نصیب عورتوں میں سے ہیں جن کو رحمۃ اللعالمین حضرت محمد ﷺ کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت صفیہؓ جن کا اصلی نام زینب تھا۔ آپؓ نے بنی اسرائیل کی ایک یہودی قوم میں آنکھ کھولی۔ لیکن آپؓ کے فطرتی اعلیٰ اخلاق اور نیکی کی طرف مائل پاک دِل کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے آپؓ کو اپنے رسولؐ کے لئے چن لیا۔ اور پھر ایسے حالات پیدا فرما دیئے کہ آپؓ نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اسلامی تعلیم کو اس قدر تیزی سے راسخ کر لیا کہ دیگر ازواجؓ کی طرح علمی خصوصیات کا مخزن ہو گئیں اور آپؓ نے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو عرب کی عورتوں میں رائج کرنے کی ہر ممکن کوشش بھی کی۔

آپ رضی اللہ عنہا کا شجرہ نسب اور ابتدائی حالات زندگی

آپؓ کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ آپؓ یہود کے قبیلہ بنو نظیر کے سردار ''حیی بن اخطب'' کی بیٹی تھیں۔ آپؓ کی پہلی شادی چودہ برس کی عمر میں ابنِ شکم یہودی سے ہوئی۔ بعد طلاق کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں جو جنگِ خیبر میں گرفتار ہوا اور محمود بن مسلمہؓ کو شہید کرنے کے جرم میں مار دیا گیا۔

رسول کریم ﷺ کا نکاح حضرت صفیہؓ کے ساتھ یکم محرم 7ھ جون میں ہوا۔ شادی کے وقت حضرت صفیہؓ کی عمر 17 سال تھی...... جنگِ خیبر 7ھ میں ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت صفیہؓ کے والد اور آپؓ کا بھائی قتل ہوا۔ جب خیبر کی جنگ کے سب قیدی اکٹھے کیے گئے تو قیدیوں میں حضرت صفیہؓ بھی جنگی قیدی کے طور پر ہاتھ آئیں۔ رواج کے مطابق ان قیدی عورتوں کو بھی تقسیم کیا گیا۔ دحیہ کلبیؓ نے ایک لونڈی کی حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی حضورؐ نے آپؓ کو انتخاب کی اجازت دی۔ دحیہؓ نے حضرت صفیہؓ کو منتخب کر لیا۔ اس پر ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ صفیہؓ ایک رئیس کی بیٹی ہے ماں اور باپ دونوں کی طرف سے اسے سیادت حاصل ہے وہ آپؐ کے لائق ہے اس پر آپؐ نے اس صحابیؓ کی بات کو تسلیم فرمایا اور حضرت دحیہؓ کو حضرت صفیہؓ سمیت حاضر ہونے کا حکم دیا اور اُسے دوسری عورت عنایت کی۔ (مطہر عائلی زندگی صفحہ 80-81)

حضرت صفیہؓ کے پاک دل میں حضور اقدس محمد ﷺ کی محبت و عزت اس درجہ تھی کہ آپؓ حضور کی ناراضگی کسی صورت برداشت نہ کر سکتی تھیں...... حضرت صفیہؓ حضور اکرمؐ کی نیک دل مطہرہ تھیں۔ حضورؐ کو ان کی خاطر بہت عزیز تھی آپؓ صاحبِ رؤیا خاتون تھیں۔ آپؓ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ آپؓ کی گود میں چاند آ گرا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ''جب میں نے اپنے باپ کو یہ خواب سنائی تو اس نے میرے منہ پر زور سے تھپڑ مارا اور کہا کہ کیا تو عرب کے بادشاہ سے شادی کرنا چاہتی ہے''۔ کیونکہ عرب کے لوگ چاند سے مراد عرب کی حکومت لیتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت صفیہؓ کی یہ خواب کس قدر سچائی پر مبنی تھی اور یہ خواب حقیقت کا روپ لیے اس وقت پوری ہوئی جب آپؓ کو دو جہانوں کے بادشاہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسم کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ (مطہر عائلی زندگی صفحہ 86-85)

حضور اکرم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور آپؓ کی خاندانی عزت کو قائم رکھا اور آپؓ کی آزادی ہی کو حق مہر قرار دیا......

عرب میں مالِ غنیمت کا جو بہترین حصہ امام یا بادشاہ کے لئے مخصوص ہو جاتا تھا اس کو ''صفیہ'' کہا جاتا تھا۔ چونکہ آپؓ جنگِ خیبر میں اس طریق کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں اس لئے صفیہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپؓ اپنے نام کی طرح بہترین عورت ثابت ہوئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ جب خیبر سے روانہ ہوئے تو مقامِ صہبا میں ان سے شادی کی۔ اُمِ سلیمؓ حضرت انس بن مالکؓ کی ماں نے حضرت صفیہؓ کو دلہن بنایا...... اسی طرح ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب حضورؐ مقام صہبا سے روانہ ہوئے تو حضورؐ نے خود حضرت صفیہؓ کو اپنے اونٹ پر سوار کیا اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا، یہ اس بات کا اعلان تھا کہ اب آپؓ ازواج مطہراتؓ میں شامل ہو گئی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی لازوال محبت

حضور اکرم ﷺ کے اوصاف کریمانہ اور بہترین حسنِ سلوک نے حضرت صفیہؓ کی زندگی ہی بدل ڈالی۔ خود رسول کریم ﷺ آپؓ کے حسنِ اسلام کے زیور سے آراستہ ہونے کی تعریف فرماتے۔ مدینہ پہنچ کر جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو حضرت حارث بن نعمان انصاریؓ کے مکان پر اتارا، ان کے حسن و جمال کا شہرہ سن کر انصاری عورتیں اور دوسری ازواج مطہراتؓ انھیں دیکھنے آئیں۔ جب دیکھ کر جانے لگیں تو حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا

''کَیْفَ رَأَیْتِھَا یَا عَائِشَۃ ''۔ '' اے عائشہؓ تم نے اس کو کیسا پایا۔'' حضرت عائشہؓ نے جواب دیا۔'' یہودیہ ہے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔'' یہ نہ کہو۔ وہ مسلمان ہو گئی ہے اور اس کا اسلام اچھا اور بہتر ہے''۔

رسول کریم ﷺ حضرت صفیہؓ سے بہت محبت سے پیش آتے آپؐ کا بے حد خیال رکھتے۔ حضرت صفیہؓ کے سارے خاندان کے افراد جنگ خیبر میں کام آئے یا قیدی بنا لیے گئے تھے۔ اس طرح آپؓ نہایت قابلِ رحم حالت میں تھیں حضور ﷺ حضرت صفیہؓ کی دلجوئی فرماتے اور بہت عزیز رکھتے۔

(مطہر عائلی زندگی صفحہ 81-82)

آپؓ نے جتنی زندگی بھی رسول کریمؐ کے ساتھ گزاری ہمیشہ رسول کریمؐ کے آرام کا حد درجہ خیال رکھا۔

...... اپنے ہاتھوں سے آپؐ کے لیے کھانا تیار کرتیں تھیں۔ جب آپؐ اعتکاف بیٹھتے تو خود آپؐ کو کھانا دینے جاتیں ...... حضرت صفیہؓ کھانا بہت اچھا اور عمدہ پکاتی تھیں۔ اور آنحضرت ﷺ کے پاس تحفۃً بھیجا کرتی تھیں جب آپؐ دوسری ازواجؓ کے پاس تشریف فرما ہوتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی عورت صفیہؓ سے اچھا کھانا پکانے والی نہیں دیکھی۔ (مطہر عائلی زندگی صفحہ 84-85)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ حضور اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے نظیر حسنِ سلوک اور حضرت صفیہؓ سے آپؐ کی دلداری کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو سلوک تھا اور آپؐ کے اندر جو بے پناہ قوتِ جاذبہ پائی جاتی تھی۔ اس کے نتیجہ میں ایک ہی رات میں حضرت صفیہؓ کی کایا پلٹ گئی اور حضرت رسولِ کریمؐ کی ذات سے اتنا گہرا عشق ہو گیا کہ پھر کسی پرانے رشتہ دار کا خیال آپؓ کے دل میں نہ آیا۔ (خطاب جلسہ سالانہ مستورات 27 دسمبر 1983)

رسولِ کریمؐ کے اعلیٰ اخلاق اور بہترین حسنِ سلوک نے آپؓ کی زندگی ہی بدل ڈالی تھی۔ آپؐ کے گھر نیکی کا گہوارا تھے اور آپؐ کی ازواجؓ آپؐ کی رفاقت پر ناز کیا کرتی تھیں۔ اور کیوں نہ ناز کرتیں جب ایسا پیار کرنے والا شوہر اور محبوبِ خدا ان کو ملا۔ رسولِ کریمؐ کو حضرت صفیہؓ سے دلداری فرمانے کا ہمیں اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ''ایک دفعہ آپؐ سفر میں تھے (حضرت صفیہؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھیں۔) حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں۔ آنحضرتؐ کا گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں آپؐ نے اپنی رداء اور دستِ مبارک سے خود حضرت صفیہؓ کے آنسو پونچھے۔ آپؐ ان کے آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں ...... حدیث میں آتا ہے کہ غزوہ خیبر میں واپسی کے سفر میں حضور اکرمؐ اپنے اونٹ کے پیچھے اپنی عبا کو پھیلا دیتے تھے۔ اور اس پر حضرت صفیہؓ کو بٹھاتے تھے اور جب سواری پر چڑھنا ہوتا تھا تو اپنا گھٹنا قدم رکھنے کے لئے پیش کیا کرتے تھے اور حضرت صفیہؓ اپنا پاؤں اس گھٹنے پر رکھ کر پھر سواری پر بیٹھتی تھیں''۔

(مطہر عائلی زندگی صفحہ 83)

آپ رضی اللہ عنہا کی آپؐ سے والہانہ محبت

جہاں یہ روایات آپؐ، محسن نسواں کی اپنی زوجہ مطہرہؓ کے ساتھ محبت، شفقت اور دلداری کی کیفیات سے معمور ہیں وہاں آپؐ کی زوجہ مطہرہؓ نے بھی آپؐ سے والہانہ محبت کی اور دل سے آپؐ کے سلوک کی شکر گزار ہوتیں۔ آپؓ کی والہانہ محبت کا پتہ ہمیں اس روایت سے ملتا ہے کہ ''جب حضور ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت صفیہؓ بے چین ہو گئیں اور حسرت سے بولیں۔'' کاش! آپؐ کی بیماری مجھ کو ہو جاتی''۔ ازواجؓ نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔'' یہ سچ کہہ رہی ہیں''۔ یعنی اس میں تصنع کا شائبہ نہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ حضرت صفیہؓ سے کسی بات پر ناراض تھے حضرت صفیہؓ نے کہا'' اے عائشہؓ اگر تم سرورِ عالم ﷺ کو مجھ سے راضی کر دو تو میں اپنی باری تم کو بخش دوں گی۔ میں نے ان سے کہا اچھی بات ہے ۔۔۔ حضرت صفیہؓ کی باری کے دن میں سرورِ عالم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا ''اے عائشہؓ تم کیسے آ گئیں واپس جاؤ یہ تو صفیہؓ کی باری ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور پھر سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کو بتا دیا جسے سن کر آپؐ حضرت صفیہؓ سے خوش ہو گئے''۔

آنحضرتؐ کی یہ عاشقہ صادقہ، علم و ذہانت کا مرقع، حسنِ صورت اور حسنِ سیرت سے مالا مال ہستی 50ھ کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئیں جبکہ آپؓ کی عمر 60 سال تھی۔

(مطہر عائلی زندگی صفحہ 84-85-86)

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آپؓ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ آپؓ سے راضی رہے اور آپؓ کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے۔ آمین۔

صحابیاتؓ کی قربانیاں

صحابیاتؓ نے جو قربانیاں کیں آج تک دنیا کے پردے پر اس کی مثال نہیں ملتی ان کی قربانیاں جو انہوں نے اپنی جان پر کھیل کر کیں اللہ تعالیٰ کو ایسی پیاری لگیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ان کو کامیابی عطا کی اور دوسری قومیں جس کو صدیوں میں نہ کر سکیں ان کو صحابہؓ اور صحابیاتؓ نے چند سالوں کے اندر اندر کر کے دکھا دیا۔

(اوڑھنی والیوں کے لیئے پھول صفحہ نمبر 423)

غلاموں کو آزاد کرنے کا بہت شوق رکھنے والی زوجہ مطہرہؓ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

آصفہ احمد Obertshausen

تعارف: ۔حضرت میمونہؓ کا تعلق اہل نجد سے تھا جو اسلام کے بہت بڑے دشمن تھے اور یہ وہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کے ستر قاری اور حافظ قرآن شہید کئے تھے۔اُم المومنین حضرت میمونہؓ کا اصل نام برہ تھا۔آپؓ کے والد کا نام حارث بن حزن اور والدہ کا نام ھند تھا۔آپؓ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔آپؓ کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر الثقفی سے ہوا۔ان سے طلاق ہو جانے کے بعد آپؓ کا نکاح ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا۔7ھ میں ابورہم نے وفات پائی تو حضرت میمونہؓ بیوہ ہو گئیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ہادی علی چوہدری ص171)

آپؓ کی آنحضرتﷺ سے شادی: ۔7 ہجری میں رسول کریمؐ جب عمرہ کیلئے مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے تو آپؓ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے آپؐ سے حضرت میمونہؓ سے نکاح کرنے کی درخواست کی آپؐ رضا مند ہو گئے چنانچہ احرام کی حالت میں ہی شوال 7 ہجری میں ۵۰۰ درہم حق مہر پر آپؓ کا نکاح حضرت رسول کریمؐ سے ہوا اس وقت آپؓ کی عمر36 سال تھی حضرت عباسؓ اس نکاح کے متولی بنے عمرہ سے فارغ ہو کر حضور اکرمؐ نے سرف کے مقام پر جو مکہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔قیام فرمایا حضورؐ کے غلام حضرت ابورافعؓ حضرت میمونہؓ کو ساتھ لے کر اسی جگہ آ گئے اور یہیں رسم عروسی ادا ہوئی۔آپؓ کی زوجیت میں آنے کے بعد آپؐ کا نام میمونہؓ رکھا گیا۔حضور اکرم ﷺ کا یہ آخری نکاح تھا اور حضرت میمونہؓ آپ کی آخری زوجہ مطہرہؓ تھیں۔(ماخوذ سیر الصحابیات مولانا سعید انصاری ندوی ص87)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت میمونہؓ کی آنحضرت ﷺ سے شادی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کی سالی میمونہؓ جو دیر سے بیوہ ہو چکی تھیں۔مکہ میں تھیں حضرت عباسؓ نے خواہش کی کہ رسول اللہ ﷺ اس سے شادی کر لیں۔آپؐ نے اسے منظور فرما لیا۔چوتھے دن مکہ والوں نے مطالبہ کیا۔آپؐ حسب معاہدہ مکہ سے نکل جائیں۔اور آپؐ نے فوراً تمام صحابہؓ کو حکم دیا کہ فوراً مکہ چھوڑ کر مدینہ روانہ ہو جائیں۔مکہ والوں کے احساسات کا خیال کر کے نئی بیاہی بیوی میمونہؓ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ بعد میں اسباب کی سواریوں کے ساتھ آ جائیں اور خود اپنی سواری دوڑا کر حرم کی حدود سے باہر نکل گئے اور وہیں شام کے وقت آپؐ کی بیوی میمونہؓ پہنچا دی گئیں۔اور پہلی رات وہیں جنگل میں میمونہؓ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئیں۔(نبیوں کا سردار از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صفحہ177)

آپؓ کے اوصاف: ۔آپؓ بہت خدا ترس خاتون تھیں اپنے مہربان خاوند کی خوشیوں پر بہت خوش ہوتیں تھیں۔حضورؐ کا سلوک حضرت میمونہؓ سے بہت نرمی والا تھا آپؐ کا اپنی ازواجؓ سے مہرو محبت اور شفقت کا تذکرہ حضرت میمونہؓ نے اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ان کو ایک مسئلہ بتاتے ہوئے فرمایا۔حضرت میمونہؓ حضورؐ سے گہری محبت رکھتی تھیں آپؓ کی حضورؐ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے ہر ارشاد پر سختی سے عمل پیرا تھیں اور حضور اکرمؐ کی راسخ الخیال بیوی تھیں۔آپؓ کو حضورؐ کی معیت میں حج کی سعادت نصیب ہوئی حضرت میمونہؓ کو بے انتہا فضل و کمال حاصل تھا۔

ایک مرتبہ حضرت میمونہؓ کا ایک رشتہ داران کے پاس آیا اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی آپؓ نے اس کو بہت سختی سے جھڑک دیا اور کہا کہ آئندہ کبھی میرے ہاں نہ آنا۔حضرت میمونہؓ کے اعلیٰ اخلاق پر حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔"اِنَّهَا كَانَتْ اِتْقَانَا اللّٰهِ وَ اَوْ صَلُنَا لِرَّ حِمِ"۔"بخدا میمونہ اس دنیا سے چلی گئی۔وہ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور ہم سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی تھی"۔آپؓ بہت عبادت کرنے والی تھیں۔آپؓ نے آنحضرت ﷺ سے سن لیا تھا کہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہوتا ہے۔آپؓ کوشش کرتیں کہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھیں بلکہ آپؓ نے یہ بات دوسری خواتین کو بھی بتائی۔مدینہ میں ایک دفعہ ایک عورت سخت بیمار ہوئی۔اس نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گی اللہ نے اسے شفا دی اور اس نے اپنی منت پوری کرنے کیلئے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا۔سفر پر روانہ ہونے سے پہلے حضرت میمونہؓ سے رخصت لینے آئی اور تمام ماجرا بیان کیا۔حضرت میمونہؓ نے اسے سمجھایا کہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے۔تم یہیں رہو اور مسجد نبویؐ میں نماز پڑھ لو۔

(بحوالہ امہات المومنین حضرت میمونہؓ از امتہ الرشید رسالہ صفحہ9-11)

آپؓ کا توکل علی اللہ: ۔حضرت میمونہؓ غریبوں کی مدد کرنے کے لئے کبھی کبھی قرض بھی لے لیتی تھیں۔ایک بار زیادہ رقم قرض لے لی تو کسی نے کہا کہ آپ کس طرح اس کو ادا کریں گی۔فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ"کوئی مسلمان جب قرض لیتا ہے تو اسے اللہ پر بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ اسے ادا کر دے گا۔(ماخوذ سیر الصحابیات صفحہ 89)

غلاموں کو آزاد کرنے کا بہت شوق رکھنے والی زوجہ مطہرہ: ۔حضرت میمونہؓ کو غلام آزاد کرنے کا بہت شوق تھا۔ایک غلام لونڈی کو آزاد کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ"اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا"۔ایک اور واقعہ ہے کہ آپؓ نے ایک لونڈی کو آزاد کیا۔مگر اس کے متعلق آنحضور ﷺ سے پوچھا ہوا نہیں تھا۔جب آنحضرت ﷺ گھر تشریف لائے تو آپؓ نے عرض کیا"یا رسول اللہ! کیا آپؐ کو معلوم ہے میں نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا ہے۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا"کیا واقعی؟" آپؓ نے کہا"جی ہاں" حضور ﷺ نے فرمایا کہ"اگر تم وہ لونڈی اپنے ماموں کو دیتیں تو تم کو زیادہ ثواب ملتا"۔

آپؓ سے مروی احادیث: ۔آپؓ کا حافظہ بہت اچھا تھا۔بہت جلد بات ذہن نشین کر لیتی تھیں۔آپؓ سے 76 احادیث مروی ہیں۔جن میں بعض سے ان کی فقہ دانی کا پتہ چلتا ہے۔

(بحوالہ امہات المومنین حضرت میمونہؓ از امتہ الرشید رسالہ صفحہ13-10)

وفات: ۔حضرت میمونہؓ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد50 سال زندہ رہیں اور 80 سال کی ہو کر فوت ہوئیں مگر اس برکت والے تعلق کو ساری عمر نہ بھلا سکیں۔80 سال کی عمر میں جب جوانی کے جذبات سرد ہو چکے ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے 50 سال بعد جو عرصہ ایک مستقل عمر کہلانے کا مستحق ہے میمونہؓ فوت ہوئیں اور اس وقت انھوں نے اپنے اردگرد کے لوگوں سے درخواست کی کہ جب میں مرجاؤں تو مکہ کے باہر ایک منزل کے فاصلے پر اس جگہ جس جگہ رسول کریم ﷺ کا خیمہ تھا اور جس جگہ پہلی دفعہ آپؐ کی خدمت میں پیش کی گئی تھی میری قبر بنائی جائے اور اس میں مجھے دفن کیا جائے۔(نبیوں کا سردار از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صفحہ 178)

حضرت ابن عباسؓ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں اُتارا۔اور جب آپؓ کا جنازہ اُٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا"یہ رسول ﷺ کی بیوی ہیں جنازے کو زیادہ حرکت نہ دو۔باادب آہستہ لے چلو"۔

(ماخوذ مطہر عائلی زندگی:ص89-88)

اللہ تعالیٰ آپؓ کے وجود پر ہزاروں ہزار برکتیں نازل فرماتا چلا جائے۔آمین۔

صحابیاتؓ کا مثالی پردہ

﴿مرسلہ:۔ منصورہ باجوہ صاحبہ۔ Klein Gerau﴾

پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں تحقیر نہیں
جو رنگ حیا سے عاری ہو عورت کی تصویر نہیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

"اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنوں کی بیویوں سے کہہ دے کہ (جب وہ باہر نکلیں) اپنی بڑی چادروں کو سروں پر سے گھسیٹ کر اپنے سینوں تک لے کر آیا کریں یہ امر اس بات کو ممکن بنا دیتا ہے کہ وہ پہچانی جائیں"
(تفسیر صغیر، سورہ الاحزاب ۶۰)

"پردہ عورت کا وقار ہے" کس قدر خوبصورت جملہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جو مقام عورت کو معاشرہ میں دلوایا ہے۔ اس مقام کو برقرار رکھنے کے لئے پردہ کا حکم فرمایا کہ ایسا پردہ کریں کہ جس سے عورت کا وقار قائم رہے اور جو قرآن کریم کے مطابق ہو خواہ وہ چادر ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ سورۃ النور میں فرماتا ہے:

"اور مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس (زینت) کے جو آپ ہی آپ بے اختیار ظاہر ہوتی ہو۔" (تفسیر صغیر، سورہ النور ۳۲)

اس طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ "حد سے بڑھی ہوئی بے حیائی ہر مرتکب کو بدنما بنا دیتی ہے اور شرم و حیاء ہر حیادار کو حسن سیرت بخشتا ہے اور اسے خوبصورت بنا دیتا ہے"
(حدیقۃ الصالحین، ص ۷۶۹ مطبوعہ ۲۰۰۳ء)

آنحضرت ﷺ نے پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد ازواجِ مطہراتؓ کو پردہ کی پابندی کروائی۔ پردہ ہر حال میں لازم ہے اس کا پتہ اس حدیث شریف سے چلتا ہے کہ حضرت اُمّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں اور میمونہؓ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں کہ "اچانک عبداللہ بن مکتومؓ (جو نابینا تھے) آ گئے۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "ان سے پردہ کرو"۔ میں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ کیا وہ نابینا نہیں"؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "کیا تم (دونوں) بھی نابینا ہو؟"
(ابوداؤد، ترمذی) (پردہ کیوں؟، از رضیہ درد صاحبہ ص ۵۵)

اسی طرح حضرت انسؓ کی ایک روایت ہے کہ غزوہ عسفان سے واپسی پر وہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ کے پیچھے اونٹنی پر حضرت صفیہؓ بھی تشریف فرما تھیں۔ اونٹنی کے ٹھوکر کھانے کی وجہ سے دونوں گر گئے۔ آپ ﷺ کو سہارا دینے کے لیے ابوطلحہؓ لپکے تو آپ ﷺ نے فرمایا "عورت کا خیال کرو"۔ حضرت ابوطلحہؓ یہ سُن کر منہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہؓ کے پاس آئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ پھر ان دونوں کے لئے سواری کو درست کیا اور آپ ﷺ اور حضرت صفیہؓ اس پر سوار ہو گئے۔ (سیرت خاتم النبیینؐ جلد دوم از ہادی علی چوہدری صاحب، ص ۲۰۰)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں تھے۔ حضرت صفیہؓ آپ ﷺ سے ملنے مسجد میں آئیں کچھ دیر گفتگو کے بعد جب وہ رخصت ہونے لگیں تو آپ ﷺ اُن کو گھر تک چھوڑنے کے لیے ان کے ہمراہ نکل آئے۔ جب آپ دونوں گلی میں سے گزرتے ہوئے حضرت اُم سلمہؓ کے دروازہ کے پاس پہنچے تو وہاں سے دو انصاری نوجوان گزر رہے تھے۔ اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا "ذرا ٹھہرو"۔ آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کے چہرے سے نقاب اُٹھا دیا اور فرمایا کہ دیکھ لو "یہ صفیہؓ بنتِ حیی ہیں وہ بولے: "یا رسول اللہ ﷺ کیا کسی کو آپ ﷺ کے بارہ میں بھی سوءِ ظن ہو سکتا ہے" آپ ﷺ نے فرمایا "شیطان خون کی مانند انسان کے تن بدن میں پھرتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ کہیں تمھارے دلوں میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔"
(سیرت خاتم النبیینؐ جلد دوم از ہادی علی چوہدری: ۲۰۱)

ازواجِ مطہراتؓ نے پردہ کے احکام کے اندر رہ کر تمام کام کیے، وہ آنحضرت ﷺ کی تقریریں اور خطبات سنتی تھیں۔ خود دینی علم سیکھا۔ اور دوسرا کو سکھایا۔ وہ قومی کاموں میں مشورہ دیتی تھیں، وہ حج میں مردوں کے پہلو بہ پہلو مراسم حج ادا کرتیں تھیں۔ وہ سفروں میں مردوں کے ساتھ جاتی تھیں۔ پردہ کے اندر رہتے ہوئے غیر محرم مردوں سے ضرورت پیش آنے پر ملاقات کرتیں، اور ان کی بات سنتیں اور اپنی بات سناتی تھیں۔ وہ جنگوں میں شریک ہوتیں، زخمیوں کی تیمارداری اور نرسنگ کی خدمات سرانجام دیتیں اور ضرورت پڑتی تو میدانِ جنگ میں تلوار بھی چلا لیتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ نے خود بھی جنگوں میں حصّہ لیا اور ایک دفعہ ایک جنگ کی کمان کی۔ جنگِ جمل میں آپؓ نے اونٹ پر بیٹھ کر سارے لشکر کی کمان کی تھی۔ جب پردہ کے احکام نازل ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے پردہ کی سختی سے پابندی کی۔ اور پردہ کے احکام کے اندر رہتے ہوئے تمام کام کیے۔ بعض اوقات علوم دین کے تعلق میں اجتماعات کو خطاب فرمایا۔

اور صحابہؓ بکثرت دین سیکھنے کے لیے آپؓ کے دروازے پر حاضری دیا کرتے تھے۔ پردہ کی پابندی کے ساتھ آپؓ تمام سائلین کے تشفی بخش جواب دیا کرتیں تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے گھر میں ایک پردہ ڈال رکھا تھا۔ جو صحابی کوئی مسئلہ پوچھنے آتے۔ آپؓ پردہ کے پیچھے سے اس سے کلام فرمایا کرتیں۔۔ وفات کے وقت تک یہی طریقہ رہا۔ (حضرت عائشہ: ص ۲۰)

آنحضرت ﷺ کے بہت سے احکام کی تشریح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ اور تو اور حضرت محمد ﷺ سے یہ سرٹیفیکیٹ حاصل کیا کہ "آدھا دین عائشہ سے سیکھو۔" (مطہر عائلی زندگی از امۃ الرفیق صاحبہ، ۱۳۵)

اسی طرح ایک اور مسلمان صحابیہ حضرت خولہؓ بہادری کی وجہ سے مشہور ہیں۔ انہوں نے پردہ کے احکام کے اندر رہ کر بے شمار جنگیں لڑیں اور دشمن کے حملوں کو

ناکام بنایا۔

ایک دفعہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو رومیوں کے ساتھ معرکہ درپیش تھا۔ جس میں رومیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ خطرہ تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں نہ اُکھڑ جائیں۔ لڑائی کے دوران مسلمانوں نے ایک نقاب پوش زرہ بکتر سوار کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ پلٹ پلٹ کر دشمن کی فوج پر حملہ کر رہا ہے۔ کشتوں کے پشتے لگا دیتا ہے صفوں کو چیرتا ہوا کبھی اِدھر نکل جاتا ہے اور کبھی اُدھر نکل جاتا ہے اور اس کو دیکھ کر مسلمان لشکر نے آپس میں باتیں شروع کیں کہ یہ تو ہمارے سردار حضرت خالد بن ولیدؓ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا...... اِتنے میں انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو آتے دیکھا اور بڑے متعجب ہوئے اور ان سے کہا کہ اے سردار یہ سوار کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے بھی اس کا پتہ نہیں میں تو اس قسم کے جری اور بہادر سوار کو پہلی دفعہ دیکھ رہا ہوں اسی اثناء میں وہ سوار اس حال میں واپس لوٹا کہ خون سے لت پت تھا اور اُس کا گھوڑا بھی پسینے میں شرابور اور دم توڑنے کے قریب تھا۔ وہ گھوڑے سے اُترا تو حضرت خالد بن ولیدؓ آگے بڑھے اور پوچھا ”اے اسلام کے مجاہد بتا تو کون ہے؟ ہماری نظریں تجھے دیکھنے کو ترس رہی ہیں اپنے چہرے سے نقاب اُتار۔“ لیکن اُس نے کوئی توجہ نہ کی نہ ہی زرہ اُتاری اور نہ پردہ اُتارا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ حیران ہوئے اِتنا بڑا مجاہد اور اِطاعت کا یہ حال ہے اُنہوں نے پھر کہا اے جوان! ہم تجھے دیکھنے کے لئے ترس رہے ہیں اپنے چہرہ سے پردہ اُتار اِس پر اُس سوار نے کہا ”اے آقا! میں نافرمان نہیں ہوں۔ مگر مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ تو نے پردہ نہیں اُتارنا میں ایک عورت ہوں اور میرا نام خولہ ہے“۔ بہر حال انہوں نے پردہ نہیں اُتارا۔

(فیوض الاسلام۔ ترجمہ فتوح الشام صفحہ 98 تا 101) (خدیجہ شمارہ ۱:۲۰۰۶ء، ص ۳۶)

ایک دفعہ جب مدینے پر کفّار کا حملہ ہوا تو مرد خندق کھود کر ایک طرف شہر کی حفاظت کر رہے تھے۔ تو دوسری طرف گھروں کی حفاظت مسلمان صحابیاتؓ نے اپنے ذمہ لے لیں۔ اور جب یہودیوں نے اپنا ایک آدمی جاسوسی کے لیے بھیجا۔ تو ایک مسلمان صحابیہ حضرت صفیہؓ، جو حضرت محمد ﷺ کی پھوپھی تھیں، نے اِس کو زخمی کر کے مار گرایا۔ اس یہودی کا سر کاٹ کر باہر پھینک دیا جہاں یہودی جمع تھے تا کہ دوسرے یہودی اس سے عبرت سیکھیں اور سمجھیں کہ یہاں کافی مرد حفاظت کے لیے موجود ہیں اِسی طرح جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے تو اس وقت مسلمان صحابیاتؓ ہی تھیں جنہوں نے دین کی غیرت میں اور آنحضرت ﷺ کی محبت میں ایک مثالی کردار ادا کیا اور وفاؤں کی ایک نئی مثال قائم کر دی۔

پردہ صرف یہ نہیں کہ گھر میں بند ہو جاؤ۔ بلکہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ”حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ ”باہر کی ہوا کھاؤ“ گھر کی چار دیواری کے اندر ہر وقت بند رہنے سے بعض اوقات کئی قسم کے امراض حملہ کرتے ہیں“

(ملفوظات جلد سوم: ص ۵۵۸)

پردے میں رہتے ہوئے آپ ﷺ اپنی ازواج کی تفریح اور دلداری کا بھی خیال رکھتے تھے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کیا اُس بار تو حضرت عائشہ آگے نکل گئیں لیکن جب ایک عرصہ بعد آپ ﷺ دوسری دفعہ ان کیساتھ دوڑے تو اس وقت وہ پیچھے رہ گئیں جس پر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ”لو عائشہ! اب وہ بدلہ اُتر گیا ہے۔“

(سیرت خاتم النبیین ﷺ جلد دوم، ہادی علی چوہدری: ۱۹۷)

جب ﷺ کسی سفر پر روانہ ہونے لگتے تو کسی زوجہ کو ساتھ لے جاتے۔ اس انتخاب کے لئے آپ ﷺ قرعہ اندازی فرماتے اور جس کے نام کا قرعہ نکلتا آپ ﷺ اسی زوجہ مطہرہ کو اس سفر میں اپنے ہمراہ لے جاتے۔

(سیرت خاتم النبیین ﷺ جلد دوم، ہادی علی چوہدری: ۱۹۹)

حضرت عائشہؓ کے پردے کی انتہا یہ ہے کہ ”جب حضرت عمرؓ شہید ہونے کے بعد آپؓ کی اجازت سے آپؓ کے حجرے میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ دفن ہوئے تو حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اب آنحضرت ﷺ کے مزار اقدس پر بے پردہ جاتے ہوئے حجاب آتا ہے۔ کیونکہ وہاں عمرؓ دفن ہیں“۔ کتنی پابندی کی پردے کی حالانکہ مردے ہزاروں من مٹی کے نیچے پڑے نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سُن سکتے ہیں پھر بھی حجاب اور حیا کا یہ عالم تھا“۔

پھر آپؓ فرماتی ہیں کہ ”جب ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ حج کے موقع پر احرام باندھے ہوئے چلتے تھے۔ تو جب قافلے والے ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنا منہ ڈھانپ لیتی تھیں۔ جب قافلے والے گزر جاتے تو منہ کھول دیتی تھیں۔ کتنی پابندی کرتی تھیں پردہ کی۔ (حضرت عائشہ، از رضیہ درد صاحبہ، ص ۲۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی پردے کی صحیح روح کو سمجھنے کی توفیق دے (آمین)

حضرت ام حرامؓ بنت ملحانؓ

حضرت ام حرامؓ پہلے سمندری شہیدوں میں سے تھیں اور وہ پہلی مجاہدہ خاتون تھیں۔ بحر ابیض میں پہلی جنگ کرنے والی خاتون اور بحری جنگ میں سب سے پہلی راہ حق میں شہید ہونے والی صحابیہ کا اعزاز بھی انہیں حاصل تھا۔ آپ کو سر زمین قبرص میں دفن کیا گیا۔

حضرت ام حرامؓ کی اولاد میں تین لڑکوں کے نام ملتے ہیں۔ حضرت عمروؓ بن قیس انصاری سے حضرت قیسؓ اور حضرت عبداللہؓ اور حضرت عبادہؓ بن صامت سے محمدؓ۔ حضرت قیسؓ نے غزوہ احد میں اپنے باپ کے ساتھ شہادت پائی۔ حضرت ام حرام سے پانچ احادیث مروی ہیں

حضرت ام حرامؓ ان جلیل القدر صحابیات میں سے تھیں جو نیکیوں میں سبقت لے گئیں۔ اور اپنے اعلیٰ اخلاق وفضائل کی بدولت مسلمان عورتوں کے لئے مشعل راہ بنیں۔ ان کی زندگی اور موت خدا اور اس کے رسول کی رضا اور خوشنودی کیلئے تھی۔ اپنی زندگی میں ہر دکھ انتہائی صبر و حوصلے سے برداشت کیا اور راضی برضا رہیں۔

حضرت ام حرامؓ کے فضائل میں یہ ہی کافی ہے کہ حضور ﷺ اپنی مہربانی اور لطف وکرم ان کے ساتھ خاص طور پر رکھتے تھے اور ان کو اپنے اہل بیت کا درجہ دیتے تھے۔ انہی فضیلتوں اور عظیم اعمال کے ساتھ اسلام کی تاریخ میں زندہ جاوید ہو گئیں۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ (حضرت اُمّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنھا بنت ملحانؓ مصنفہ طاہرہ ریاض صاحبہ۔ پاکستان۔ صفحہ نمبر 7.8)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ ایک بیٹا عطا فرمائے گا جو مصلح موعود ہوگا اور اس کی تفصیل میں آپؑ نے بہت ساری خصوصیات بیان فرمائی تھیں۔

یہ پیشگوئی جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے، گو تفصیل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور مسیح ومہدی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اب دوبارہ کی لیکن اس کی بنیاد تو آج سے چودہ سو سال بلکہ اس سے بھی زائد عرصہ پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پر ہے۔

اس سال پیشگوئی مصلح موعودؓ کے 125 سال پورے ہو رہے ہیں۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہو گی جب ہم میں بھی اس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغ اسلام اور اصلاح کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 18/فروری 2011ء بمطابق 18/تبلیغ 1390 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ - اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ - اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ - اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ - صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ.

دو تین دن ہوئے مجھے ہمارے یہاں کے مشنری انچارج عطاء المجیب راشد صاحب نے لکھا کہ اس سال پیشگوئی مصلح موعود کے ایک سو پچیس سال پورے ہو رہے ہیں۔ مجھے اُن کے خط کی طرز سے یہ لگا کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس موضوع پر ایک خطبہ دوں، گو کہ انہوں نے واضح طور پر تو نہیں لکھا تھا۔ اس موضوع پر ہر سال جلسے بھی منعقد ہوتے ہیں۔ دو سال پہلے میں ایک خطبہ بھی دے چکا ہوں۔ گو کہ ایک خطبہ میں اس موضوع کا پوری طرح احاطہ نہیں ہو سکتا۔ پہلے تو مَیں اس طرف مائل نہیں تھا لیکن پھر طبیعت اس طرف مائل ہوئی کہ یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو کسی شخص کی ذات سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس پیشگوئی کی اصل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے۔ اس لئے اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ اور پھر اس لئے بھی کہ گو جماعتی طور پر جہاں آزادی ہے وہاں تو جلسے بھی ہو جاتے ہیں۔ مختلف موضوع ہیں۔ پیشگوئی کے مختلف پہلو ہیں۔ اُن کو مختلف مقررین بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن پاکستان میں تو ویسے ہی جلسوں پر پابندی ہے۔ اُن کے لئے بھی یہ موضوع ایسا ہے کہ نئی نسل کے لئے بھی ضروری ہے۔ نوجوانوں کو بھی اس بارے میں علم ہونا چاہئے۔ نئے آنے والوں کو بھی علم ہونا چاہئے۔ پھر صرف نئے آنے والوں کو ہی نہیں بلکہ انسان کی طبیعت میں جو اتار چڑھاؤ رہتا ہے اُس کی وجہ سے بعید نہیں کہ بعض بڑی عمر کے لوگ بھی اتنا زیادہ اس موضوع کو نہ جانتے ہوں۔ اس پر غور نہ کیا ہو اور آج اُن کی طبیعت اس طرف مائل ہوئی ہو۔ بہر حال اس وجہ سے یہ موضوع چاہے کچھ حد تک ہی ہو، بیان کرنا ضروری ہے۔ باتوں کو بار بار دہرائے جانے سے نئے ہوں یا پرانے ہوں، اُن کے علم اور ایمان اور عرفان میں اضافہ ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ جماعت جس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے تیزی سے نئے ملکوں میں، نئی جگہوں پر پھیل رہی ہے۔ وہاں جو مقررین ہیں یا جو معلمین مقرر ہیں، اُن کو ہر بات کا اتنا علم نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو پیشگوئیاں ہیں ان کا نہ صحیح طرح سے علم ہے، نہ اتنی گہرائی میں جا کر بیان کر سکتے ہیں۔ تو اس پہلو سے بھی مَیں نے اس کا بیان کرنا ضروری سمجھا۔ بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا، گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عطا فرمائے گا جو مصلح موعود ہوگا اور اس کی تفصیل میں آپ نے اس کی بہت ساری خصوصیات بیان فرمائی تھیں۔ لیکن یہ پیشگوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بیان فرما کر چودہ سو سال پہلے بیان فرما دی تھی کہ يَنْزِلُ عِيْسٰى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ کہ عیسیٰ ابن مریم جب زمین پر نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے اور اُن کی اولاد ہوگی۔

(مشکاۃ المصابیح کتاب الرقاق باب نزول عیسیٰ الفصل الثالث حدیث نمبر 5508 دار الکتب العلمیۃ ایڈیشن 2003)
(الوفاء باحوال المصطفیٰؐ لابن جوزی مترجم محمد اشرف سیالوی صفحہ 843 ناشر فرید بک سٹال لاہور)

اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں، عیسیٰ ابن مریم کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری احادیث میں فرمائی ہے کہ وہ کون ہیں؟ بخاری کی حدیث ہے۔ مسلم

نے بھی اور حدیثوں کی کتب نے بھی اس کو درج کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ، اور فَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہوگی جب ابن مریم مبعوث ہوگا جو تمہارا امام اور تم میں سے ہوگا۔ اور پھر یہ بھی روایت میں ہے کہ یہ تم میں سے ہونے کی وجہ سے تمہاری امامت کے فرائض بھی سرانجام دے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم حاکما بشریة......حدیث 392,394)

پھر ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ عیسیٰ ابن مریم کا زمانہ پائے گا اور وہی امام مہدی اور حَکم وعدل ہوگا جو صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ یہ مسند احمد کی حدیث ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 479 مسند أبی هریرة حدیث نمبر 9312 عالم الکتب بیروت 1998)

پس یہ پیشگوئی جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے کو تفصیل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور مسیح ومہدی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اب دوبارہ کی لیکن اس کی بنیاد تو آج سے چودہ سو سال بلکہ اس سے بھی زائد عرصہ پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پر ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں اور اللہ تعالیٰ کے آپ پر انعامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑائی کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ تو آپ کے آقا ومطاع، سید ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کرنے کے لئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کے لئے ہیں۔ یہ تائیدی نشانات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے یہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کرنے کے لئے ہیں۔ اسلام کا زندہ خدا اور زندہ رسول ہونے کی دلیل کے طور پر یہ پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے کروائی ہیں۔ پس احمدیت اسلام سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر دنیا میں آنحضرت کا عاشق کوئی نہیں ہے۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ وافضل سب نبیوں سے اور اتم واکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پاکر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے"۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 558,557 حاشیہ درحاشیہ نمبر 3)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی بات لے لیں۔ آپ کی زندگی کے کسی عمل کی طرف نظر کر لیں، آپ کی کسی تحریر کو لے لیں، ان سب کا رُخ اللہ تعالیٰ، قرآنِ مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی نظر آئے گا۔ آپ علیہ السلام نے دنیا کو بتادیا اور بانگ دُہل یہ اعلان کیا کہ آج اگر کوئی زندہ مذہب ہے تو وہ اسلام ہے۔ آج اگر کوئی زندہ رسول ہے جو خدا سے ملاتا ہے تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی پیروی سے خدا ملتا ہے۔ اور آج اگر کوئی کامل کتاب ہے جو تمام قسم کی تحریفوں اور آلائشوں سے پاک ہے اور اپنی اصل حالت میں ہے، جس کے پڑھنے سے حقانی علوم ومعارف حاصل ہوتے ہیں، جس کے پڑھنے سے انسان کا دل پاک ہوتا ہے۔ یعنی خالص ہو کر پڑھنے سے، ورنہ تو جو پاک نہیں ہے، خالص نہیں ہے اُس کو تو قرآن پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بھی فرمایا ہے۔ پس آپ علیہ السلام نے ہمیں اس سوچ سے پُر کیا۔ ہمارے دل ودماغ کو یہ عرفان عطا فرمایا کہ آج اگر کوئی زندہ نبی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جنہوں نے ہمیں خدا سے ملایا۔ ایک براہِ راست تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا کرنے کی طرف رہنمائی فرمائی تاکہ دلوں کے اندھیرے دور ہوں اور بندے اور خدا میں ایک تعلق پیدا ہو۔ آپ کی کتاب ہی وہ زندہ کتاب ہے جس میں قیامت تک کے لئے وہ تمام احکام، اوامر ونواہی اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے طریقے بیان ہوگئے ہیں جن سے باہر سوچنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں، نہ انسان میں طاقت ہے کہ سوچ سکے۔

اس عظیم اور ہمیشہ زندہ رہنے والے نبی نے اپنی پیروی کرنے والے کا خدا تعالیٰ سے تعلق جس طرح آج سے چودہ سو سال سے زائد عرصہ پہلے سے جوڑا تھا، ویسا تعلق آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اُسی تروتازگی کے ساتھ جوڑا ہے۔ بلکہ جب وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة: 4) کی قرآنی پیشگوئی کے پورا ہونے کا زمانہ آیا تو اس عشق ومحبت کی وجہ سے جو غلام کو اپنے آقا سے تھا مسیح موعود کی بعثت ایمان کو ثریا سے زمین پر لانے کا باعث بن گئی۔ اور ایک نئی شان سے دینِ محمدیؐ دنیا میں دوبارہ مسیح موعود کے ذریعے سے قائم ہوگیا۔ آخرین جو ہیں وہ اوّلین سے جوڑ دیئے گئے۔ حدیث میں ایمان کو ثریا سے لانے کا یوں ذکر ملتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے اُس کی آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة:4) پڑھی، جس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ بعد میں آنے والے لوگ بھی اُن صحابہ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے۔ تو ایک آدمی نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی اُن میں شامل نہیں ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس شخص نے تین دفعہ یہ سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم میں بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُن کے کندھے پر رکھا اور فرمایا کہ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا (یعنی زمین سے اُٹھ گیا) تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اُس کو واپس لائیں گے۔ رَجُلٌ اور رِجَالٌ دونوں طرح کی روایتیں ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الجمعة باب قولہ و آخرین منہم......حدیث نمبر 4897)

بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسیح ومہدی ہونے کا دعویٰ تو بعد کا ہے لیکن اس سے پہلے بھی آپ اسلام کی خدمت پر کمربستہ تھے۔ اور جب آپ کو الہامِ الٰہی کے تحت صدی کا مجدد ہونے کا علم ہوا تو آپ نے ایک اشتہار انگریزی اور اردو میں شائع فرمایا اور اعلان فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس صدی کا

مجدد مقرر فرمایا ہے اور مَیں اس کام پر مامور کیا گیا ہوں کہ مَیں اسلام کی صداقت تمام دوسرے دینوں پر ثابت کروں اور دنیا کو دکھاؤں کہ زندہ مذہب، زندہ کتاب اور زندہ رسول اب اسلام اور قرآن اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے اندر روحانی طور پر مسیح ابن مریم کے کمالات ودیعت کئے گئے ہیں۔ اور آپ نے تمام دنیا کے مذاہب کو دعوت دی اور چیلنج کیا کہ وہ آپ کے سامنے آ کر اسلام کی صداقت کا بیشک امتحان لے لیں۔ اور اب اسلام ہی ہے جو روحانی امراض سے شفا کا ذریعہ بن سکتا ہے، نہ کہ کوئی اور دین۔ اس اعلان نے ہندوستان کے مختلف مذاہب میں ایک زلزلہ سا پیدا کر دیا مگر کسی میں جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کے اعلان کے مطابق اسلام کی صداقت کا تجربہ کرے۔ بڑے بڑے پادری جو اسلام چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے تھے۔ جیسے عمادالدین وغیرہ، انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ کسی قسم کے مقابلے کی یا نشان مانگنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ایک پادری سوِفٹ (Swift) اور لیکھرام وغیرہ جنہوں نے گو بظاہر آمادگی ظاہر کی لیکن بعد کے واقعات نے ان کی آمادگی کو بھی واضح کر دیا کہ یہ صرف دکھاوا تھا۔ اس سب کی تفصیل جماعت کے لٹریچر میں موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں موجود ہے۔ تاریخ احمدیت میں موجود ہے۔ اس وقت بیان تو نہیں ہو سکتی۔ بہرحال اس دعوت نے جو اسلام کی صداقت کے لئے آپ نے دی تھی اور جو اشتہار آپ نے شائع فرمایا تھا، اس کا ازالہ اوہام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی یوں ذکر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''یہ عاجز اسی قوتِ ایمانی کے جوش سے عام طور پر دعوتِ اسلام کے لئے کھڑا ہوا اور بارہ ہزار کے قریب اشتہارات دعوتِ اسلام رجسٹری کرا کر تمام قوموں کے پیشواؤں اور امیروں اور والیانِ ملک کے نام روانہ کئے۔ یہانتک کہ ایک خط اور ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری گورنمنٹ برطانیہ کے شہزادہ ولی عہد کے نام بھی روانہ کیا اور وزیر اعظم تخت انگلستان گلیڈسٹون کے نام بھی ایک پرچہ اشتہار اور خط روانہ کیا گیا۔ ایسا ہی شہزادہ بسمارک کے نام اور دوسرے نامی امراء کے نام مختلف ملکوں میں اشتہارات اور خطوط روانہ کئے گئے جن سے ایک صندوق پُر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کام بجز قوتِ ایمانی کے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ یہ بات خودستائی کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت نمائی کے طور پر ہے تا حق کے طالبوں پر کوئی بات مشتبہ نہ رہے''۔ **(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 156۔ حاشیہ)**

بہرحال اسلام کی تمام ادیان پر برتری کا کام تو آپ کرتے چلے گئے۔ اور خاص طور پر عیسائیت کے اُمڈتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے اس کے آگے ایک بند باندھ دیا۔ اس دوران آپ کے دل میں دعاؤں کی طرف توجہ دینے کے لئے خاص طور پر چلّہ کاٹنے کی تحریک پیدا ہوئی۔ تو اس کے لئے آپ نے قادیان سے باہر جا کر چلّہ کاٹنے کا ارادہ کیا۔ تو اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتایا کہ آپ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔

چنانچہ آپ نے 22 جنوری 1886ء کو ہوشیار پور کا سفر اختیار کیا اور چلّہ کشی کی جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی اور بہت سی بشارات آپ کو دیں۔ چنانچہ جب چلّہ ختم ہوا تو حضور علیہ السلام نے اپنے قلم سے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار ''رسالہ سراج منیر برنشانہائے ربِّ قدیر'' کے نام سے تحریر فرمایا، جو اخبار ریاضِ ہند امرتسر یکم مارچ 1886ء میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ اس میں آپ نے لکھا کہ:

''ان ہر سہ قسم کی پیشگوئیوں میں سے جو انشاء اللہ رسالے میں بہ بسط تمام درج ہوں گی'' (یعنی تفصیل سے بعد میں رسالہ میں درج ہوں گی) ''پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے۔ آج 20 فروری 1886ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاوّل ہے برعایت ایجاز واختصار کلمات الہامیہ نمونہ کے طور پر لکھی جاتی ہے'' (کہ مختصر طور پر میں نمونہ کے طور پر لکھتا ہوں) ''اور مفصل رسالہ میں درج ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ''۔ فرماتے ہیں کہ ''پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ واعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جلّشانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا''۔ آپ نے لکھا کہ ''(اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند، گرامی ارجمند، مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلَاءِ، كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا''۔ **(اشتہار 20 فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 102,100 مطبوعہ لندن)**

فرماتے ہیں: ''پھر خدائے کریم جَلَّ شَانُہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور مَیں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین

مبارک کہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی‘‘ (یا دوسری جو شاخ تھی) ’’اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔ اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے، عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلالوں گا۔ پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تُو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیائے بنی اسرائیل (یعنی ظلّی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے)۔ تُو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تُو مجھ سے اور مَیں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو اور اگر تم پیش نہ کر سکو (اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے) تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کیلئے تیار ہے‘‘۔

(اشتہار 20/فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول۔ صفحہ 103,102 مطبوعہ لندن)

آپ نے ضمیمہ اخبار ریاضِ ہند میں یہ اشتہار دیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس چلّہ کشی کے نتیجہ میں آپ کو جو بشارتیں دی گئی تھیں یہ اُن کا کچھ ذکر ہے۔ اور اس میں ایک بیٹے کی بشارت بھی دی گئی جس کی مختلف خصوصیات ہیں، جس کا تفصیلی جائزہ لیں تو یہ باون خصوصیات بنتی ہیں۔ بلکہ ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے اٹھاون بھی بیان فرمائی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیح آئے گا تو اُس کی اولاد ہوگی جیسا کہ میں نے ابھی پڑھ کے سنایا۔ اب اولاد تو اکثر لوگوں کی ہوتی ہے۔ اس میں کیا خاص بات ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر پیشگوئی فرمائی تھی تو یقیناً کسی اہم بات کی اور وہ یہی بات تھی کہ اُس کی اولاد ہوگی اور وہ ایسی خصوصیات کی حامل ہوگی جو دین کے پھیلانے کا باعث بنے گی، جو توحید کے پھیلانے کا باعث بنے گی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو دنیا پر ظاہر کرنے کا باعث بنے گی۔

اب اس پیشگوئی کے مطابق جس سال میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی پیدا ہوئے ہیں یعنی 1889ء میں، اسی سال میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت بھی لی۔ اُسی سال اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ بیعت بھی لے لو۔ اور یوں اس سال میں باقاعدہ طور پر اُس جماعت کی بنیاد ڈالی گئی جس نے اسلام کی تبلیغ کا کام بھی کرنا تھا، اپنی حالتوں کو بھی سنوارنا تھا اور مسیح و مہدی کی بیعت میں آ کر آنحضرتؐ کی پیشگوئی کو پورا کرنے والا بننا تھا اور آپ کے جماعت قائم کرنے کا یہی مقصد تھا۔

بہر حال اب میں دوبارہ اُن نشانوں کی طرف آتا ہوں جو مصلح موعود کے نشان کے طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ یا وہ خصوصیات یا علامات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اس موعود بیٹے کے متعلق فرمائی تھیں۔ وہ بیٹا جس کے ذریعے دنیا میں دین کی تبلیغ ہوگی اور دنیا میں اصلاح کا کام ہوگا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس سال خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا ہے، اُسی سال کے جلسہ سالانہ میں تقریر فرماتے ہوئے یہ باون علامات بیان فرمائی تھیں جن کا مَیں مختصر آپ کے الفاظ میں ہی ذکر کر دیتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

’’چنانچہ اگر اس پیشگوئی کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی میں آنے والے موعود کی یہ یہ علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قدرت کا نشان ہوگا۔ دوسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رحمت کا نشان ہوگا۔ تیسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قربت کا نشان ہوگا۔ چوتھی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فضل کا نشان ہوگا۔ پانچویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ احسان کا نشان ہوگا۔ چھٹی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ شکوہ ہوگا۔ ساتویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ عظمت ہوگا۔ آٹھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ صاحبِ دولت ہوگا۔ نویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مسیحی نفس ہوگا۔ دسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ گیارھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہوگا۔ بارھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہو گا۔ تیرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت ذہین ہوگا۔ چودھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت فہیم ہوگا۔ پندرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دل کا حلیم ہوگا۔ سولھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علومِ ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ سترھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علومِ باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اٹھارویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ انیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ دوشنبہ کا اس کے ساتھ خاص تعلق ہوگا۔ بیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فرزند دلبند ہوگا۔ اکیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ گرامی ارجمند ہوگا۔ بائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الاول ہوگا۔ تیئیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ مَظْهَرُ الْآخِر ہوگا۔ چوبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مَظْهَرُ الْحَق ہوگا۔ پچیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مَظْهَرُ الْعَلاء ہوگا۔ چھبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ كَانَ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاء کا مصداق ہوگا۔ ستائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول بہت مبارک ہوگا۔ اٹھائیسویں

علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ انتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نور ہوگا۔ اور تیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ خدا کی رضا مندی کے عطر سے ممسوح ہوگا۔ اکتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا اس میں اپنی روح ڈالے گا۔ بتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ تینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ چونتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ پینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ چھتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ سینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اڑتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دیر سے آنے والا ہوگا۔ انتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دور سے آنے والا ہوگا۔ چالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فخرِ رسل ہوگا۔ اکتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی ظاہری برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ بیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اُس کی باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ تینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ یوسف کی طرح اس کے بڑے بھائی اس کی مخالفت کریں گے۔ چوالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر الدولہ ہوگا۔ پینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شادی خاں ہوگا۔ چھیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عالمِ کباب ہوگا۔ سینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حسن واحسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہوگا۔ اڑتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ العزیز ہو گا۔ انچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے وہ کلمۃ اللہ خان ہوگا۔ پچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ناصر الدین ہوگا۔ اکیاونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فاتح الدین ہوگا اور باونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیرِ ثانی ہوگا۔''

(الموعود۔ انوار العلوم جلد نمبر 17 صفحہ نمبر 562 تا 565 مطبوعہ ربوہ)

تو یہ علامتیں ہیں جن میں سے ہر ایک علامت جو ہے وہ ایک علیحدہ تقریر کا موضوع بن سکتا ہے، جس کا اس وقت وقت نہیں۔ بہر حال یہ علامتیں تھیں۔ اگر ہم حضرت مصلح موعود کی زندگی کا جائزہ اگر لیں اور اُس کا مطالعہ کریں، آپ کے باون سالہ دورِ خلافت کو دیکھیں تو ہر علامت جو ہے آپ میں نظر آتی ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے کا جیسا کہ میں نے کہا وقت نہیں ہے۔ بعض باتوں کا تذکرہ میں آگے کروں گا اور یہ تفصیل جو ہے جماعتی لٹریچر میں موجود بھی ہے۔

یہاں یہ بھی بتا دوں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگوئی شائع فرمائی تو اُس وقت پنڈت لیکھرام نے نہایت گھٹیا زبان استعمال کرتے ہوئے ہر پیشگوئی کے مقابلے پر اپنی دریدہ دہنی اور اخلاقی گراوٹ کا مظاہرہ کیا۔ پنڈت لیکھرام کی اخلاقی حالت اور پیشگوئی پر اس کی جو غیظ وغضب کی حالت تھی اُس کے چند نمونے پیش کرتا ہوں۔ اس کو سارا بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ ایک دو مثالیں دے دیتا ہوں۔

پنڈت لیکھرام نے 18 مارچ 1886ء کو نہایت گستاخانہ لب ولہجے میں ایک مفتریانہ اشتہار شائع کیا جس میں حرف بحرف خدا تعالیٰ کے حکم سے لکھنے کا ادّعا کر کے جواب دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ مَیں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤں گا تو وہ لکھتا ہے کہ ''آپ کی ذرّیت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی'' (زیادہ سے زیادہ تین سال تک شہرت رہے گی)۔ نیز کہا کہ اگر کوئی لڑکا پیدا بھی ہوا تو وہ آپ کی پیشگوئی میں بیان شدہ صفات سے برعکس رحمت کا نشان نہیں، زحمت کا نشان ثابت ہوگا۔ وہ مصلح موعود نہیں ہوگا (نعوذ باللہ) مفسد موعود ہوگا۔

چنانچہ اس بدزبان نے پسرِ موعود سے متعلق پیشگوئی کی ایک ایک صفت کو اپنے تجویز کردہ الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر پوری بے حجابی سے لکھا (اور یہاں تک لکھ دیا کہ) خدا کہتا ہے کہ جھوٹوں کا جھوٹا ہے۔ مَیں نے کبھی اس کی دعا نہیں سنی اور نہ قبول کی''۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 280 مطبوعہ ربوہ)

اور پھر جب اس کا انجام ہوا وہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے۔ اس قسم کی دریدہ دہنی اور مفتریانہ باتوں سے اس کا اشتہار بھرا پڑا ہے۔ یہ تو ہندو تھا جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چیلنج دیا تھا۔ اسی طرح کچھ عیسائی پادریوں نے بھی جو اسلام کے مخالف تھے، اس قسم کی باتیں کیں۔ لیکن بعض مسلمان کہلانے والوں نے بھی اپنی دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا۔ ان لوگوں کی باتوں کو سن کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ اُس میں آپ نے اس موعود بیٹے کی پیشگوئی کی عظمت کے بارہ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلّ شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤوف ورحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان ایک مُردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ واولیٰ و اکمل وافضل واتم ہے کیونکہ مُردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جنابِ الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے......اس جگہ بفضلہ تعالیٰ واحسانہ وببرکتِ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاءِ موتٰی کے برابر معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مُردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مُردے کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے۔ مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟''۔

(اشتہار واجب الاظہار 22 مارچ 1886ء مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول صفحہ 99 تا 100 مطبوعہ ربوہ۔ صفحہ 114-115 مطبوعہ لندن)

بہر حال یہ پُر شوکت پیشگوئی تھی جس نے حضرت مصلح موعود کی خلافت کے باون سالہ دور میں ثابت کر دیا کہ کس طرح وہ شخص جلد جلد بڑھا؟ کس طرح اُس نے دنیا میں اسلام کے کام کو تیزی سے پھیلایا؟ مشن قائم کئے، مساجد بنائیں۔ آپ کے وقت میں باوجود اس کے کہ وسائل بہت کم تھے، مالی کشائش جماعت کو نہیں تھی، دنیا کے چونتیس پینتیس ممالک میں جماعت کا قیام ہو چکا تھا۔ کئی زبانوں میں قرآنِ کریم کا ترجمہ شائع ہو چکا تھا۔ مشن کھولے جا چکے تھے۔ اسی طرح جماعتی نظام کا یہ ڈھانچہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی بنایا تھا جو آج تک چل رہا ہے اور اس سے بہتر کوئی ڈھانچہ بن ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح ذیلی تنظیمیں ہیں اُس وقت کی بنائی ہوئی ہیں وہ بھی آج تک چل رہی ہیں۔ ہر کام آپ کی ذہانت اور فہم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قرآنِ کریم کی تفسیر ہے اور دوسرے علمی کارنامے ہیں جو آپ کے علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کا ثبوت ہیں۔

یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے خود بھی اپنے اس بیٹے کو جس کا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد تھا، مصلح موعود ہی سمجھا۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے سنا ہوا ہے کہ ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار سُنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود ہی ہیں۔ اور ہم نے آپ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ مَیں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں"۔

(الحکم جوبلی نمبر 28 دسمبر 1939ء جلد 42 شمارہ 31تا40 صفحہ 80 کالم نمبر3)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو اس وقت تک اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھہرایا جبتک خدا تعالیٰ نے آپ کو بتا نہیں دیا۔ یہ ایک لمبی رؤیا ہے جس کے بارہ میں آپ نے فرمایا کہ اس میں کشف اور الہام کا بھی حصہ ہے (جو آپ نے دیکھی تھی) اُس کے آخر میں آپ نے فرمایا کہ: "مَیں خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے۔"

(دعوی مصلح الموعود کے متعلق پر شوکت اعلان۔انوار العلوم جلد 17 صفحہ 161 مطبوعہ ربوہ)

اور آپ نے یہ رؤیا دیکھ کے 1944ء میں بیان کیا۔

اب میں بعض غیر از جماعت احباب جو ہیں اُن کی آپ کے بارے میں کچھ شہادتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ایک معزز غیر احمدی عالم مولوی سمیع اللہ خان صاحب فاروقی نے قیامِ پاکستان سے قبل "اظہارِ حق" کے عنوان سے ایک ٹریکٹ میں لکھا کہ آپ کو (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو) اطلاع ملتی ہے کہ مَیں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذرّیت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا۔ اور اس کے ذریعے سے حق ترقی کرے گا۔ اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے۔ اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو (وہ آگے لکھتے ہیں) کہ اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر ایمان سے کہو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اُس وقت موجودہ خلیفہ ابھی بچے ہی تھے اور مرزا صاحب کی جانب سے (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے) انہیں خلیفہ مقرر کرانے کے لئے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی گئی تھی۔ بلکہ خلافت کا انتخاب رائے عامہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اُس وقت اکثریت نے حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا جس پر مخالفین نے محولہ صدر پیشگوئی کا مذاق بھی اڑایا۔ لیکن حکیم صاحب کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے زمانہ میں احمدیت نے جس قدر ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے۔ (یہ غیر از جماعت لکھ رہے ہیں)۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ خود مرزا صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) کے وقت میں احمدیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ خلیفہ نورالدین صاحب کے وقت میں بھی خاص ترقی نہ ہوئی تھی لیکن موجودہ خلیفہ کے وقت میں مرزائیت قریباً دنیا کے ہر خطے تک پہنچ گئی اور حالات یہ بتلاتے ہیں کہ آئندہ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد 1931ء کی نسبت دوگنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ بحالیکہ اس عہد میں مخالفین کی جانب سے مرزائیت کے استیصال کے لئے جس قدر منظم کوششیں ہوئی ہیں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں۔ الغرض آپ کی ذریت میں سے ایک شخص پیشگوئی کے مطابق جماعت کے لئے قائم کیا گیا اور اس کے ذریعہ جماعت کو حیرت انگیز ترقی ہوئی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی من وعن پوری ہوئی (یہ انہوں نے بیان دیا)۔

("اظہار الحق" صفحہ 16، 17 مطبوعہ نذیر پرنٹنگ پریس امرتسر باہتمام سید مسلم حسن صاحب زیدی۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 286-287 مطبوعہ ربوہ)

پھر ہندوستان کے غیر مسلم سکھ صحافی ارجن سنگھ ایڈیٹر "رنگین" امرتسر نے تسلیم کیا کہ مرزا صاحب نے 1901ء میں جبکہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجودہ خلیفہ ابھی بچہ ہی تھے یہ پیشگوئی کی تھی۔ (اُس نے شعر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے لکھے ہیں) کہ

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مَہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی — فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

(یہ شعر) لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی بیشک حیرت پیدا کرنے والی ہے۔ 1901ء میں نہ میرزا بشیر الدین محمود کوئی بڑے عالم و فاضل تھے اور نہ آپ کی سیاسی قابلیت کے جوہر کھلے تھے۔ اُس وقت یہ کہنا کہ تیرا ایک بیٹا ایسا اور ایسا ہوگا، ضرور کسی روحانی قوت کی دلیل ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ میرزا صاحب نے ایک دعویٰ کر کے گدی کی بنیاد رکھ دی تھی اس لئے آپ کو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ میرے بعد میری جانشینی کا سہرا میرے لڑکے کے سر پر رہے گا، لیکن یہ خیال باطل ہے۔ اس لئے کہ میرزا صاحب نے خلافت کی شرط نہیں رکھی تھی کہ وہ ضرور مرزا صاحب کے خاندان سے اور آپ کی اولاد سے ہی ہو۔ چنانچہ خلیفہ اوّل ایک ایسے صاحب ہوئے جن کا میرزا صاحب کے خاندان سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ پھر بہت ممکن تھا کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اول کے بعد بھی کوئی اور صاحب خلیفہ ہو جاتے"۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ "چنانچہ اس موقعہ پر بھی مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور خلافت کے لئے امیدوار تھے لیکن اکثریت نے میرزا بشیر الدین صاحب کا ساتھ دیا اور اس طرح آپ خلیفہ مقرر ہو گئے"۔

لکھتے ہیں "اب سوال یہ ہے کہ اگر بڑے میرزا صاحب کے اندر کوئی روحانی قوت کام نہ کر رہی تھی تو پھر آخر آپ یہ کس طرح جان گئے کہ میرا ایک بیٹا ایسا ہوگا۔ جس وقت مرزا صاحب نے مندرجہ بالا اعلان کیا ہے، اُس وقت آپ کے تین بیٹے تھے۔ آپ تینوں کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے لیکن پیشگوئی صرف ایک کے متعلق ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک فی الواقع ایسا ثابت ہوا ہے کہ اُس نے ایک

عالم میں تغیر پیدا کردیا ہے"۔(رسالہ "خلیفہ قادیان" طبع اول صفحہ 7-8۔ از ارجن سنگھ ایڈیٹر "رنگین" امرتسر۔بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ287-288 مطبوعہ ربوہ)

پسرِ موعود سے متعلق وعدہ الٰہی تھا کہ "وہ اولوالعزم ہوگا" اور یہ کہ "وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا"۔ چنانچہ ہندوستان کے نامور صحافی خواجہ حسن نظامی دہلوی (1878-1955) اپنی قلمی تصویر کھینچتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں اُن کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئ جواں مردی کو ثابت کر دیا۔ اور یہ بھی کہ مغل ذات کارفرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل وفہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں، یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں"۔

(اخبار "عادل" دہلی۔ 24/اپریل 1933ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 288 مطبوعہ ربوہ)

پھر پسرِ موعود کے متعلق ایک اہم خبر یہ دی گئی تھی کہ "وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا"۔ یہ پیشگوئی جس حیرت انگیز رنگ میں پوری ہوئی اُس نے انسانی عقل کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے اور تحریکِ آزادی کشمیر اس پر گواہ ہے کیونکہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کا سہرا آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سر ہے۔ یہ مشہور کمیٹی حضور کی تحریک اور ہندوپاکستان کے بڑے بڑے مسلم زعماء مثلاً سر ذوالفقار علی خان، علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی دہلوی، سید حبیب مدیر اخبار سیاست وغیرہ کے مشوروں سے 25/جولائی 1931ء کو شملہ میں قائم ہوئی۔ اور اس کی صدارت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو سونپی گئی تھی اور آپ کی کامیاب قیادت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانانِ کشمیر جو مدتوں سے انسانیت کے ادنیٰ حقوق سے بھی محروم ہو کر غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے، ایک نہایت قلیل عرصے میں آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے۔ اُن کے سیاسی اور معاشی حقوق تسلیم کئے گئے۔ ریاست میں پہلی دفعہ اسمبلی قائم ہوئی اور تقریر و تحریر کی آزادی کے ساتھ انہیں اس میں مناسب نمائندگی ملی، جس پر مسلم پریس نے حضرت مصلح موعود کے شاندار کارناموں کا اقرار کرتے ہوئے آپ کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ:

"جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اور اُس زمانہ میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا، انہوں نے کام کی کامیابی کو زیرِ نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اُس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور اُمّتِ مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا"۔(سر گزشت صفحہ 293 از عبدالمجید سالک۔ اخبار "سیاست" 18/مئی 1933ء۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289 مطبوعہ ربوہ)

عبدالمجید سالک صاحب تحریکِ آزادی کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"شیخ محمد عبداللہ (شیرِ کشمیر) اور دوسرے کارکنانِ کشمیر مرزا محمود احمد صاحب اور اُن کے بعض کارپردازوں کے ساتھ...... اعلانیہ روابط رکھتے تھے۔ اور ان روابط...... کی بنا محض یہ تھی کہ مرزا صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ سے تحریکِ کشمیر کی امداد کئی پہلوؤں سے کر رہے تھے اور کارکنانِ کشمیر طبعاً اُن کے ممنون تھے"۔("ذکر اقبال" صفحہ 188۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289 مطبوعہ ربوہ)

علامہ نیاز فتح پوری صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کی مشہور تفسیر کبیر کا جب مطالعہ کیا تو آپ کی خدمت میں خط لکھا کہ:

"تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور مَیں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حُسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحر علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔ کاش کہ مَیں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ہود کی تفسیر میں حضرت لوط علیہ السلام پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ آپ نے هٰؤُلَاءِ بَنَاتِيْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے، اُس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے"۔(یہ 1963ء میں لکھا ہے)(الفضل 17/نومبر 1963ء۔ صفحہ 3۔ بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ324-325)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی جو خود بھی مفسرِ قرآن تھے اور "صدقِ جدید" کے مدیر تھے۔ حضور کی وفات پر انہوں نے لکھا کہ: "قرآن اور علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی، اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں، اُن کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے"۔(بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ325)

پس یہ مَیں نے پیشگوئی کے پس منظر کا، پیشگوئی کا اور اس کا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کے بارے میں پورا ہونے کا مختصر بیان کیا ہے۔

آپ کے علمی کارنامے ایسے ہیں جو دنیا کو نیا انداز دینے والے ہیں جس کا دنیا نے اقرار کیا، جس کے چند نمونے میں نے پیش کئے ہیں۔ معاشی، اقتصادی، سیاسی، دینی، روحانی سب پہلوؤں پر آپ نے جب بھی قلم اٹھایا ہے یا تقریر کے لئے کھڑے ہوئے ہیں، یا مشوروں سے امتِ مسلمہ یا دنیا کی رہنمائی فرمائی تو کوئی بھی آپ کے تبحر علمی اور فراست اور ذہانت اور روحانیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ مصلح موعودؓ تھے، دنیا کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا، جس میں روحانی، اخلاقی اور ہر طرح کی اصلاح شامل تھی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ آپ کا باون سالہ دورِ خلافت تھا اور آپ نے خطباتِ جمعہ کے علاوہ بے شمار کتب بھی تحریر فرمائی ہیں۔ تقاریر بھی فرمائیں، جن کو جب تحریر میں لایا گیا یا لایا جا رہا ہے تو ایک عظیم علمی اور روحانی خزانہ بن گیا ہے اور بن رہا ہے۔ فضلِ عمر فاؤنڈیشن جو آپ کی وفات کے بعد قائم کی گئی تھی، خلیفۃ المسیح الثالث نے قائم فرمائی تھی۔ وہ آپ کا سب مواد جو ہے کتب

کی صورت میں شائع کر رہی ہے اور آج تک اس پر کام ہو رہا ہے۔ اب تک خطبات کے علاوہ اکیس جلدیں آ چکی ہیں جو انوار العلوم کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ ہر جلد جو ہے کم از کم چھ سو، سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔

فضلِ عمر فاؤنڈیشن کو بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مَیں کہتا ہوں کہ اپنے کام میں تیزی پیدا کریں۔ ان کو اشاعت کے اس کام کو جو وہ اردو میں اکٹھا جمع کر رہے ہیں، جلد از جلد ختم کرنا چاہئے پھر اس کا ترجمہ بھی مختلف زبانوں میں شائع کرنا ہے۔

حضرت مصلح موعود نے ایک جگہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام زبانوں کو چند زبانوں میں جمع کر کے ہمارے لئے کام آسان کر دیا ہے۔ بے شمار زبانیں ہیں لیکن چند مشہور زبانوں نے تقریباً دنیا پر قبضہ کر لیا ہے۔ آپ کی مراد تھی کہ اردو عربی کے علاوہ انگلش، جرمن اور فرنچ زبانیں جو ہیں وہ مختلف علاقوں میں تقریباً دنیا میں اکثر بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ تو اگر ان میں ترجمہ ہو جائے تو نوّے فیصد آبادی تک ہمارا پیغام پہنچ سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی بعض کتب کا ترجمہ ہو چکا ہے، لیکن ابھی بہت سی کتب ایسی ہیں جن کا دنیا کی علمی، روحانی پیاس بجھانے کے لئے دنیا تک پہنچنا ضروری ہے۔ ابھی تک تو یہ ترجمہ جو ہے وہ دوسرے ادارے کر رہے ہیں، فضلِ عمر فاؤنڈیشن نہیں کر رہی۔ لیکن اصل کام تو یہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کا ہے۔ اگر پہلے نہیں بھی تھا تو مَیں اب ان کو اس طرف توجہ کرواتا ہوں۔ کیونکہ جماعت کے دوسرے ادارے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی طرف پہلے توجہ کریں گے اور کر رہے ہیں۔ ساتھ ساتھ جس حد تک ممکن ہوتا ہے حضرت مصلح موعود کی کتب بھی ترجمہ ہو رہی ہیں اور جماعتی لٹریچر بھی ترجمہ ہو رہا ہے۔ بہر حال فضلِ عمر فاؤنڈیشن کو بھی اپنے کام میں وسعت پیدا کرنی چاہئے۔ حضرت مصلح موعود کی ان کتابوں کے ترجمے نہ ہونے کی وجہ سے، بعض لوگوں نے سرقہ بھی کر لیا۔ آپ کی کتب لے کے نقل کر لیں۔ اپنے نام سے ترجمہ کر کے شائع کر دیں۔ چنانچہ ابھی مجھے عربی ڈیسک کے ہمارے ایک مربی صاحب نے بتایا کہ منہاج الطالبین جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک ایسی کتاب ہے جو اخلاقیات اور تربیت پر ایک معرکۃ الآراء کتاب ہے، اس سے مواد لے کر ایک صاحب نے اس کو عربی میں اپنی کاوش کے نام سے شائع کر دیا جن کو اردو بھی آتی تھی۔ جبکہ اس کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا ہے کہ "مَیں نے اس مضمون پر غور کیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا جدید مضمون میری سمجھ میں آیا ہے جس نے اخلاق کے مسئلے کی کایا پلٹ دی ہے"۔

(منہاج الطالبین انوار العلوم جلد 9 صفحہ 179 مطبوعہ ربوہ)

پس آپ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی شوکت اور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہو گی جب ہم میں بھی اُس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغِ اسلام اور اصلاح کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔ پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

جمعہ کے بعد مَیں ایک حاضر جنازہ بھی پڑھاؤں گا جو مکرمہ قانتہ آرچرڈ صاحبہ اہلیہ مکرم مولانا بشیر احمد صاحب آرچرڈ مرحوم کا ہے جو 16 رفروری 2011ء کو اکاسی سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ آپ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوتی، حضرت خلیفہ علیم الدین صاحب کی بیٹی اور حضرت امّ ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھتیجی تھیں جو حضرت امّ ناصر خلیفۃ المسیح الثانی کی پہلی حرم تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، بہت سادہ مزاج اور صابر شاکر خاتون تھیں۔ یہ غریب پرور تھیں۔ مہمان نواز تھیں۔ خلافت سے انتہا محبت رکھنے والی تھیں۔ مخلص خاتون تھیں۔ تعلق باللہ اور توکل الی اللہ آپ کی نمایاں خوبیاں تھیں۔ آپ نے اپنے واقفِ زندگی شوہر کے شانہ بشانہ بھرپور خدمت کی توفیق پائی۔ ٹرینیڈاڈ اور گیانا میں لجنہ کی سرگرم رُکن اور لجنہ اماء اللہ سکاٹ لینڈ کی دس سال سے زائد صدر لجنہ رہیں۔ لجنہ اور ناصرات کی تعلیم و تربیت کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ان کے پسماندگان میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ چار بچے تو مَیں جانتا ہوں جماعتی خدمات میں پیش پیش ہیں۔ اور کافی حد تک جماعتی خدمت کرنے والے ہیں۔

بشیر آرچرڈ صاحب نے انڈیا میں ملٹری ڈیوٹی کے دوران اسلام قبول کیا تھا اور پھر 1945ء میں قادیان میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور جماعت میں شامل ہوئے۔ 1946ء میں زندگی وقف کر کے پہلے انگریز مبلغ بننے کا شرف حاصل کیا تھا۔ ان کی اہلیہ کا انتخاب بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بذاتِ خود فرمایا تھا۔ ویسٹ انڈیز اور سکاٹ لینڈ، آکسفورڈ میں بطور مبلغ خدمات سرانجام دیں۔ جب آپ احمدی ہوئے ہیں تو اس وقت حضرت مصلح موعود نے فرمایا تھا کہ پہلے تو میرا خیال نہیں تھا کہ انگریزوں میں اسلام کی طرف رجحان ہو گا لیکن ان کو دیکھ کر مجھے خیال پیدا ہوا ہے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ انگریزوں میں بھی اسلام کی طرف توجہ پیدا ہو گی اور وہ اسلام قبول کریں گے، انشاء اللہ۔ بہر حال اپنے میاں کے ساتھ انہوں نے بڑی وفا کے ساتھ ہر جگہ جماعتی خدمات ادا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور اپنی رضا کی جنتوں میں بلند مقام عطا فرمائے۔ ان کے سب بچوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور انور نے فرمایا: یہ جنازہ کیونکہ حاضر ہے اس لئے نماز کے بعد مَیں جنازہ پڑھانے کے لئے باہر جاؤں گا۔ احباب یہیں صفوں میں کھڑے رہیں۔ (از الفضل انٹرنیشنل 11 مارچ تا 17 مارچ 2011)

پاک ، محمدؐ مصطفی نبیوں کا سردار

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن ! جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی
جب باپ کی جھوٹی غیرت کا، خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی، یوں ماں تیری گھبراتی تھی
یہ خون جگر سے پالنے والے تیرا خون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی ، فطرت پر غالب آتی تھی
کیا تیری قدر و قیمت تھی ؟ کچھ سوچ! تیری کیا عزت تھی
تھا موت سے بدتر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی
عورت ہونا تھی سخت خطا ، تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا، تا مرگ سزائیں پاتی تھی
گویا تو کنکر پتھر تھی ، احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر ! ، ترکہ میں بانٹی جاتی تھی
وہ رحمت عالمؐ آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے
ان ظلموں سے چھڑواتا ہے
بھیج درود اُس محسنؐ پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

(از دُرِعدَن صفحہ ۲۴)

تازہ پھول کی طرح پاکیزہ

خاتونِ جنت حضرت سیّدہ فاطمۃ الزّہراءؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عذرا عبّاسی صاحبہ حلقہ نیڈ۔ فرینکفرٹ

خدا کے برگزیدہ بندوں کا ہمیشہ یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ ہر حال میں صابر وشاکر رہتے ہیں۔ یعنی نہ تو آسائش وراحت کی زندگی خالق حقیقی کی بتائی ہوئی راہوں سے بیگانہ کر سکتی ہے اور نہ ہی مصائب والم پایۂ استقلال میں لغزش پیدا کرتے ہیں۔ ان کی حیات کے روشن اور درخشندہ پہلو ہمیشہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ رہتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے اگرچہ مختصر زندگی پائی لیکن حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت و تربیت سے انہوں نے بے کراں فیض پایا۔ اور سادگی، تقویٰ اور قناعت کے ساتھ زندگی گزاری۔ اپنے اخلاق و کردار سے خواتین امت مسلمہ کے لئے ایک پاکیزہ اور روشن مثال قائم کی۔

پیدائش والقاب:۔

حضرت فاطمہؓ کی پیدائش بقول ابن جوزی (تذکرۃ الخواص۔ ص306) بعثت نبوی سے پانچ سال قبل 20 جمادی آلاخر اس زمانہ میں ہوئی جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر نو میں مشغول تھے۔ اس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پینتیس سال اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی عمر پچاس سال تھی۔

("سیرت النبیؐ"، شبلی نعمانی جلد دوم ص252)

حضرت فاطمہؓ کی ولادت کے بارہ میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن اکثریت ارباب سیر نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے۔

آپؓ کے دُدھیال اور ننھیال دونوں کا تعلق عرب کے معزز ترین قبیلہ قریش سے تھا۔ پدر گرامی اور والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر مل جاتا ہے۔

آپؓ کے مشہور القاب ہیں:۔

"زہراء" (تازہ پھول کی طرح پاکیزہ۔ حسین وجمیل)

"بتول" (اللہ کی سچی، بے لوث بندی)

"سیدۃ النساء الجنۃ" (جنت کی عورتوں کی سردار)

"راضیہ" (اللہ اور رسول کی رضا پر راضی رہنے والی)

"طاہرہ" (پاکباز) (سیرت فاطمۃ الزہراءؓ ص22)

سیدہ طاہرہؓ کا بچپن:۔ کتب احادیث اور سیر و تاریخ میں "سیّدۃ النساءؓ" کی ابتدائی زندگی کے بارہ میں بہت کم واقعات ملتے ہیں بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ فطری طور پر نہایت متین اور تنہائی پسند طبیعت کی مالک تھیں۔ نہ گھر سے باہر قدم رکھا اور نہ کھیل کود میں حصّہ لیا۔ چونکہ والدین کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اس لئے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے غایت درجہ محبت تھی۔ سیدہ فاطمہؓ کو دنیا کی نمود و نمائش سے بچپن سے ہی سخت نفرت تھی۔ والدین سے ایسے سوالات پوچھتیں جن سے ان کی ذہانت کا اظہار ہوتا۔

جب آپؓ کی عمر پانچ سال کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے منصب پر متمکن کیا۔ تین سال تک آپؐ خفیہ طور پر لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (الحجر:95)

ترجمہ: پس کھول کر بیان کر جس کا تجھے حکم دیا گیا اور مشرکین سے اعراض کر۔

انہوں نے خدا کے اس حکم کے تحت اسلام کی تبلیغ کھلے بندوں عام اجتماعات میں کرنی شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ہی قریش کی طرف سے مظالم اور مصائب والم کے دروازے کھل گئے۔ بچپن سے ہی حضرت فاطمہؓ کے شب و روز اس المناک ماحول اور دِل گزیں حالات میں گذرے جو ہجرت مدینہ تک جاری رہے۔ ایک طرف قریش کے اندوہناک مظالم اور غریب فاقہ کش مسلمانوں کی بے بسی کے واقعات اور دوسری طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا پر توکل اور نصرت الٰہی پر کامل یقین نے آپؓ کی حساس طبیعت پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ اسی دور کا ایک واقعہ ہے سیّدہ ابھی بچی تھیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے گئے۔ وہاں بہت سارے کفار قریش جمع تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو عقبہ بن محیط نے اونٹ کی اُوجھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر لا رکھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سجدہ میں تھے کہ حضرت فاطمہؓ آئیں تو انہوں نے باپ کی پشت سے وزنی اوجھ کو گرایا۔ عقبہ کے لئے بد دعا فرمائی۔ ("رحمۃ اللعالمین"، ص98 محمد سلیمان سلمان منصور پوری)

اس کے بعد مکّہ میں یہ حالت تھی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جدھر جاتے قریش، اُن کے بچّے اور غلام سب آپؐ کی ایذا رسانی کی تاک میں رہتے۔ اس زمانہ کے متعلق ایک روایت ہے کہ ایک گستاخ مشرک نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گلی سے گذرتے ہوئے دیکھا تو گندگی اور مٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر پھینکی جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ تو آپؐ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت فاطمہؓ بہت رنجیدہ خاطر اور غمگین ہوئیں۔ آپؓ کا سر مبارک دھوتے ہوئے روتی جاتیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی آنکھوں میں رواں اشکوں کو دیکھ کر فرمایا: "بیٹی رومت! اللہ تیرے باپ کو محفوظ رکھے گا۔ اپنے دین اور رسالت کے دشمنوں کے خلاف مدد فرمائے گا۔"

(تاریخ طبری۔ جلد دوم ص344)

عام الحزن:۔ 7 بعثت نبوی میں قریش مکہ نے باہمی مشاورت سے بنو ہاشم سے قطع تعلقی کا معاہدہ کر کے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ (طبری۔ جلد اوّل ص101)

قطع تعلقی کے اس معاہدہ کے نتیجہ میں حضرت فاطمہؓ 10 بعثت نبوی تک یعنی تین سال شعب ابی طالب (ایک پہاڑی درّہ جس میں تمام اہل بنو ہاشم کو محصور کر کے تمدنی زندگی کا مقاطع کر دیا گیا) کی گھاٹی میں اپنے والدین اور دیگر افراد بنو ہاشم کے ساتھ محصور رہیں۔ یہ انتہائی مصیبت کا دور تھا۔ اکثر اوقات کھانے پینے کی کوئی چیز میسر نہ ہوتی۔

10 بعثتِ نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالبؓ کی وفات کے چند روز بعد آپؓ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بھی اس دنیا سے رحلت فرما

گئیں۔

جب شفقت مادری سے محرومی اور کفار کے مظالم پر آپؓ انتہائی غمزدہ ہوتیں تو حضور پاک ﷺ آپؓ کی ڈھارس بندھاتے۔ ان پے در پے صدموں کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے اس سال یعنی 10 بعثت نبویؐ کا نام عام الحزن یعنی غموں کا سال رکھا (سیرت خاتم النبیینؐ ص 171 حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

رشتہ ازواج:۔ ہجرت مدینہ کے بعد جبکہ آپؓ کی عمر کم و بیش اٹھارہ سال کی تھی۔ شادی کے پیغامات آنے شروع ہو گئے۔ پہلے حضرت ابو بکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ نے شادی کے لیے درخواست کی۔ لیکن آپؐ خاموش رہے۔ ان دونوں بزرگوں نے یہ سمجھ کر کہ آپؐ کا ارادہ حضرت علیؓ کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کو تحریک کی کہ تم حضرت فاطمہؓ کے متعلق شادی کی درخواست کرو۔ حضرت علیؓ جو غالباً پہلے ہی خواہش مند تھے مگر بوجہ حیا اور تنگ دستی خاموش تھے۔ رسول پاک ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر درخواست کی دوسری طرف خدا تعالیٰ کی طرف سے اذن ہو چکا تھا۔ پھر آپؐ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا وہ بوجہ حیا خاموش رہیں۔ یہ ایک طرح سے اظہار رضا تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کو جمع کر کے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح پڑھ دیا۔ یہ 2ھ کی ابتداء یا وسط کا واقعہ ہے۔ اِس کے بعد جنگِ بدر ہوئی تو غالباً ماہ ذوالحج 2ھ میں رخصتانہ کی تجویز ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کر دریافت فرمایا:

"تمہارے پاس مہر کی ادائیگی کے لیے کچھ ہے یا نہیں۔" حضرت علیؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس تو کچھ نہیں۔" آپؐ نے فرمایا: "وہ زِرہ کیا ہوئی جو میں نے اس دن (یعنی بدر کے مغانم میں سے) تمہیں دی تھی" حضرت علیؓ نے عرض کیا: "وہ تو ہے۔" آپؐ نے فرمایا: "بس وہی لے آؤ" چنانچہ یہ زرہ 480 درہم میں (حضرت عثمانؓ کو) فروخت کر دی گئی۔ آنحضرت ﷺ نے اسی رقم سے شادی کے اخراجات کئے۔ جو جہیز آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو دیا وہ ایک بیل دار چادر، ایک چمڑے کا گدیلا (جس کے اندر کھجور کے خشک پتے بھرے ہوئے تھے)، ایک مشکیزہ، اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں چکی بھی دی۔ (سیرت خاتم النبیین حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ص 455)

جب یہ سامان ہو چکا تو مکان کی فکر ہوئی حضرت علیؓ اب تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ مسجد کے کسی حجرے میں رہتے تھے۔ مگر شادی کے بعد ضروری ہوا کہ کوئی الگ مکان ہو، جس میں خاوند بیوی رہ سکیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ: "اب تم کوئی مکان تلاش کرو جس میں تم دونوں رہ سکو"۔ حضرت علیؓ نے عارضی طور پر ایک مکان کا انتظام کیا۔ اس میں حضرت فاطمہؓ کا رخصتانہ ہو گیا۔ اسی دن رخصتانہ کے بعد آنحضرت ﷺ اُن کے مکان پر تشریف لے گئے اور تھوڑا سا پانی منگوا کر اس پر دعا کی پھر وہ پانی حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ ہر دو پر یہ الفاظ دہراتے ہوئے چھڑکا "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِيْهِمَا وَ بَارِكْ عَلَيْهِمَا وَ بَارِكْ لَهُمَا نَسْلَهُمَا"، "اے میرے اللہ تو ان دونوں کے باہمی تعلقات میں برکت دے اُن کے اُن تعلقات میں برکت دے جو دوسرے لوگوں کے ساتھ قائم ہوں اور اِن کی نسل میں برکت دے۔" (سیرتِ خاتم النبیین مرزا بشیر احمد صاحبؓ ص 456)

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی کے بارے میں اہل سیر میں اختلاف ہے۔ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح کے فوراً بعد رخصتی عمل میں آ گئی۔ بعض نے روایت کی کہ رخصتی سات ماہ بعد ہوئی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ نکاح غزوۂ بدر کے بعد اور رخصتانہ غزوۂ اُحد کے بعد ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ دروازہ تک دونوں کو رخصت کرنے آئے رخصتانہ کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے علیؓ! پیغمبر کی بیٹی تجھے مبارک ہو، اے فاطمہؓ! تیرا شوہر بہت اچھا ہے۔ اب تم دونوں میاں بیوی اپنے گھر جاؤ۔" حضرت علیؓ اور حضرت سیدۃ النساءؓ دونوں اونٹ پر سوار ہوئے حضرت سلیمان فارسیؓ نے اس کی نکیل پکڑی ہوئی تھی۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ اور بعض روایتوں کے مطابق حضرت سلمہ امِ رافعؓ یا ام ایمنؓ حضرت سیدہؓ کے ہمراہ گئیں۔ رخصتی کے دوسرے دن ولیمہ ہوا۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے اس مقصد کے لیے ایک بھیڑ ہدیتاً دی۔ حضرت علیؓ نے مہر میں سے جو رقم بچ رہی تھی۔ اس سے کچھ اشیاء خریدیں اور دعوت ولیمہ میں دستر خوان پر کھجوریں، پنیر، نان اور گوشت تھا۔ (سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ ص 94.95) حضرت فاطمہؓ جب تک حیات رہیں حضرت علیؓ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔

امور خانہ داری اور قناعت:۔ اگر چہ حضرت علیؓ کے والد ابو طالبؓ بنو ہاشم کے ایک معزز فرد تھے۔ لیکن مالی طور پر مفلس تھے۔ اس لیے حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت ابو طالبؓ اور حضرت جعفرؓ نے اپنے عزیزوں کے ہاں پرورش پائی حضرت علیؓ کے پاس کوئی جائیداد یا سرمایہ نہ تھا۔ جس سے وہ سکون اور طمانیت سے زندگی بسر کرتے مزدوری پر معاش کا دارومدار تھا۔ بعض اوقات مزدوری نہ ملتی تو فاقوں سے دن کاٹتے۔ ان حالات میں حضرت فاطمہؓ نے انتہائی صبر و شکر اور قناعت کے ساتھ زندگی بسر کی۔ چکی پیستے ہوئے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے، گھر میں جھاڑو دیتے اور چولہے کے پاس بیٹھے کپڑے دھوئیں سے سیاہ ہو جاتے۔ ایک بار انہوں نے آنحضرت ﷺ سے گھر کے کام کاج کے لیے ایک لونڈی مانگی اور اپنے ہاتھوں کے چھالے دکھائے تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا: "جانِ پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔" (سیر الصحابیات ص 109)

جذبہ ایثار و سخاوت:۔ حضرت فاطمہؓ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ غربت و مصائب میں گزرا۔ لیکن اس کے باوجود آپؓ میں سخاوت اور محتاجوں کی اعانت کا انتہائی جذبہ تھا۔ خداوند جس قدر مرحمت فرماتا آپؓ قناعت سے زندگی گزارتیں۔ جو سائل در پہ آ جاتا۔ خالی ہاتھ نہ جانے دیتیں۔ تاریخ میں حضرت حسنؓ سے ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک وقت کے فاقہ کے بعد ہم کو کھانا نصیب ہوا، والد اور ہم دونوں بھائی کھانا کھا چکے تو والدہ کھانے بیٹھیں۔ اتنے میں ایک سائل آ گیا اور پکار کر کہا: "دو وقت کے فاقہ سے ہوں مجھ کو کھانے کو دو۔" حضرت فاطمہؓ نے کھانا اٹھا کر اسے بھجوا دیا اور فرمایا: "ہم نے تو ایک وقت کا کھانا نہیں کھایا وہ دو وقت کے فاقہ سے ہے اور ہم سے زیادہ مستحق ہے۔" (سیرت فاطمۃ الزہراءؓ ص 116)

اس قدر فقیرانہ زندگی کے باوجود سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک بوڑھا اعرابی مسلمان ہوا۔ جانِ دو عالمؐ نے اسے دین کے ضروری احکام اور مسائل بتائے اور پھر اس سے پوچھا تیرے پاس کچھ مال ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم

بنی سلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سے سب سے زیادہ غریب اور فقیر میں ہوں۔ آپؐ نے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا ''تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا'' حضرت سعد بن عبادہ اٹھے اور کہا ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو میں اسے دیتا ہوں۔ فرمایا! ''تم میں سے کون ہے جو اس کا سر ڈھانک دے''۔ حضرت علیؓ اٹھے اور اپنا عمامہ اتار کر اس کے سر پر رکھ دیا۔ پھر فرمایا ''کون ہے جو اس کی خوراک کا بندوبست کرے'' حضرت سلیمان فارسیؓ نے اعرابی کو ساتھ لیا اور اس کی خوراک کا انتظام کرنے نکلے۔ چند گھروں سے دریافت کیا اور وہاں کچھ نہ ملا۔ جب حضرت فاطمہؓ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور صورت احوال بیان کی۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا:۔ اے سلیمان خدا کی قسم! ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے۔ دونوں بچے بھوکے سوئے ہوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دوں گی۔ یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور کہو فاطمہؓ بنت محمد ﷺ کی یہ چادر رکھ لو اور اس غریب انسان کو تھوڑی سے جنس دے دو۔ حضرت سلیمانؓ اعرابی کو ساتھ لیکر یہودی کے پاس پہنچے اور اس سے تمام کیفیت بیان کی وہ حیران رہ گیا اور پکار اٹھا۔ خدا کی قسم یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے ''اے سلیمان گواہ رہنا کہ میں فاطمہؓ کے باپ پر ایمان لایا۔ (سید الوریٰ جلد سوئم ص 513) قاضی عبدالدائم دائم

رسول اللہ ﷺ سے محبت اور فرمانبرداری:۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ پہلے آپؐ نے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی۔ (حضور پاک ﷺ کو یہ بات بہت زیادہ پسند تھی کہ جب کبھی سفر سے واپس ہوتے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرتے اُس کے بعد اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے اور پھر ازواج مطہرات کے ہاں) چنانچہ آپؐ دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد حضرت فاطمہؓ سے ملنے تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ آپؐ کے استقبال کے لیے گھر کے دروازہ پر آگئیں آپؐ کا چہرہ مبارک چومنا شروع کر دیا اور رونے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''روتی کیوں ہو؟'' عرض کیا آپؐ کے چہرۂ مبارک کا رنگ مشقت سے متغیر اور پھٹے کپڑے دیکھ کر رونا آگیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''اے فاطمہؓ گریہ وزاری نہ کر۔ تیرے باپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کام کے لیے بھیجا ہے کہ روئے زمین پر کوئی اینٹ گارے کا مکان اور نہ کوئی اُونی سوتی خیمہ بچے گا، جس میں اللہ تعالیٰ کا یہ کام (دین اسلام) نہ پہنچا دے اور یہ دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک دن اور رات کی پہنچ ہے۔''

(کنز العمالؒ جلد 6 ص 316 طبع قدیم)

حضرت رسولِ پاک ﷺ کی انتہائی خواہش ہوتی تھی کہ حضرت فاطمہؓ بنتِ رسول ﷺ سادگی سے ایک مثالی زندگی گذاریں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ حضرت رسولِ پاک ﷺ ایک سفر سے واپس آئے اور حسب معمول سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ گھر میں ایک رنگین پردہ لگا ہوا ہے اور حضرت فاطمہؓ ہاتھ میں چاندی کے کنگن پہنے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس ﷺ فوراً واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ کو حضور پاک ﷺ کے اس طرح چلے جانے پر بہت رنج ہوا اور رونے لگیں فوراً وہ پردہ اور کنگن حضور ﷺ کے پاس بھجوا دیا اور کہلا بھیجا ان چیزوں کا صدقہ کرتی ہوں آپؐ جس کو چاہیں عطا فرمائیں۔ حضورِ پاک ﷺ نے ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت اصحاب الصفہ پر صرف کر دی۔ (ابو داؤد۔ نسائی)

کتب احادیث و سیر میں حضرت فاطمہؓ سے رسولِ اکرم ﷺ کی محبت اور اُن کی فضیلت پر کئی احادیث اور روایات منقول ہیں مثلاً حضرت اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپؐ ازراہِ محبت کھڑے ہو جاتے اور شفقت سے پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ بٹھاتے اور جب آپؐ فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتیں آپؐ کا سر مبارک چومتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں'' (ابو داؤد۔ حاکم مستدرک جلد ۳ ص ۶۰)

رسولِ پاک ﷺ کو حضرت فاطمہؓ سے بے انتہا محبت کی وجہ سے اُن کے فرزندگان سے بھی قلبی لگاؤ تھا۔ حضرت اُسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ضرورت سے رسول اللہ ﷺ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کوئی چیز چادر میں لپیٹے باہر تشریف لائے۔ جب میں اپنی ضرورت بیان کر چکا تو آپؐ سے دریافت کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ آپ کیا لپیٹے ہوئے ہیں۔'' آپؐ نے کپڑا اُٹھایا تو اس میں حسنؓ اور حسینؓ ظاہر ہوئے جو آپؐ کی گود میں چڑھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ''یہ دونوں میرے بیٹے، میری بیٹی کے لختِ جگر ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تُو بھی اِن دونوں سے اور ہر اُس شخص سے جو اِن سے محبت کرتا ہے محبت کر۔'' (صحیح بخاری جلد دوم ص 495)

شمائل و فضائل:۔ حضرت فاطمہؓ کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں ان کی بناء پر ان کی شخصیت تعظیم و تکریم اور عزت و شرف کے اعتبار سے عورتوں میں افضل اور اشرف مانی جاتی ہیں۔ ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرشتے کے ذریعے اطلاع پا کر ''سیدۃ النساء الجنۃ'' کی خوشخبری دی تھی۔ (سیرت خیر الانام ص 731)

آپؓ نے آنحضور ﷺ کے عادات و اطوار رفتار و گفتار اور حضور پاک ﷺ کی عادات مقدسہ کو اپنے آئینۂ قلب میں ڈھال لیا تھا ان کے محاسن و کمالات کا کامل نمونہ تھیں (سیر الصحابیات ص 106) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ فاطمہؓ کی گفتگو، لب و لہجہ، نشست و برخاست کا طریقہ بالکل آنحضرت ﷺ کا طریقہ تھا (ترمذی ص 636)

اِسی طرح حضرت فاطمہؓ کے مناقب میں چند احادیث اور روایات کُتب سیر اور تاریخ میں منقول ہیں۔

۱۔ فاطمہؓ خواتینِ جنت کی سردار ہیں۔ (صحیح بخاری جلد دوم ص 500 کتاب الانبیاء)

۲۔ عورتوں کی تقلید کے لیے تمام دُنیا کی عورتوں میں مریمؑ، خدیجہؓ، فاطمہؓ، آسیہؓ کافی ہیں۔ (سیر الصحابیات ص 108، ترمذی۔ کتاب المناقب)

۳۔ فاطمہؓ خواتینِ امت کی سردار ہیں۔ (صحیح بخاری باب علامات ص 512)

ادب و احترام:۔ بزرگان کے ادب و احترام نے ازواجِ مطہرات کے قلوب میں حضرت فاطمہؓ کے لیے بڑی عزت و عظمت پیدا کر دی تھی۔ حضرت فاطمہؓ کو حقیقی بیٹی سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ اگرچہ حضرت فاطمہؓ سے چھوٹی تھیں لیکن جب آپؓ کا نکاح حضورِ پاک ﷺ سے ہو گیا تو حضرت فاطمہؓ اُن سے اِس طرح محبت کرنے لگیں جیسے حقیقی ماں سے کی جاتی ہے

اور حضرت عائشہؓ بھی اُن کے اَخلاق وعادات سے اس قدر مسرور ہوئیں کہ اُن کو ایک بیٹی سے زیادہ عزیز رکھتیں۔
اُمُّ المؤمنین حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ، حضرت فاطمہؓ کی ہم عمر اور سہیلی تھیں جب اُن کا نکاح آنحضرت ﷺ سے ہوگیا تو حضرت فاطمہؓ نے قدیم بے تکلفی ترک کردی۔ حضرت فاطمہؓ اُن کا اِسطرح احترام کرنے لگیں گویا وہ اُن کی حقیقی ماں ہیں۔

شرم وحیاء وصدق وصفا:۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کے صدق وصفا کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے ''رسول پاک ﷺ کے سوا فاطمہ سے زیادہ سچا اور صاف گو کسی کو نہ دیکھا'' (استعاب جلد 2 ص 272) حضرت فاطمہؓ بچپن ہی سے سنجیدہ مزاج اور شرم وحیا کا پیکر تھیں۔ پردہ کی نہایت پابند تھیں۔ ایک مرتبہ سرورعالم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا: ''بیٹی! بتاؤ تو عورت کی سب سے اچھی صفت کونسی ہے؟'' حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا: ''عورت کی سب سے اچھی صفت یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اُس کو دیکھے۔'' (احیاءُ العلوم / امام غزالیؒ)

عبادت وشب بیداری:۔ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کو عبادت الٰہی سے بے انتہا شغف تھا۔ خوف الٰہی سے ہر وقت لرزاں وترساں رہتیں۔ مسجد نبویؐ کے پہلو میں رہائش کی وجہ سے گھر بیٹھے ارشادات نبویؐ سنا کرتیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ہر وقت زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا۔ حضرت سلیمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ گھر کے کام کاج میں لگی رہتی تھیں اور قرآن پاک پڑھتی رہتیں۔ وہ چکّی پیستے وقت بھی قرآن پڑھتی رہتیں۔ (فاطمۃ الزہراءؓ ص 111)

آنحضورﷺ کی وفات:۔ ایک روایت کے مطابق حضرت فاطمہؓ کی عمر 29 برس تھی جب رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی۔ وفات سے قبل جب رسول اللہ ﷺ علیل تھے۔ ایک دن حضرت فاطمہؓ خبر گیری کیلئے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائیں۔ رسولِ کریم ﷺ نے انہیں دیکھ کر نہایت شفقت سے اپنے پاس بٹھایا۔ اُمُّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: رسول کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی کو بلایا اور کان میں ان سے بات کی وہ روئیں۔ پھر کان میں اُن سے کچھ فرمایا وہ ہنسیں۔ میں نے اُن سے پوچھا پہلے تم سے آنحضرت ﷺ نے کچھ فرمایا تو تم روئیں۔ پھر کچھ فرمایا تو تم ہنسیں۔ اُنھوں نے کہا پہلے آپؐ نے فرمایا کہ میری موت قریب ہے، میں روئی، پھر آپؐ نے فرمایا ''تم سب سے پہلے میرے اہل بیت میں سے میرا ساتھ دوگی تو میں ہنسی''۔ (صحیح مسلم۔ جلد 6، ص 128)

ایک دوسری روایت ہے کہ آپؐ نے مجھے خبر دی کہ مریم بنت عمرانؑ کے بعد میں اہلِ جنّت کی عورتوں کی سردار ہوں گی تو اس وجہ سے میں ہنسی۔
(طبقات ابن سعد جلد اوّل حصّہ دوم ص 295)

حضرت فاطمہؓ کا حزن:۔ ایک روایت ہے کہ آنحضورﷺ کی تکلیف کو دیکھ کر حضرت فاطمہؓ سینہ مبارک سے لپٹ کر رونے لگیں۔ حضورﷺ نے فرمایا ''بیٹی رو نہیں۔ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو اناللہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) کہنا۔ یہی ہر فرد کے لئے ذریعہ تسکین ہے۔ آپؓ نے پوچھا ''آپؐ کے لئے بھی؟'' فرمایا: ''ہاں! اس میں میری تسکین مضمر ہے''
(رسول رحمت مولانا ابوالکلام آزاد ص 651)

وفات سے پہلے جب رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمہؓ یہ دیکھ کر بولیں ''واکرب اباہ'' ہائے میرے باپ کی بے چینی۔ آپؐ نے فرمایا ''تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا'' (صحیح بخاری جلد دوم ص 641)
حضرت رسول پاک ﷺ کی وفات پر تمام اقرباء اور صحابہ کرامؓ کی حالت ناقابل بیان تھی لیکن حضرت فاطمہؓ کے حزن واندوہ کا معاملہ سب سے الگ تھا جس سے آپؓ کی گہری محبت کا اظہار ہوتا۔ آپؓ نے حضرت انسؓ سے کہا ''وائے افسوس میرے ابا! ہم آپ کی موت کا افسوس کس سے کریں؟ کیا جبرائیلؑ سے؟ وائے افسوس میرے ابا! آپ اپنے رب کے کتنے قریب تھے! ہائے افسوس ہمارے ابا ہمیں داغ جدائی دے کر جنہوں نے جنت میں گھر بنا لیا! ہائے افسوس میرے ابا! جنہوں نے اپنے رب کے بلانے پر لبیک کہا اور اس کے حضور حاضر ہوگئے
(ابن ماجہ، اسوہ انسان کامل حافظ مظفر احمد صاحب)

آپؓ کی وفات:۔ آنحضور ﷺ کی رحلت کے چھ ماہ بعد آپؓ کی وفات رمضان کی تین تاریخ بروز منگل ۱۱ ہجری میں ہوئی۔ (تاریخ طبری جلد دوم ص 58) بقول عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی عمر تیس برس تھی۔ (تاریخ طبری جلد دوم ص 59) علامہ ابنِ اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے وفات سے قبل سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو بلا کر فرمایا میرا جنازہ لے جاتے وقت پردہ کا پورا خیال رکھنا سوائے اپنے اور میرے شوہر کے کسی سے مدد نہ لینا۔ حضرت اسماءؓ نے حضرت فاطمہؓ کی ہدایت کے مطابق جنازہ پر کھجور کی شاخوں کا گہوارہ سا بنایا اور اوپر چادر ڈالی اور پھر جنازہ کو حضرت علیؓ باہر لائے۔
ایک روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ بنت رسولُ اللہ ﷺ فوت ہوئیں تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں جنازہ کے لیے تشریف لائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کہا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا: ''آپؓ خلیفۃ الرسول ہیں میں آپؓ سے پیش قدمی نہیں کرسکتا۔'' حضرت ابوبکرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی (کنزالعمال۔ جلد 6۔ ص 318۔ طبع قدیم) اِس بات پر سب مؤرخین کا اتفاق ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی تدفین رات کے وقت عمل میں آئی اور ''جنّت البقیع'' میں دفن کیا گیا۔ طبقات کی متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے ''دار عقیل'' کے گوشہ میں مدفون ہوئیں۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے اُن کی وفات کے بعد حضرت علیؓ سے پوچھا حضرت فاطمہؓ کا سلوک آپؓ کے ساتھ کیسا تھا۔ حضرت علیؓ نے ایک سرد آہ بھر کر فرمایا: ''فاطمہؓ جنت کا ایک خوشبودار پھول تھا۔ جس کے مرجھا جانے کے بعد بھی اُس کی خوشبو سے اب تک میرا دماغ معطّر ہے۔'' رسولِ پاک ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں اِس لیے احادیث روایت کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ اِن سے تقریباً 18 احادیث مروی ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے پانچ بچے پیدا ہوئے۔ جن میں تین بیٹے حضرت حسنؓ، حضرت حُسینؓ اور محسن تھے۔ دو بیٹیاں حضرت اُمِّ کلثومؓ اور حضرت زینبؓ تھیں۔ محسن بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔ حضرت فاطمہؓ کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ آنحضرت ﷺ کی ساری اولاد میں سے صرف اِنہی کی نسل کا سلسلہ قائم رہا۔ چنانچہ مسلمانوں میں سادات کی قوم اِنہی کی نسل ہے۔
(''سیرت خاتم النّبیین'' حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب ص 457)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں

مبارکہ شاہین حلقہ بینز ہائیم

آنحضرت ﷺ کی جتنی بھی اولاد ہوئی وہ سب سوائے حضرت ابراہیمؓ کے جو آنحضرت ﷺ کی آخری عمر میں حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ سے آپ کے تین لڑکے (بعض روایات میں چوتھے لڑکے عبداللہؓ بھی) اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں کے نام قاسمؓ، طاہرؓ اور طیبؓ تھے۔ لڑکیوں کے نام زینبؓ، رقیہؓ، اُم کلثومؓ اور فاطمہؓ تھے۔

ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ کے گیارہ بچے تھے۔ بہرحال آپؐ کے سب لڑکے چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے۔ سب بیٹیوں کی شادیاں ہوئیں مگر آگے جسمانی نسل سوائے حضرت فاطمہؓ کے اور کسی سے نہیں چلی۔ مگر جو حوض کوثر آپؐ سے جاری ہوا ایک دنیا میں اُس کا فیض جاری ہے۔ اور پوری امت مسلمہ کو آپ ﷺ کا روحانی فرزند ہونے پر فخر ہے۔ ذیل میں آپ ﷺ کی تین صاحبزادیوں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ کا مختصر ذکر خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پاک وجودوں کے درجات اپنے اعلیٰ علیین میں بہت بہت بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نیک نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حضرت زینبؓ:۔ حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں جو ایک بیٹے قاسمؓ کے بعد پیدا ہوئیں۔ آپؐ بعثت سے دس برس پہلے جب آنحضرت ﷺ کی عمر 30 سال کی تھی، پیدا ہوئیں۔ چھوٹی عمر میں ہی آپؓ کا نکاح اپنے خالہ زاد حضرت ابولعاصؓ بن ربیع کے ساتھ ہو گیا جو حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ نے دعویٰ نبوت کیا تو آپؓ فوراً ایمان لے آئیں۔ کفار نے آپؓ کے خاوند سے مطالبہ کیا کہ وہ آپؓ کو طلاق دے دیں لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور اگرچہ آپؓ اس وقت ایمان نہیں لائے تھے لیکن حضرت زینبؓ سے ہمیشہ اچھا سلوک کرتے رہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے اس عمل کی ہمیشہ تعریف بھی فرمائی۔

نبوت کے تیرھویں سال جب آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو اہل و عیال مکہ میں ہی رہ گئے تھے۔ غزوہ بدر میں حضرت ابولعاصؓ کفار کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن جبیر انصاری نے ان کو گرفتار کیا۔ ان کے فدیہ میں انکی زوجہ یعنی حضرت زینبؓ نے کچھ چیزیں بھیجیں جس میں ان کا ایک ہار بھی تھا۔ یہ ہار وہ تھا جو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں اپنی لڑکی حضرت زینبؓ کو دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس ہار کو دیکھا تو مرحومہ حضرت خدیجہؓ کی یاد دل میں تازہ ہو گئی اور آپ ﷺ چشم پُر آب ہو گئے اور صحابہؓ سے فرمایا اگر تم پسند کرو تو حضرت زینبؓ کا مال اُسے واپس کر دو۔ صحابہؓ کو اشارہ کی دیر تھی، حضرت زینبؓ کا مال فوراً واپس کر دیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے نقد فدیہ کے قائم مقام حضرت ابوالعاصؓ کے ساتھ یہ شرط مقرر کی کہ وہ مکہ میں جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ بھجوا دیں اور اس طرح ایک مومن روح دارِ کفار سے نجات پا گئی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت ابوالعاصؓ بھی مسلمان ہو کر مدینہ میں ہجرت کر آئے (جس کی تفصیل ابھی بعد میں آئے گی) اور اس طرح خاوند بیوی پھر اکٹھے ہو گئے۔

حضرت زینبؓ کی ہجرت کے متعلق یہ روایت آتی ہے کہ جب مدینہ آنے کے لیے مکہ سے نکلیں تو مکہ کے چند قریش نے ان کو بزور واپس لے جانا چاہا۔ جب انہوں نے انکار کیا تو ایک بدبخت ھبار بن اسود نامی نے نہایت وحشیانہ طریق پر ان پر نیزہ سے حملہ کیا جس کے ڈر اور صدمہ کے نتیجہ میں انہیں اسقاط ہو گیا بلکہ اس موقع پر ان کو کچھ ایسا صدمہ پہنچ گیا کہ اس کے بعد ان کی صحت کبھی بھی پورے طور پر بحال نہیں ہوئی۔

حضرت ابوالعاصؓ کے چھوٹے بھائی کنانہ اس سفر میں آپؓ کے ساتھ تھے۔ کفار کے تعرض کے خوف سے کنانہ نے ہتھیار ساتھ لے لیے لیکن کچھ دور جانے کے بعد قریش کے چند آدمیوں نے حملہ کیا، کنانہ نے بھی تیر نکالے اور کہا کہ اگر کوئی آگے بڑھا تو اس کا نشانہ لوں گا۔ اس پر ابوسفیان نے کنانہ کو قریب آ کر کہا کہ ہمیں حضرت زینبؓ کو روکنے کی ضرورت نہیں، مگر محمد ﷺ کی دُشمنی کی وجہ سے اگر ہمارے سامنے اور دن کے وقت یہ جائیں گی تو اس میں ہماری سبکی ہے۔ چنانچہ کنانہ اس وقت حضرت زینبؓ کو واپس لے آئے اور چند روز بعد رات کے وقت روانہ ہوئے۔ آنحضور ﷺ نے زیدؓ بن حارثؓ کو پہلے ہی روانہ فرما دیا تھا جو حضرت زینبؓ کو لیکر مدینہ پہنچ گئے۔

کچھ عرصہ بعد قریش کا ایک قافلہ شام کی طرف گیا جس میں حضرت ابوالعاصؓ بھی شامل تھے۔ آنحضور ﷺ کی ہدایت پر حضرت زیدؓ بن حارث کی قیادت میں مسلمانوں نے اس قافلہ پر حملہ کیا۔ جو لوگ گرفتار ہوئے اُن میں حضرت ابوالعاصؓ بھی شامل تھے۔ حضرت زینبؓ نے اس موقع پر حضرت ابوالعاصؓ کو پناہ دی اور ان کا حاصل شدہ مال و اسباب بھی واپس کرنے کی سفارش کی۔ آنحضور ﷺ نے یہ سفارش قبول فرمائی۔ حضرت ابوالعاصؓ اس سے اتنا متاثر ہوئے کہ پہلے مکہ گئے اور مکہ والوں کا مال واپس کر کے فوراً مدینہ پہنچے اور اسلام لے آئے۔ انہوں نے حضرت زینبؓ کے ساتھ بقیہ زندگی مدینہ میں ہی گزاری اور بہت شریفانہ سلوک کیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت زینبؓ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں اور 8 ہجری کو آپؓ نے وفات پائی۔

حضرت اُم ایمنؓ، حضرت سودہؓ، حضرت اُم سلمہؓ اور اُم عطیہؓ نے غسل دیا جس کا طریقہ خود آنحضرت ﷺ نے بتایا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خود قبر میں اتر کر آپ کو قبر میں اُتارا۔ اس وقت آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔

حضرت زینبؓ کے بطن سے ایک لڑکا علیؓ اور ایک لڑکی امامہؓ پیدا ہوئے۔ علیؓ تو بچپن میں ہی فوت ہو گئے مگر امامہؓ بڑی ہوئیں اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ سے ان کی شادی ہوئی۔ مگر ان سے نسل آگے نہیں چلی۔ حضرت زینبؓ، آنحضرت ﷺ اور اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی تھیں۔

حضرت رقیہؓ:۔ مشہور روایت کے مطابق یہ رسول اللہ ﷺ کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ آپؓ کی پیدائش کے وقت آنحضور ﷺ کی عمر قریباً 33 سال تھی

اور آپؓ حضرت زینبؓ سے تین سال چھوٹی تھیں۔ رواج کے مطابق بچپن میں ہی ابولہب کے بڑے بیٹے عتبہ سے نکاح ہوا۔ جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپؐ نے دعوتِ اسلام کا اظہار فرمایا تو ابولہب نے اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا ’’اگر تم نے محمد ﷺ کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کی تو تمھارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ سو دونوں بیٹوں نے آنحضرت ﷺ کی پاک بیٹیوں کو طلاق دے دی۔ جب حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذریعہ اسلام قبول کرلیا تو کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خالہ کی تحریک پر حضرت عثمانؓ کی شادی سن 5 نبوی میں حضرت رقیہؓ سے ہوگئی۔

جب مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت ملی تو پہلے قافلہ میں حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ بھی شامل تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپؓ اہل مکہ کے اسلام قبول کرنے کی افواہ سُن کر واپس مکہ آگئے لیکن مکہ کی سرزمین پہلے سے بھی زیادہ خونخوار تھی۔ یہ دیکھ کر دوبارہ لمبے عرصہ کے لیے ہجرت فرمالی۔ آنحضرت ﷺ کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ ایک عورت نے آکر خبر دی کہ میں نے دونوں کو دیکھا ہے۔ آنحضور ﷺ نے دُعا دی اور فرمایا کہ ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیوی کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ جب حضرت رقیہؓ کو یہ خبر ملی کہ آنحضور ﷺ مدینہ ہجرت فرمانے لگے ہیں تو آپؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں واپس مکہ آگئے اور کچھ عرصہ بعد مدینہ ہجرت کر گئے۔ جس وقت مسلمان غزوہ بدر کی تیاری کر رہے تھے تو حضرت رقیہؓ چیچک نکل آنے سے بیمار ہوگئیں۔ آنحضور ﷺ غزوہ کے لیئے روانہ ہونے لگے تو حضرت عثمانؓ کو تیمارداری کے لیئے مدینہ میں ہی رہنے کا حکم دیا۔ اسی دوران رمضان المبارک 2 ہجری میں آپؓ کی وفات ہوگئی۔ اور جب آنحضور ﷺ جنگ سے واپس تشریف لائے تو یہ خبر سن کر بہت مغموم ہوئے اور آپؐ کی قبر پر تشریف لے جاکر دُعا کی۔ حضرت عثمانؓ کو غزوہ بدر میں حصہ نہ لے سکنے کا بہت افسوس رہا لیکن آنحضور ﷺ نے آپؓ کو صحابہ بدر کے اجر و ثواب میں شامل ہونے کی خوشخبری سنائی۔

حضرت رقیہؓ کی قبر پر دُعا کے موقعہ پر ہی آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ رونے میں کچھ حرج نہیں لیکن نوحہ و بین شیطانی حرکت ہے اس سے قطعاً بچنا چاہیئے۔ حضرت فاطمہؓ بھی بہن کی قبر پر بیٹھ کر روتی جاتی تھیں اور آنحضرت ﷺ کپڑے سے ان کے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ حضرت رقیہؓ کے ایک بیٹے ہوئے جن کا نام عبداللہؓ تھا۔ آپ حبشہ میں قیام کے دوران چھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ حضرت رقیہؓ کے بارہ میں زرقانی میں لکھا ہے کہ ’’وہ نہایت جمیل تھیں‘‘۔

حضرت اُمّ کلثومؓ: آپؓ اُمّ کلثومؓ کے نام سے ہی مشہور ہوئیں۔ کوئی دوسرا نام معروف نہیں۔ آپؓ کی پیدائش کے وقت آنحضرت ﷺ کی عمر تقریباً 34 سال تھی۔ آپؓ کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتبہ کے ساتھ ہوا تھا۔ جس نے آنحضور ﷺ کے دعویٰ نبوت کے بعد آپؓ کو طلاق دیدی۔ شعب ابی طالب کی تکلیفوں کے زمانہ میں بھی آپؓ ساتھ تھیں۔ جب آنحضور ﷺ نے مدینہ ہجرت فرما لی تو کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارث اور حضرت ابورافعؓ کو واپس مکہ بھجوایا تاکہ وہاں سے اپنے اہل خانہ اور آنحضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل خاندان کو بھی مدینہ لے آئیں۔ چنانچہ یہ سارے لوگ بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔ ان ہجرت کرنے والوں میں آنحضور ﷺ کی دونوں صاحبزادیاں حضرت امّ کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ بھی شامل تھیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد بھی چند سال تک آپؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہیں۔

حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ بہت اداس اور غمگین رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے عثمانؓ جو ہونا تھا وہ ہوگیا، غم کرنے سے کیا حاصل۔ حضرت عثمانؓ نے کہا اے عمرؓ! میں اپنی محرومی قسمت پر جتنا غم کروں کم ہے کہ رقیہؓ جیسی بیوی مجھ سے بچھڑ گئی۔ اور اب خاندان رسالت سے میرا رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ بعد ازاں تین ہجری میں آنحضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ مجھے حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹی امّ کلثومؓ کا نکاح آپ کے ساتھ کردوں۔ چنانچہ حضرت امّ کلثومؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے ہوگئی۔ اور اس طرح حضرت عثمانؓ ’’ذوالنورین‘‘ یعنی دونوروں والے کہلائے۔

حضرت امّ کلثومؓ اس نکاح کے بعد چھ سال تک زندہ رہیں اور شعبان 9 ہجری میں وفات پائی۔ آنحضور ﷺ نے آپؓ کے کفن کے لیئے اپنی چادر دی اور خود نماز پڑھائی۔ آنحضور ﷺ اس وقت بہت غمگین تھے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ حضرت امّ کلثومؓ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ مصنف حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ نمبر 369،368 الفضل انٹرنیشنل صفحہ 27 (24 اگست تا 6 ستمبر 2001) سیر الصحابیات صفحہ 95 تا 100)

تسبیح و تحمید

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کو چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھوں میں تکلیف ہوگئی۔ اور ان دنوں آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے تھے۔ حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ کے پاس گئیں لیکن مل نہ سکیں۔ حضرت عائشہؓ سے ملیں اور آنے کی وجہ بتائی۔ جب حضورؐ باہر سے تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کے آنے کا ذکر کیا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اس پر آنحضور ﷺ ہمارے گھر آئے۔ ہم بستروں میں لیٹ چکے تھے۔ حضورؐ کے تشریف لانے پر ہم اٹھنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں لیٹے رہو۔ حضور ﷺ ہمارے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ حضورؐ کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے پر محسوس کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے سوال سے بہتر چیز نہ بتاؤں۔ جب تم بستروں میں لیٹنے لگو تو 34 دفعہ اللہ اکبر کہو، 33 بار سبحان اللہ، اور 33 بار الحمد للہ پڑھو۔ یہ تمہارے لیئے نوکر سے بہتر ہے۔ یعنی ان کلمات کی بدولت اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے گا اور اس قسم کے سوال سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 363 حدیث نمبر 535)

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت سُمَیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنتِ خباط

(نرگس ظفر: گوڈے لاؤ۔ ڈُود)

ان کا نام سُمَیّہؓ تھا تاریخ انہیں اُمّ عمار بن یاسرؓ کے خوبصورت نام سے یاد کرتی ہے حضرت سُمَیّہؓ بنت خباط کا شمار نہایت بُلند پا یہ صحابیات میں ہوتا ہے ایام جاہلیت میں مکہ کے ایک قبیلہ بنو مخزوم کے رئیس ابو حذیفہ بن المغیرہ کی کنیز تھیں۔

نکاح اور اولاد:۔ آپؓ کی شادی حضرت یاسرؓ بن عامر سے ہوئی جو آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت سے تقریباً پینتالیس سال پہلے یمن سے اپنے دو بھائیوں کے ساتھ اپنے ایک گمشدہ بھائی کی تلاش میں مکّہ آئے مگر بہت تلاش کے باوجود وہ بھائی نہ ملا۔ حضرت یاسرؓ کے دونوں بھائی واپس چلے گئے لیکن آپؓ نے مکّہ میں مستقل قیام کر لیا۔ قیام کے دوران حضرت یاسرؓ بن عامر اور ابو حذیفہ بن مغیرہ کی دوستی ہوگئی۔ ابو حذیفہ نے یاسرؓ کی شادی اپنی کنیز حضرت سُمَیّہؓ سے کردی۔ ان سے حضرت سُمَیّہؓ کے تین بیٹے حضرت عمارؓ، حضرت عبد اللہؓ اور حریث پیدا ہوئے ان کے دو بیٹے حضرت عمارؓ اور حضرت عبد اللہؓ اسلام لائے جبکہ تیسرے بیٹے حریث کو اسلام سے پہلے ہی کسی نے قتل کر دیا تھا۔

(حضرت سُمَیّہؓ بنتِ خباط، طاہرہ ریاض لجنہ اماء اللہ پاکستان۔ صفحہ ۲ تا ۳)

ایک روایت میں ہے کہ جب عمارؓ پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا...... ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ یاسرؓ کی شہادت کے بعد جناب سُمَیّہؓ نے ایک رومی غلام ازرق سے نکاح کر لیا تھا جو حارث بن کلدہ ثقفی کا غلام تھا۔ اس سے جو بچہ پیدا ہوا اس کا نام سلمہ رکھا گیا جو عمارؓ کا ماں جایا بھائی تھا۔ (اسد الغابہ۔ گیارھواں حصہ۔ 856)

قبول اسلام:۔ حضرت سُمَیّہؓ ابتدائی اسلام لانے والوں میں تھیں۔ وہ ساتویں نمبر پر مسلمان ہوئیں اور جن سات لوگوں نے ابتدا میں اپنے اسلام کو ظاہر کیا حضرت سُمَیّہؓ ان میں شامل تھیں۔

اِیمان میں مضبوطی:۔ حضرت یاسرؓ اور حضرت سُمَیّہؓ دونوں بہت ضعیف اور کمزور تھے مگر وہ اسلام پر اِتنی مضبوطی سے قائم تھے کہ مشرکین کے بے پناہ مظالم بھی ان کو ایک لحہ کے لئے بھی حق سے نہ ہٹا سکے۔ ان کا ایمان پہاڑوں کی طرح مضبوط تھا جن کو نہ طوفانوں کی موجیں بہا سکیں اور نہ تیز و تند ہوائیں ان کا کچھ بگاڑ سکیں۔ یہی حال ان کے بیٹوں کا تھا ان مظلوموں کو لوہے کی زرہیں پہنا کر مکہ کی تپتی ریت پر لٹانا، ان کی پیٹھ پر گرم کوئلے رکھنا اور پانی میں غوطے دینا۔ کفار کا روزانہ کا معمول تھا......

جنت کی خوشخبری:۔ حضور اکرم ﷺ حضرت سُمَیّہ اور ان کے خاندان کے پاس سے گزرے جن کو عذاب دیا جا رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اے آلِ یاسرؓ! تمہیں خوشخبری ہو تمہارا ٹھکانا جنت ہوگا''......

شہادت:۔ بوڑھے یاسرؓ یہ ظلم سہتے سہتے شہید ہو گئے لیکن مشرکین کو پھر بھی اس خاندان پر رحم نہ آیا اور انہوں نے حضرت سُمَیّہؓ اور ان کے بچوں پر ظلم کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ ایک دن حضرت سُمَیّہؓ دن بھر سختیاں برداشت کرنے کے بعد شام کو گھر آئیں تو ابو جہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور پھر (غصہ) اس قدر تیز ہوا کہ حضرت سُمَیّہؓ کو برچھی مار کر شہید کر دیا پھر تیر مار کر بیٹے عبد اللہ کو بھی شہید کر دیا۔

(حضرت سُمَیّہؓ بنتِ خباط، طاہرہ ریاض لجنہ اماء اللہ پاکستان۔ صفحہ 1,4,5)

ایک روایت میں ہے کہ ابو جہل نے اپنے نیزے کی انی ان کی شرمگاہ میں چبھو دی تھی جس سے وہ شہید ہوگئی تھیں اور حضرت سُمَیّہؓ اسلام کے نام پر شہید ہونے والی پہلی خاتون تھیں یہ ہجرت نبوی سے قبل ہے۔

(اسد الغابہ۔ گیارھواں حصہ۔ صفحہ 856)

آنحضرت ﷺ کی دعا:۔ حضرت عمارؓ کو اپنی والدہ کی اس بے کسی پر سخت افسوس تھا آنحضرت ﷺ سے آکر کہا کہ اب حد ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ نے صبر کی تاکید فرمائی اور کہا ''خداوندا! آلِ یاسرؓ کو جہنم سے بچا''۔

خدا کا فیصلہ:۔ غزوہ بدر میں جب ابو جہل مارا گیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت یاسرؓ سے فرمایا قَدْ قَتَلَ اللّٰہُ قَاتِلَ اُمِّکَ '' دیکھو! تمہاری ماں کے قاتل کا خدا نے فیصلہ کر دیا''

(سیر الصحابیات، مولانا سعید انصاری ندوی، مولانا عبد السلام ندوی۔ صفحہ 128)

صبر واستقامت:۔ مسلمان خواتین کی تاریخ میں ایسی کوئی خاتون نہیں ہے جس نے حضرت سُمَیّہؓ جتنا صبر کیا ہو۔ انہوں نے صبر کو اپنی عادت بنا لیا تھا۔ بڑھاپے کی انتہا کو پہنچی ہوئی کمزور خاتون نے صبر واستقامت کی ایسی مثالیں چھوڑیں جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور اس کی خوشبو ہمیشہ پھیلتی رہے گی باوجود اس کے کہ ان پر ظلم وستم روا رکھے گئے وہ اپنے عقیدے سے ذرا بھر نہ ہٹیں اور چٹان کی مانند ڈٹی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(حضرت سُمَیّہؓ بنتِ خباط، طاہرہ ریاض لجنہ اماء اللہ پاکستان۔ صفحہ 6)

اسلام میں عورت کی یہ پہلی شہادت تھی لیکن ایک ایسی خوش قسمت عورت کی شہادت کہ شہید کی بیوہ، شہید کی ماں اور خود بھی شہید ہونے کا اعزاز پایا۔

رُتبے ہیں بلند آج مگر عرشِ بریں پر
کیوں ناز فرشتے نہ کریں ایسے مکیں پر

خاتونِ اُحد

حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا

(سیّدہ نیّر طاہر۔ نوئے اِزن بُرگ)

شجرۂ نسب:۔ پیغمبر خدا ﷺ پر ہمیشہ اپنی جان نچھاور کرنے والی بہادر صحابیہ "اُمِّ عمارہؓ" کا اصلی نام "نسیبہ" بنت کعب بن عمر بن نجار تھا۔ مگر تاریخ اسلام میں وہ اپنی کنیت یعنی "اُمِّ عمارہؓ" کے نام سے مشہور ہوئیں۔ "اُمِّ عمارہؓ" انصار کے قبیلے خزرج کے خاندان نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ (صحابیات از علاّمہ نیاز فتح پوری ص 204)

یہ خاندان انصار میں سے ایک نہایت معزز خاندان تھا اور یثرب میں بڑے رسوخ والا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی والدہ حضرت سلمٰی اسی خاندان سے تھیں حضور ﷺ اس رشتے کی وجہ سے اس خاندان کو بہت محبوب رکھتے تھے اور تمام مسلمان بھی اسی وجہ سے اس خاندان کی بڑی قدر کرتے تھے۔

(تذکار صحابیاتؓ از طالب الہاشمی ص 390)

حضرت اُمِّ عمارہؓ کی ولادت اسی خاندان میں 584ء میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام "کعب بن عمر بن نجار" تھا اور والدہ کا نام "الرّبابی بنت عبداللہ بن حبیب" تھا۔ حضرت اُمِّ عمارہؓ کی پہلی شادی ان کے چچا زاد بھائی حضرت زیدؓ بن عاصم سے ہوئی جن سے آپؓ کے دو بیٹے حضرت عبداللہؓ اور حضرت حبیبؓ تھے۔ جنگ بدر میں حضرت زیدؓ بن عاصم کی شہادت کے بعد آپؓ کی شادی حضرت عربہ بن عمروؓ سے ہوئی۔ جن سے آپؓ کے دو بچے "تمیم اور خولہ" پیدا ہوئے۔

(عظیم خواتین اسلام۔ ص 344)

آپؓ کے اوصاف:۔ تاریخ اسلام میں حضرت اُمِّ عمارہؓ کی شخصیت کے متعلق روایات یوں بیان کی گئیں ہیں۔ آپؓ ایک بہت بہادر، نڈر اور حق پرست خاتون تھیں۔ آپؓ کی شجاعت نے آپؓ کی شخصیت کو لاکھوں میں ایک بنا دیا تھا۔ سب لوگ آپؓ کی نبی پاک ﷺ سے محبت اور عقیدت کی وجہ سے آپؓ کا بہت احترام کرتے تھے۔ وہ عہد جو انہوں نے بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر رسولِ خدا ﷺ سے کیا تھا اِسے اُنہوں نے ایسے نبھایا کہ رہتی دنیا تک ہر مسلمان اس پر رشک کرتا رہے گا۔ اُنہوں نے ہمیشہ رسولِ اکرم ﷺ کی جان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی، اپنے بچوں اور اپنے خاندان کی کبھی پرواہ نہیں کی۔

آپؓ کا اعزاز:۔ حضرت اُمِّ عمارہؓ یثرب کی وہ پہلی خاتون تھیں جنہیں بیعت عقبٰی ثانیہ کے موقع پر رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ 12 نبوی میں حج کے دنوں میں عقبٰی کے مقام پر ایک وفد جس میں ستّر مرد اور دو عورتیں شامل تھیں نے آنحضرت ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور یہ دو عورتیں حضرت اُمِّ عمارہؓ اور حضرت اسماء بنت عمروؓ تھیں۔ حضرت اُمِّ عمارہؓ کے لیے یہ دن دوہری اہمیت کا تھا۔ ایک اس لیے کہ انہیں رسولِ خدا ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، دوسرے عہدِ وفا کرنے کی توفیق ملی جس کو نبھانے کی وجہ سے تاریخ اسلام میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ حضرت اُمِّ عمارہؓ کو بیعتِ عقبٰی ثانیہ کے بعد غزوۂ اُحد، غزوۂ خیبر، غزوۂ حنین اور جنگِ یمامہ کے علاوہ صلح حدیبیہ، بیعتِ رضوان اور فتح مکّہ کے موقع پر رسولِ خدا ﷺ کی معیّت کا شرف حاصل ہوا اس کے علاوہ حضورِ پاک ﷺ کے ساتھ "ادائے عمرہ" کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔

غزوۂ احد میں آپؓ کی شجاعت و بہادری:۔ غزوۂ بدر میں سردارانِ قریش کی ہلاکت نے قریش کے غصّہ، نفرت اور انتقام کی آگ کو بہت تیز کر دیا تھا چنانچہ 3ھ ہجری میں کفّارِ مکّہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عبّاسؓ نے حضور ﷺ کو اس کی اطلاع کر دی۔ چنانچہ حضورِ انور ﷺ نے بھی جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا۔ جب لشکرِ کفّار نے اُحد کے مقام پر پڑاؤ کیا تو حضور ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ کے بعد فیصلہ فرمایا کہ مدینہ سے باہر اُحد ہی کے مقام پر مقابلہ کیا جائے۔ ادھر حضرت اُمِّ عمارہؓ چند خواتین کو لے کر دربارِ نبویؐ پہنچیں اور درخواست کی کہ ہم عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی اور پانی پلانے کا کام کرنا چاہتی ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ان کو بھی جنگ میں شمولیت کی اجازت فرما دی۔ دونوں لشکر کا مدینہ سے تین کوس باہر "میدانِ اُحد" میں آمنا سامنا ہوا۔ عرب دستور کے مطابق پہلے ایک ایک اور پھر دستوں کی صورت میں لڑائی شروع ہوئی۔ اسلامی لشکر تعداد میں بہت کم ہونے کے باوجود بڑی جانفشانی سے لڑ رہا تھا۔ کفّار کے علَم برداروں کے یکے بعد دیگرے جہنم واصل ہونے سے کفّار پریشان ہو کر واپس بھاگے۔ اب پلّہ مسلمانوں کے ہاتھ میں آتا دکھائی دیا تو اسلامی لشکر نے مالِ غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ "جبل الریاہ" پر متعین اسلامی تیر اندازوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر مالِ غنیمت کی طرف بھاگے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو ہر حال میں وہاں رہنے کا حکم دیا تھا۔ اس چھوٹی سی غلطی نے جنگ کا رخ پھر پلٹ دیا۔ خالد بن ولید جو کفّار کا شاطر جرنیل تھا اس نے یہ دیکھا تو اچانک پہاڑ کے عقب سے اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا۔ اس آناً فاناً حملے سے بھگدڑ مچ گئی۔ مسلمان لشکر کے لوگ جانیں بچانے لگے۔ کئی صحابہؓ شہید ہو گئے۔ جن میں حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی تھے جن کا حلیہ رسولِ خدا ﷺ سے ملتا تھا۔ کفّار نے یہ خبر پھیلا دی کہ محمّدؐ مارے گئے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک ایسا وقت آیا کہ رسولِ خدا ﷺ کی حفاظت کے لیے صرف حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ باقی رہ گئے۔ ابنِ قمیہ نے موقع سے فائدہ اٹھا کر نبی پاک ﷺ کو ایک پتھر مارا جس سے آپؐ کے "خود" کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں دھنس گئیں۔ حضرت اُمِّ عمارہؓ مشکیزہ اٹھائے زخمیوں کو پانی پلاتی اور ان کے زخموں کی مرہم پٹّی میں مصروف تھیں انہوں نے اچانک رسولِ خدا ﷺ کی طرف دیکھا تو سب کچھ وہیں چھوڑ کر آپؐ کی طرف دوڑیں۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن قمیہ نے رسولِ پاک ﷺ پر تلوار سے وار کیا مگر حضرت اُمِّ عمارہؓ نے وہ وار اپنے اوپر لے لیا۔ ان کے کندھے پر بہت گہرا زخم آیا مگر اُنہوں نے جوابی حملہ کیا۔ ابن قمیہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لیے بچ گیا۔ اب حضرت اُمِّ عمارہؓ کے دونوں بچّے بھی وہاں پہنچ چکے تھے اس لیے ابن قمیہ بھاگ گیا۔ (سیرت النبیؐ از علاّمہ سید سلیمان ندوی۔ ص 233 تا 241، ابن ھشام ص 78 تا 84)

آپؓ کا صبر اور حوصلہ:۔ حضرت اُمِّ عمارہؓ کے پاس تلوار تو تھی مگر کوئی ڈھال نہ

تھی۔اس کے باوجود وہ نبی پاک ﷺ پر ہونے والے ہر وار کو اپنی تلوار یا اپنے جسم پر لے لیتیں مگر حضور ﷺ کے وجود تک کسی کو نہ آنے دیتیں۔حضور ﷺ یہ سب دیکھ رہے تھے اسی اثنا میں آپؐ نے ایک بھاگتے ہوئے مسلمان کو دیکھا تو فرمایا:''او بھاگنے والے اپنی ڈھال تو ان کو دیتے جاؤ جو لڑ رہے ہیں۔'' وہ آدمی اپنی ڈھال وہیں پھینک کر بھاگ گیا۔حضرت اُمِ عمارہؓ نے جھٹ سے وہ ڈھال اُٹھائی اور بجلی کی طرح کفار پر ٹوٹ پڑیں۔حضرت اُمِ عمارہؓ کا بیٹا عبداللہؓ زخمی ہو کر گرا۔اسکا بہت خون بہہ نکلا۔حضرت اُمِ عمارہؓ نے جلدی سے اسکی پٹی کی۔اور اسے اٹھا کر کہا:''جاؤ اور جب تک دم ہے دشمن سے لڑو۔'' اب جنگ کی صورت پھر پلٹنے لگی۔کفار اسی خوش فہمی میں کہ رسولِ خدا ﷺ شہید ہو چکے ہیں واپس لوٹ رہے تھے۔ادھر مسلمان لشکر پھر سے ہوش میں آ رہا تھا۔حضرت اُمِ عمارہؓ نے اس نازک وقت میں رسولِ کریم ﷺ کی جان کی حفاظت کی۔جب کچھ بھی ہو سکتا تھا جب بہت سے صحابہؓ ہمت چھوڑ بیٹھے تھے۔ اسی لیے جنگ کے اختتام پر حضور ﷺ نے فرمایا:''اُمِ عمارہؓ نے آج وہ کیا ہے جو اور کسی نے نہیں۔'' حضرت اُمِ عمارہؓ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنتے ہی حضور ﷺ سے درخواست کی کہ حضور ﷺ ہمارے لیے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہمیں جنّت الفردوس میں آپؐ کا قرب عطا فرمائے۔حضور اکرم ﷺ نے اِسی وقت دعا فرمائی''اے اللہ انہیں جنّت میں میرا قرب عطا فرما۔'' اس پر حضرت اُمِ عمارہؓ نے کہا۔''اب مجھے اس زندگی میں کوئی دکھ باقی نہیں رہا۔'' یوں حضرت اُمِ عمارہؓ وہ خوش نصیب صحابیہ تھیں جنہوں نے اپنی زندگی میں ہی جنّت میں آنحضور ﷺ کے قرب کی بشارت پائی۔

اِس غزوہ میں حضرت اُمِ عمارہؓ کو تیرہ زخم آئے جن میں سب سے گہرا کندھے کا زخم تھا جو بڑی دیر تک مندمل نہ ہو سکا۔جنگ کے اختتام پر حضور ﷺ اس وقت تک گھر تشریف نہ لے کر گئے جب تک حضرت اُمِ عمارہؓ کی مرہم پٹی نہ ہو گئی۔ایک روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:''جتنا حوصلہ اُمِ عمارہؓ میں ہے وہ اور کس میں ہوگا۔''

غزوۂ اُحد میں حضرت اُمِ عمارہؓ کا یہ کردار تاریخ اسلام میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔قرآن کریم نے سورۂ آلِ عمران میں ''اُحد'' کے واقعات کو بیان کیا ہے۔

مسیلمہ کا انجام:۔عہدِ صدیقؓ میں جب مسیلمہ کذّاب نے مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کی اسے مدینہ کی طرف آتے ہوئے حضرت اُمِ عمارہؓ کے بیٹے حضرت حبیبؓ مل گئے۔اس نے ان سے اپنی نبوت تسلیم کرنے کو کہا مگر اُنہوں نے صاف انکار کیا۔اس کے ہر سوال پر وہ ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہ'' کہتے رہے ،اس پر مسیلمہ نے ان کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیا۔حضرت اُمِ عمارہؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے قسم کھائی کہ یا تو وہ مسیلمہ کو مار دیں گی یا خود شہید ہو جائیں گی۔آخر میں جنگِ یمامہ میں وہ وقت آ گیا۔حضرت اُمِ عمارہؓ نے جب مسیلمہ کو دیکھا تو دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے اس کی طرف بڑھیں۔انہیں زخم پر زخم آئے مگر وہ اس کے قریب پہنچ گئیں۔عین اس وقت جب وہ اس پر اپنی برچھی سے وار کرنے لگیں تو مسیلمہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر گیا۔حضرت اُمِ عمارہؓ نے دیکھا تو ان کا بیٹا حضرت عبداللہؓ اور وحشی (جس نے اُحد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا مگر اب مسلمان ہو چکا تھا) مسیلمہ کی لاش پر کھڑے تھے۔ان دونوں نے مسیلمہ کو جہنم واصل کر دیا تھا۔

حضرت اُمِ عمارہؓ نے قبولِ اسلام سے لے کر آخری سانس تک عہدِ وفا نبھایا۔وہ نبی پاک ﷺ سے بہت محبت اور عقیدت رکھتی تھیں۔آنحضرت ﷺ بھی حضرت اُمِ عمارہؓ سے بڑی محبت رکھتے تھے۔آپؐ کبھی کبھی ان کا حال دریافت کرنے کے لیے حضرت اُمِ عمارہؓ کے گھر جایا کرتے تھے۔ایک روز حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔اُنہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔آپؐ نے فرمایا:''تم بھی کھاؤ'' حضرت اُمِ عمارہؓ نے عرض کیا:''یارسول اللہؐ! میں روزے سے ہوں'' آپؐ نے فرمایا:''جب کوئی شخص کسی روزے دار کے سامنے کھانا کھائے تو فرشتے اس روزہ دار پر درود بھیجتے ہیں'' پھر آپؐ نے حضرت اُمِ عمارہؓ کے سامنے بیٹھ کر کھانا کھایا۔(مسندِ احمدؒ)

حضرت ابوبکر صدّیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ بھی حضرت اُمِ عمارہؓ کا حال دریافت کرنے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔حضرت اُمِ عمارہؓ نے ایک مرتبہ حضرت رسولِ اکرم ﷺ سے عرض کی کہ''یارسول اُللہؐ! قرآنِ مجید میں مردوں کا ذکر تو بہت ہوا ہے مگر عورتوں کا اتنا نہیں۔'' روایت ہے کہ اس موقع پر وہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں مردوں اور عورتوں کا یکجا ذکر کیا گیا ہے جو سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 36 ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا O

ترجمہ: یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کئے ہوئے ہے۔۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ مالِ غنیمت سے ریشمی کپڑا (جو بہت قیمتی تھا) آپؓ کے پاس لایا گیا۔صحابہؓ نے کہا۔''اسے آپؓ صفیہؓ جو آپؓ کی بہو ہے اس کو دے دیں۔'' آپؓ نے فرمایا:''نہیں میں یہ صفیہؓ کو نہیں دوں گا بلکہ اُس کو دوں گا جو اُس کی حق دار ہے۔میں یہ عمارہؓ کو دوں گا۔میں نے اُحد کے دن رسولِ خدا ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میں نے جب بھی اپنے دائیں یا بائیں دیکھا تو ہر طرف اُمِ عمارہؓ کو اپنے سامنے میرے لیے لڑتے دیکھا۔'' چنانچہ حضرت عمرؓ نے وہ قیمتی کپڑا حضرت اُمِ عمارہؓ کو بھجوا دیا۔حضرت عمر فاروقؓ حضرت اُمِ عمارہؓ کا بہت احترام کرتے تھے اور ہمیشہ انہیں ''خاتونِ اُحد'' کہہ کر یاد کرتے تھے۔

(صحابیات از علامہ نیاز فتح پوری ص 208-209)

حضرت اُمِ عمارہؓ نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔اللہ تعالیٰ تاریخ اسلام کی اس جاں باز صحابیہؓ پر اپنے بے شمار فضل فرمائے اور تمام مسلمانوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی محبت اور بقائے اسلام کے لیے جانیں نچھاور کرنے والے بنائے۔آمین یا ارحم الرّاحمین۔

آج رات عرش کا خدا تم سے بہت خوش ہوا

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(عائشہ منصور چودھری۔ حلقہ Dietzenbach)

اسلام کی تاریخ مسلمان عورتوں کی عظمت، ان کی قربانیوں اور رسول اکرم ﷺ سے محبت کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اسلام کی آبیاری کے لئے اور بھی بہت سی صحابیاتؓ کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے ایک نام حضرت ام سلیمؓ کا بھی ہے۔

آپؓ کا خاندان: حضرت اُم سلیمؓ انصار کے مشہور قبیلے خزرج کی شاخ بنو عدی بن نجار میں سے تھیں۔ ان کا نام غمیصاء، رملہ اور سہلہ بیان ہوا ہے لیکن وہ اپنی کنیت سے زیادہ پہچانی جاتی ہیں اور انہیں تاریخ نے ام سلیمؓ کے نام سے اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے۔ وہ ملحان بن خالد کی بیٹی تھیں ان کی والدہ کا نام ملیکا بنت مالک تھا۔ وہ حضور ﷺ کی رضاعی خالہ کی حیثیت سے بھی پہچانی جاتی تھیں جب مسلمانوں نے مدینہ آ کر تبلیغ شروع کی تو انہوں نے بغیر کسی جھجک کے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ام سلیمؓ کے خاوند مالک بن نضر بھی خزرج قبیلے سے تھے مگر اسلام کے مخالف تھے جب اپنی بیوی اور بچے کو اسلام سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے تو دل برداشتہ ہو کر مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے جہاں بعد میں انہیں کسی نے قتل کر ڈالا۔

آپؓ کی اوّلین خواہش: حضور ﷺ کا مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا ایک عظیم واقعہ ہے مدینہ والوں نے مہاجرین کے لئے اپنے شہر اور دل کے دروازے بصد شوق کھول دیئے۔ آنحضور ﷺ جب خود ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کی اسی خاتون صحابیہؓ نے اپنا لختِ جگر آنحضور ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ حضور ﷺ چونکہ اکیلے تھے اور انہیں ایک خادم کی بھی ضرورت تھی تو ایسے موقع پر حضرت ام سلیمؓ اپنے پیارے بیٹے کی انگلی پکڑے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور التجا کی کہ "یا رسول اللہ ﷺ یہ میرا جگر گوشہ ہے اور میری تمنا ہے کہ یہ آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرے آپؐ اسے اپنے خادموں میں شامل کر لیں اور اس کے لئے دعائے خیر بھی کریں"۔ آپؐ نے اپنی صحابیہؓ کی یہ درخواست قبول کر لی اور اس بچے کے سر پر دست شفقت پھیرا۔ اور ان کے لئے دعائے خیر و برکت بھی کی۔ یہ ہونہار بچہ حضرت انسؓ بن مالک تھے جن سے آنحضور ﷺ اپنے بچوں کی طرح محبت کرتے تھے۔ اس وقت ان کی عمر دس سال تھی اور وہ اس چھوٹی سی عمر میں اپنی والدہ کی طرح اسلام کے پیروکار اور پیارے رسول ﷺ کے سچے شیدائی بن گئے تھے اور حضور ﷺ کے آخری لمحات تک آپؐ کے ساتھ رہے۔ حضور ﷺ انہیں یَا بُنَیَّ (اے میرے پیارے بیٹے) کہہ کر بلاتے تھے۔

آپؓ کا حق مہر: حضرت ام سلیمؓ کے خاوند چونکہ اسلام سے محروم رہے اس کا انہیں بہت افسوس تھا۔ بیوہ ہو جانے کے کچھ عرصے کے بعد انہیں اپنے ہی قبیلے کے ایک شخص زید بن سہل (جن کو ابو طلحہؓ بھی کہا جاتا ہے) نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ ابو طلحہؓ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے مگر بُت پرست تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا پیغام ملنے پر انہیں بلایا اور کہا کہ "میں تو ایک اللہ کو ماننے والی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروکار ہوں اور تم بت کو پوجتے ہو جسے تم نے خود ہی بنایا ہے تو میں کس طرح تمہیں اپنے خاوند کے طور پر قبول کر سکتی ہوں" ان کی یہی استقامت دیکھ کر حضرت ابو طلحہؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کے بعد حضرت ام سلیمؓ نے ان کا پیغام قبول کیا اور ان کے اسلام قبول کرنے کو ہی اپنا حق مہر قرار دیا۔ حضور ﷺ نے بھی اس پر فرمایا "آج تک کوئی عورت ام سلیم سے بہتر حق مہر مقرر نہیں کر سکی"۔ یہی حضرت ابو طلحہؓ بعد میں حضور ﷺ کے بڑے فدائی اور جان نثار صحابی بنے۔ حضرت ام سلیمؓ اور حضرت ابو طلحہؓ کے گھر پر ہی آنحضور ﷺ نے انصار اور مہاجرین کا بھائی چارہ قائم کرایا۔ اور جنگ احد اور جنگِ حنین میں بھی آپ دونوں میاں بیوی آنحضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ (حضرت ام سلیمؓ از امۃ الحفیظ عابدہ زیروی ص 2)

آپؓ کی مہمان نوازی: ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس ایک غریب مفلوک الحال شخص آیا۔ اور کہا کہ وہ فاقے سے ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے گھر سے پچھوا بھیجا کہ کھانے کو کچھ ہے تو بھجوا دیں۔ وہ زمانہ سخت تنگی کا زمانہ تھا۔ سب بیویوں کی طرف سے جواب آیا کہ گھر میں سوائے پانی کے اور کچھ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر صحابہؓ سے پوچھا کہ کوئی ہے جو آج رات اس شخص کی مہمان نوازی کرے اور خدا تعالیٰ کی رحمت سے حصہ پائے۔ ایثار پیشہ حضرت ابو طلحہؓ نے اپنی خدمات حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیں اور اس شخص کو لے کر گھر آ گئے۔ اپنی بیوی حضرت ام سلیمؓ جو انتہائی مہمان نواز، ایثار پیشہ اور فدائی رسول ﷺ تھیں سے کہا کہ یہ خدا کا مہمان ہے اس کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ "خدا کی قسم! آج تو صرف بچوں کے لئے کچھ کھانا ہے اور کچھ نہیں۔" پھر کہا کہ کوئی بات نہیں آج بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دیتے ہیں۔ ان کے خاوند نے ہدایت کی کہ جب مہمان کے آگے کھانا رکھنا تو چراغ بجھا دینا تا کہ خدا کے رسول ﷺ کا مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا ساتھ دینے کے لئے ہم خالی منہ چلاتے رہیں گے"۔ پردہ کے حکم سے پہلے عربوں میں اہل خانہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا عزت کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ میاں بیوی مہمان کے ساتھ بیٹھ گئے تا کہ اس کی عزت و اکرام میں کوئی فرق نہ آئے۔

حضرت ام سلیمؓ کھانا رکھ کر چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے اٹھیں اور اسے بجھا دیا پھر دونوں میاں بیوی مہمان کے ساتھ خالی منہ ہلا کر یہ ظاہر کرتے رہے کہ وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ اس طرح رات تو بھوکے پیٹ گزر گئی مگر اس گھر کو ایک عظیم رتبہ بخش گئی۔ ایثار، قربانی اور سچی فدائیت کا یہ نمونہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوا

کہ آنحضورؐ کو اطلاع دی۔ صبح حضور ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ سے فرمایا کہ ''آج رات عرش کا خدا تم سے بہت خوش ہوا۔ اور اس کے لئے سورۃ حشر کی یہ آیت اتاری:۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ(سورۃ حشر آیت نمبر 10)

ترجمہ:۔ اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔ پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ (از ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) (صحیح بخاری میں بھی یہ روایت موجود ہے)

پیارے رسول سے محبت:۔ حضرت ام سلیمؓ کی آنحضور ﷺ سے محبت کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ ایک مرتبہ آپ حضرت انسؓ بن مالک کے گھر سو گئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو انکی والدہ تھیں) ایک شیشی لے کر اس میں حضور ﷺ کا پسینہ جمع کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگیں کہ ''ہم یہ پسینہ کے قطرے اپنی خوشبو میں ملا دیں گے تو وہ بہترین خوشبو ہو جائے گی'' (صحیح مسلم)

آپؓ کا صبر:۔ حضرت ام سلیمؓ ہر حال میں اپنے خدا سے راضی رہنے والی خاتون تھیں۔ ان کے ایک چھوٹے صاحبزادے بہت چھوٹی عمر میں وفات پا گئے۔ ان کی وفات کے وقت حضرت ابوطلحہؓ گھر پر موجود نہ تھے۔ انہوں نے خود ہی اپنے بیٹے کے غسل اور کفن کا انتظام کیا۔ اور باقی خاندان کے افراد کو منع کر دیا کہ وہ اس کے بارے میں حضرت ابوطلحہؓ سے کوئی ذکر نہ کریں۔ رات کو جب حضرت ابوطلحہؓ گھر آئے تو حضرت ام سلیمؓ نے ان کو کھانا وغیرہ پیش کیا۔ کھانے کے بعد جب وہ سونے کے لئے لیٹے تو حضرت ام سلیمؓ نے ان سے پوچھا کہ ''اگر آپ کو کوئی چیز امانت کے طور پر دی جائے اور پھر اسے واپس لے لیا جائے تو کیا آپ کو برا لگے گا؟'' حضرت ابوطلحہؓ نے جواب دیا ''نہیں'' اس پر حضرت ام سلیمؓ نے انہیں بتایا کہ ''آپ کا بیٹا ابوعمیر بھی اللہ کی ایک امانت تھا اور اللہ نے اسے واپس لے لیا آپ صبر کیجئے''۔ حضرت ابوطلحہؓ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور پوچھا کہ ''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟'' حضرت ام سلیمؓ نے جواب دیا ''میں نے فوراً اس لئے آپ کو نہیں بتایا تا کہ آپ آرام سے اپنا کھانا کھا لیں''۔ اگلے دن حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے بیٹے کی وفات کے بارے میں حضور ﷺ کو بتایا۔ حضور ﷺ نے ان کے اور ان کی بیوی کے اللہ کی رضا پر راضی ہونے کی تعریف کی اور اس کے نعم البدل کی دعا کی۔ جس کے نتیجے میں حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابوطلحہؓ کو ایک بیٹے سے نوازا۔ جس کا نام عبداللہ تھا۔

آپؓ کی وفات:۔ حضرت ام سلیمؓ نہایت رحم دل اور عقلمند خاتون تھیں ان سے بہت سی احادیث بھی منسوب ہیں۔ لوگ ان سے بہت سے فقہی معاملات میں آکر مشورہ بھی لیتے تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

اللہ تعالیٰ تمام احمدی خواتین کو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت، خدا کی راہ میں قربانی، اور اسلام کی راہ میں اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی اپنی عظیم صحابیاتؓ کی طرح وقف کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(حوالہ جات:۔ اسوہ انسان کامل۔ حافظ مظفر احمد، اوڑھنی والیوں کے لئے پھول، حضرت ام سلیمؓ از امۃ الحفیظ عابدہ زیروی)

بحری جنگ میں شہید ہونے والی پہلی صحابیہ

قباء کی بستی مدینہ منورہ سے دو میل کے فاصلے پر تھی۔ اسی بستی میں اسلام کی پہلی مسجد قباء کی بنیاد رکھی گئی۔ اس مبارک بستی میں حضرت عبادہؓ بن صامت کا مکان تھا۔ جس میں حضرت اُمّ حرامؓ بیاہ کر آئیں۔ آنحضور ﷺ حضرت اُمّ حرامؓ کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور اُن کا بہت خیال رکھتے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت اُمّ حرامؓ کے بھائی کی مظلومانہ شہادت کو بہت محسوس کیا تھا۔ اس لئے دل جوئی کے پیشِ نظر کبھی کبھی حضرت اُمّ حرامؓ کے گھر تشریف لاتے اور کچھ دیر اُن کے گھر آرام فرماتے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس آئے اس حال میں کہ میری والدہ اُمّ سلیمؓ اور میری خالہ اُمّ حرامؓ موجود تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کھڑے ہو جاؤ میں تمہیں نماز پڑھاؤں، جبکہ فرض نمازوں کا وقت نہ تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور ہم سب گھر والوں کے لئے دین و دنیا کی ہر خیر و بھلائی کے لئے دُعا فرمائی۔

بارہ ربیع الاول 11 ہجری کو حضور ﷺ کا وصال ہوا۔ اس حال میں کہ آپ ﷺ حضرت اُمّ حرامؓ سے راضی تھے۔ اب اُمّ حرامؓ کی زندگی اس انتظار میں گزرنے لگی کہ کب بحری جنگ ہو اور وہ اس میں شمولیت کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کریں۔ آخر نبی اکرم ﷺ کے خواب کی تعبیر تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں یوں پوری ہوئی کہ 28 ہجری میں حاکمِ شام امیر معاویہؓ نے امیر المومنین کی اجازت سے جزیرہ قبرص کی فتح کے لئے ایک بحری بیڑہ روانہ کیا۔

چونکہ رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث تھی کہ جو اسلامی لشکر پہلی بحری جنگ میں حصہ لے گا جنتی ہوگا۔ بہت سے جلیل القدر صحابہؓ بھی اس لشکر میں شامل ہوئے۔ حضرت اُمّ حرامؓ کو راہِ خدا میں جہاد کرنے اور رتبہ شہادت پر فائز ہونے کی بے حد تمنا تھی، اس لئے وہ بھی اپنے شوہر حضرت عبادہؓ بن صامت کے ہمراہ اس لشکر میں شامل ہو کر قبرص گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطاء کی اور قبرص اسلامی حکومت میں شامل ہوا۔ جب مجاہدین اس مہم کی تکمیل کے بعد واپس ہونے لگے تو حضرت اُمّ حرامؓ بھی سواری پر بیٹھنے لگیں۔ گھوڑا منہ زور تھا اس نے اُنہیں زمین پر گرا دیا۔ حضرت اُمِ حرامؓ زخمی ہو گئیں اور انہی زخموں کی تاب نہ لا کر شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئیں۔ یہ واقعہ 28 ہجری کو پیش آیا۔

اس طرح حضرت اُمِ حرامؓ پہلے سمندری شہیدوں میں سے تھیں اور وہ پہلی مجاہدہ خاتون تھیں۔ بحرِ ابیض میں پہلی جنگ کرنے والی خاتون اور بحری جنگ میں سب سے پہلی راہِ حق میں شہید ہونے والی صحابیہ کا اعزاز بھی انہیں حاصل تھا۔ آپ کو سرزمین قبرص میں دفن کیا گیا۔

(حضرت اُمّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ملحانؓ مصنفہ طاہرہ ریاض صاحبہ۔ پاکستان۔ صفحہ نمبر 5.6.7)

حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا

اعزازات پانے والی خوش قسمت خاتون

مرتبہ:۔ زوباریہ احمد صاحبہ، Melsungen

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قوتِ قدسیہ سے فیض پا کر عرب کے لاکھوں روحانی مردے زندہ ہو گئے اور نیک روحیں پروانہ وار شمعِ رسالت کے گرد اکٹھی ہو گئیں۔ انہی نیک روحوں میں سے ایک ایسی رہنما ہستی کا ذکر بھی تاریخ میں ملتا ہے جو اسلامی تاریخ کے سنہرے ابواب میں اُمّ ہانیؓ کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ ان کا اصل نام "فاختہ" تھا۔ بعض روایات میں ہند بھی بتایا جاتا ہے۔

والد کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت اُمّ ہانیؓ بنت ابو طالب عبد مناف بن عبد المطلب ہے اور والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت اُمّ ہانیؓ بنت حضرت فاطمہؓ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ حضرت اُمّ ہانیؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپؓ کے والد عبد مناف جن کی کنیت حضرت ابو طالب تھی، آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حقیقی چچا تھے اور انہیں آٹھ سال کی عمر سے آپ ﷺ کی تربیت و پرورش کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ نے اپنے پیارے بھتیجے کو عزیز از جان رکھا اور انتہائی شفقت اور محبت سے پرورش کی۔ اور ہر قسم کے حالات میں نبی کریم ﷺ کا ساتھ دیا۔ جب آنحضور ﷺ نے دعویٰ نبوت کیا تو جہاں اللہ کے نیک بندے آپ ﷺ پر ایمان لائے وہاں اہلِ مکّہ کی اکثریت نے آپ ﷺ کی پُر زور مخالفت کی۔ ایسے مشکل وقت میں بھی حضرت ابو طالب دشمنوں کے سامنے آپ ﷺ کے لئے ڈھال بنے رہے۔ حضرت اُمّ ہانیؓ انہی نیک ہستی کی صاحبزادی تھیں۔ آپؓ کے بھائی حضرت علیؓ اسلام کے چوتھے خلیفہ تھے۔

آپؓ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بھی بہت ہی نیک فطرت خاتون تھیں۔ آپ حضرت محمد ﷺ کی چچی تھیں جنہیں سرورِ کائنات نبی کریم ﷺ کی پرورش و تربیت کی مبارک سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت اُمّ ہانیؓ اسی بابرکت اور محبت بھرے گھرانے کی بیٹی تھیں۔ آپؓ کا نکاح ہبیرہ بن مخزوم سے ہوا تھا۔ یہ قریش کے مشہور شاعر تھے لیکن اسلام سے محروم رہے اور فتح مکّہ کے وقت حالتِ شرک میں نجران کی طرف بھاگ گئے تھے۔ حضرت اُمّ ہانیؓ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں حضرت عمروؓ، حضرت جعدہؓ، حضرت ہانیؓ (جن سے آپ کی کنیت تھی) اور حضرت یوسفؓ سے نوازا۔ چاروں اسلام لائے اور ساری عمر اسلام کے لئے خدمات سرانجام دیتے رہے۔

حضرت اُمّ ہانیؓ فتح مکّہ کے موقع پر اسلام لائیں جبکہ بعض کا خیال ہے کہ وہ شروع میں اسلام لائیں۔ مکّہ معظمہ میں حضرت اُمّ ہانیؓ قرآن کریم بہت غور سے سُنا کرتی تھیں۔ آپؓ فرماتی تھیں کہ "ہم رات کو کعبہ کے پاس رسول ﷺ کی تلاوت سُنا کرتے تھے"۔

آپؓ کو آنحضرت ﷺ سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی۔ آپؓ خلوص دل اور نیت سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور پھر اس پر ثابت قدم بھی رہیں۔ کوئی دنیاوی طاقت آپؓ کو ایمان سے ہٹا نہ سکی۔ آپؓ کا توکل باللہ دیکھنے کے لائق تھا۔ ہمیشہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتیں اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ خدا تعالیٰ پر کامل توکل کرتے ہوئے انتہائی دلیری، بہادری اور ثابت قدمی سے خدا تعالیٰ کا دامن تھامے ہوئے کرتیں۔ حضرت اُمّ ہانیؓ کے خاوند ایک اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔ وہ اپنے اشعار میں حضرت اُمّ ہانیؓ کو اسلام قبول کرنے کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات سے آگاہ کرتے اور بتاتے کہ دینِ محمد ﷺ کی اتباع سے انہیں صرف بھوک اور تنگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مگر حضرت اُمّ ہانیؓ مضبوطی سے دین پر قائم رہیں اور انہیں یقینِ کامل تھا کہ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اپنے شوہر کے چھوڑ جانے کے بعد جو کہ انہیں قبولِ اسلام کی وجہ سے چھوڑ گئے تھے، اپنے چاروں بچوں کی تنہا پرورش کی ذمہ داری بہت بہادری اور بہترین رنگ میں ادا کی۔

رسول کریم ﷺ کی چچا زاد بہن اور حضرت علیؓ کی حقیقی بہن کا اعزاز ہونے کے علاوہ حضرت اُمّ ہانیؓ وہ خوش قسمت صحابیہؓ تھیں جن کے حصّہ میں اور بھی بہت سے اعزازات آئے۔ فتح مکّہ کے موقع پر ایک ایسا اعزاز آپؓ کے حصہ میں آیا جو کسی صحابیہ کے حصے میں نہیں آیا۔ فتح مکّہ کے دن آپ ﷺ حضرت اُمّ ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور شکرانے کے آٹھ نفل نماز ادا کی یہ چاشت کا وقت تھا۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضور ﷺ کو اس سے ہلکی پھلکی نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہ دیکھا البتہ رکوع و سجود آپ ﷺ نے پورے اطمینان سے ادا کئے۔

ام ہانیؓ کو ایک اور اعزاز یہ ملا کہ آپ ﷺ نے ان کے گھر کھانا کھایا اور تعریف کی۔ یہ کھانا روٹی کے سوکھے ٹکڑے تھے جو پانی میں بھگو کر کھائے اور سالن کی جگہ سرکہ ٹکڑوں پر چھڑک لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے ام ہانیؓ! سرکہ بہترین سالن ہے وہ گھر فقیر نہیں ہوتا جس میں سرکہ ہو"۔

حضرت اُمّ ہانیؓ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ نبی کریم ﷺ معراج کی رات مکّہ میں اُن کے گھر آرام فرما رہے تھے۔ حضرت اُمّ ہانیؓ فرماتی ہیں کہ "اُس روز عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد آپ ﷺ ہمارے گھر سو گئے تھے۔ ہم نے فجر کی نماز ادا کی پھر آپؓ نے ارشاد فرمایا "اے اُمّ ہانیؓ میں بیت المقدس گیا وہاں نماز پڑھی اور پھر صبح کی نماز تمہارے ساتھ ادا کی"۔ حضرت اُمّ ہانیؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یہ بات لوگوں کو نہ بتائیں آپ ﷺ کو لوگ جھوٹا کہیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ کی قسم میں لوگوں کو یہ ضرور بتاؤں گا۔ حضرت اُمّ ہانیؓ کو غزوہ خیبر میں شرکت کا اعزاز حاصل ہوا۔

زمانہ جاہلیت سے یہ حق عورتوں کو ملا ہوا تھا کہ وہ کسی خوفزدہ اور قیدی کو امان دے سکتی تھیں۔ اسی کا پاس رکھتے ہوئے ہمارے پیارے آقا ﷺ نے مسلمان عورت کے مقام و مرتبہ کی حفاظت فرمائی اور اس کی عزت کا پورا پورا خیال رکھا۔ اسے ایک یا دو مردوں کو پناہ دینے کی اجازت دی۔ حضرت اُمّ ہانیؓ کا اپنے سسرالی عزیزوں کے ساتھ احترام اور محبت کا تعلق تھا۔ آپؓ نے اپنے دو سسرالی رشتہ دار مردوں کو پناہ دی جن کو قتل کرنے کا حکم تھا۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس پناہ کو قبول فرمایا۔

حضرت اُمّ ہانیؓ اس بارے میں فرماتی ہیں:

"جب رسول اللہؐ نے مکّہ کے بالائی جانب پڑاؤ کیا تو بنو مخزوم کے دو آدمی

دوڑ کر میرے پاس آئے اور ان کے پیچھے میرا بھائی علیؓ ابن ابی طالب بھی داخل ہوا اور اس نے کہا "اللہ کی قسم میں انہیں قتل کروں گا۔" میں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا اور کہا کہ "میں نے ان کو امان دی"۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اے اُمّ ہانی خوش آمدید کیسے آنا ہوا؟ میں نے آپ ﷺ سے دونوں آدمیوں اور اپنے بھائی علیؓ کا میرے گھر میں داخل ہونے کا واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اُمّ ہانیؓ جس کو تونے امان دی اسے ہم نے امان دی، علیؓ ان دونوں کو قتل نہیں کرے گا"۔ اس واقعہ سے صحابہ کرامؓ نے حضرت اُمّ ہانیؓ کے شرف کا اعتراف کیا، وہ آپؓ کو بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ حضرت اُمّ ہانیؓ پر بہت ہی شفقت فرمایا کرتے تھے، آپ ﷺ ان کی دلجوئی فرماتے، ان کے حالات سے باخبر رہتے اور اکثر ان کے گھر پر تشریف لا کر محبت و شفقت کا اظہار فرماتے۔ حضرت اُمّ ہانیؓ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ آپؓ کے بھائی حضرت علیؓ کے عقد میں آئیں۔ اس طرح آپؓ کے خاندان اور آپؓ کی قربت آنحضور ﷺ سے اور بھی بڑھ گئی۔ حضرت اُمّ ہانیؓ آنحضور ﷺ کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ان کے بچے کمسن تھے تو آپؓ حضور انور ﷺ کے پاس کم کم جایا کرتی تھیں۔ ایک بار فرمایا کہ "میرے بچے چھوٹے ہیں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ یہ حضور ﷺ کو تنگ کریں یا تکلیف میں ڈالیں"۔

حضرت اُمّ ہانیؓ سادہ طبیعت کی خوش مزاج خاتون تھیں۔ آپؓ کو مہمان نوازی اور سلیقہ شعاری اپنی والدہ محترمہ سے ملی تھی۔ آپؓ کو اللہ تعالیٰ سے عشق اور اُس پر کامل توکل تھا۔ فصاحت و بلاغت اور ادب آپؓ کو اپنے والد ماجد کی طرف سے ورثہ میں ملا تھا۔ قرآن مجید پر بہت غور و فکر کرتی رہتی تھیں۔ فقہ سے بہت دلچسپی تھی اور بعض فقہی مسائل دریافت بھی کیے۔ اسی طرح بعض قرآنی آیات کے مفہوم براہ راست آنحضور ﷺ سے پوچھے۔

حضرت اُمّ ہانیؓ فضل و کمال کے لحاظ سے بڑے بلند مرتبہ پر فائز تھیں۔ ان سے چھیالیس احادیث مروی ہیں۔ حضرت اُمّ ہانیؓ کی روایت کردہ احادیث، احادیث کی مستند کتب صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سورۃ مریم کی تفسیر میں فرماتے ہیں "کٓھٰیٰعٓصٓ: حروف مقطعات میں سے ہے۔ ک سے مراد کَافٍ اور ہ سے مراد ھَادٍ ہے۔ یا حرف ندا ہے اور ع سے مراد عَالِمٌ اور ص سے مراد صادقٌ ہے۔ گویا کٓھٰیٰعٓصٓ میں یہ مفہوم ادا کیا گیا ہے کہ: اَنْتَ کَافٍ، اَنْتَ ھَادٍ (یَا عَلِیْمُ) یَا عَالِمُ یَا صَادِقُ۔ یعنی "اے عالم اور صادق خدا تو کافی اور ہادی ہے"۔ ان حروف کے ذریعہ در حقیقت عیسائی عقیدہ کی تردید کی گئی ہے۔ فتح البیان میں یہ معنی حضرت ام ہانیؓ سے جو رسول کریم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں روایت کئے گئے ہیں۔ (تفسیر صغیر ص:383)

حضرت اُمّ ہانیؓ اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جھکنے والی مبارک خاتون تھیں۔ آپؓ کثرت سے ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپؓ نے لمبی عمر پائی اور چاروں خلفائے راشدین کا زمانہ دیکھا اور اُن سے فیض یاب ہوئیں۔ چاروں خلفاء راشدین، اصحاب رسول ﷺ اور علماء اُمت ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ان کا حد درجہ احترام کرتے کیونکہ آنحضور ﷺ کے ہاں ان کو عزت و احترام کا مقام حاصل تھا۔ انہیں یہ سعادت اور اعزاز آخری دم تک میسّر رہا۔

حضرت اُمّ ہانیؓ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک لمبی عمر پائی۔ آپؓ اپنے بھائی حضرت علی مرتضیٰؓ کی وفات کے بعد تک زندہ رہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں 50 ہجری میں حضرت اُمّ ہانیؓ ایک راضی برضا زندگی گزار کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ اللہ آپؓ سے راضی ہو اور اپنی جوارِ رحمت میں صالحین کے ساتھ جگہ عطا فرمائے اور ہمیں ان جیسی بابرکت ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(حوالہ جات: حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنھا، شائع کردہ لجنہ اماء اللہ پاکستان)

معمولی تحفہ کی قدر

حضرت ربیعہ بنت مُعوِّذؓ بیان کرتی ہیں کہ مجھے میرے والد مُعوِّذ بن عفراء نے تازہ کھجوروں کا ایک طشت اور کچھ ککڑیاں دیں کہ حضور کی خدمت میں تحفہ کے طور پر لے جاؤ۔ تو کہتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی چھوٹی ککڑیاں حضور کو بہت پسند تھیں۔ اس زمانے میں آنحضور ﷺ کے پاس بحرین کے علاقے سے کچھ زیورات آئے ہوئے تھے تو آپؐ نے کھجوروں اور ککڑیوں کا تحفہ لے کے مجھے مٹھی بھر زیور عطا فرمایا۔

دوسری روایت میں تو یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دونوں ہاتھ بھر کر سونے کے زیور ربیعہؓ کو دیئے اور فرمایا یہ زیور پہن لو۔

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 170-171)

اطاعت رسول ﷺ

حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مَیں ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں مجھے معلوم نہیں اس کی شکل کیسی ہے۔ اُس کا باپ شکل دکھانے سے انکار کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ شادی کیلئے شکل دیکھنا جائز ہے۔ جب اس شخص نے جا کر لڑکی کے باپ سے ذکر کیا۔ تو پھر بھی اُس نے اپنی ہتک سمجھتے ہوئے لڑکی کی شکل دکھانے سے انکار کیا۔ لڑکی اندر بات سُن رہی تھی۔ وہ اپنا منہ ننگا کر کے باہر آ گئی۔ اور اس نے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ منہ دیکھ لو تو پھر ہمیں کیا انکار ہو سکتا ہے۔

(اوڑھنی والیوں کیلئے پھول صفحہ 201)

حضرت رابعہ بصریؒ

لبنیٰ ثاقب Frankfurt

خدا تعالیٰ نے کائنات پیدا کرنے کے بعد نبی مبعوث کرنا شروع کر دیئے اور اس دنیا میں مبعوث ہونے والے ہر نبی کے ذریعے خدا تعالیٰ نے اپنی عظمت اور جلال قائم کیا اور سب انبیاء کرام اپنی اپنی استطاعت کے مطابق مظہر صفات باری تعالیٰ بنے۔ مگر وہ صرف ایک وجود تھا جس نے اپنے اندر پورے طور پر ان صفات باری تعالیٰ کو جذب کیا اور وہ وجود خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس مقام محمدیتؐ سے فیض کی بے شمار نہریں نکلیں۔ اس نور مجسم سے نور کے جو مختلف ستون روحانی آسمان کی بلندیوں کی طرف اٹھتے ہیں ان ہی کے مختلف جلوے آپؐ کے متبعین کی ذات میں نظر آتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین یعنی اولیاء کرام کے نفوس قدسیہ میں مذہبی زندگی کے کمال کی مثالیں ملتی ہیں۔ یہ نہ صرف صاحب علم وعمل ہوتے ہیں بلکہ صاحب کرامات بھی ہوتے ہیں۔ تقویٰ اور طہارت کی سعادت ان کو حاصل ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک شریعت کی حدود سے تجاوز کرنا کفر اور خدا کی رہ میں جان دینا عین اسلام ہوتا ہے۔ یہی وہ پاک وجود ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ کی راہ میں فنا ہو کر لقا ملتی ہے۔ انہی اولیاء کرام میں سے ایک نام حضرت رابعہ بصریؒ کا ہے۔

روایات کے مطابق 95ھ 713-714 یا 99ھ 717 سے 718 کی ایک شب کو چاند کے نور کے ساتھ اس دنیا میں تشریف لائیں۔ آپؒ پاکیزگی میں ''مریم ثانی'' کہلائیں۔ یہ عظیم خاتون علم وعرفان مقام و مرتبے اور ریاضت و معرفت میں مردوں کے برابر تھیں۔ آپؒ جب پیدا ہوئیں تو آپؒ کے والدین کی غربت کا یہ عالم تھا کہ گھر میں اتنا تیل نہ تھا کہ ناف کی مالش کی جاتی اور نہ اتنا کپڑا تھا جس میں آپؒ کو لپیٹا جا سکتا۔ حتیٰ کہ گھر میں چراغ تک نہ تھا اور چونکہ آپؒ تین بہنوں کے بعد پیدا ہوئیں اسی مناسبت سے آپؒ کا نام رابعہ رکھا گیا۔ آپؒ نے اپنی عمر کا ابتدائی حصہ انتہائی تنگ دستی اور غربت میں گزارا لیکن اس کے باوجود آپؒ نے ہمیشہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ عبادت الٰہی اور محبت الٰہی آپؒ کی زندگی کا خاصہ رہا ہے۔ آپؒ نے عبادت ہی کے ذریعے خدا تعالیٰ کو پایا اور عرفان حاصل کیا۔ آپؒ نے محبت الٰہی میں تمام دنیاوی اشیاء کو ترک کر دیا۔ ایک دفعہ کسی نے آپؒ سے دریافت کیا کہ آپؒ نے ولایت کا مرتبہ کیسے حاصل کیا تو آپؒ نے جواب دیا کہ ''ان چیزوں کو ترک کر دینے سے جن کا مجھ سے کچھ تعلق نہیں اور اس کی محبت سے جو ابدی ہے''۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ صفحہ 94)

آپؒ خدا تعالیٰ سے بے غرض محبت کرتی تھیں۔ ایک دفعہ آپؒ نے فرمایا کہ:۔

''میں نے خدا تعالیٰ کی خدمت دوزخ کے خوف سے نہیں کی۔ کیونکہ اگر کسی خوف کی وجہ سے کرتی تو میں ذلیل اجرت پر کام کرنے والی سے بڑھ کر نہ ہوتی۔ اور نہ میں نے یہ خدمت جنت کی آرزو کی وجہ سے کی ہے۔ کیونکہ اگر میں کسی اجر کی خاطر خدمت کرتی تو میں کوئی اچھی خادمہ نہ ہوتی۔ میں نے تو اس کی خدمت محض اس کی محبت اور اس کی آرزو کی وجہ سے کی ہے۔'' (دائرۃ المعارف الاسلامیہ صفحہ 95)

یہ دنیا کی حقیقت ہے کہ ہر حبیب محبوب کا متمنی ہوتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت میں ڈوبا ہوا شخص صرف خدا تعالیٰ کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اللہ سے محبت اور انس اللہ کے عاشق کو غیر اللہ سے بیگانہ کر دیتے ہیں۔ اسی محبت الٰہی نے حضرت رابعہ بصریؒ کو دنیا سے بیگانہ کر دیا تھا۔

روایات میں آپؒ کی ایک دعا نقل کی گئی ہے کہ:۔

''اے میرے مالک! ستارے چمک رہے ہیں اور آدمیوں کی آنکھیں نیند میں بند ہیں اور ہر کوئی اپنی خلوت میں ہے اور میں ہوں کہ یہاں اکیلی ہوں تیرے ساتھ۔ اے مالک اگر میں دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کرتی ہوں تو تُو مجھے دوزخ میں جھونک دے اور اگر میں جنت کی توقع میں تیری عبادت کرتی ہوں تو تُو مجھے جنت سے محروم کر دے۔ لیکن اگر میں محض تیری ہی خاطر تیری عبادت کرتی ہوں تو تُو مجھ سے اپنے زوال حسن کو پوشیدہ نہ رکھیو۔'' (دائرۃ المعارف الاسلامیہ صفحہ 93)

ایک مرتبہ بعض لوگوں نے آپؒ سے سوال کیا کہ بلا کسی ظاہری فرض کے آپؒ گریہ وزاری کیوں کرتی رہتی ہیں۔ جواب میں آپؒ نے فرمایا کہ:۔

میرے سینے میں ایک مرض نہاں ہے کہ جس کا علاج نہ تو کسی طبیب کے بس میں ہے اور نہ وہ مرض تمہیں دکھائی دے سکتا ہے اور اس کا واحد علاج صرف وصال خداوندی ہے۔ اسی لئے میں مریضوں جیسی صورت بنائے ہوئے گریہ وزاری کرتی رہتی ہوں کہ شاید اسی سبب سے قیامت میں تکمیل تمنا ہو جائے۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ 45)

آپؒ کو خدا تعالیٰ کی ذات پر توکل تھا ایک مرتبہ آپؒ کھانا کھانے لگیں تو دروازے پر کسی سائل نے صدا لگائی۔ سائل کی آواز سن کر آپؒ نے دونوں روٹیاں سائل کو دے دیں اور خود بھوکی رہیں۔ شام کو کچھ مہمان آپؒ کے گھر آ گئے اور آپؒ کے پاس ان کو کھلانے کیلئے کچھ نہ تھا۔ اچانک ایک امیر گھرانے کی ملازمہ اٹھارہ روٹیاں اٹھائے آپؒ کے پاس آئی اور اس نے بتایا کہ یہ اس کی مالکہ نے دی ہیں۔ آپؒ نے وہ روٹیاں گنی تو وہ اٹھارہ تھیں۔ آپؒ نے وہ روٹیاں لوٹا دیں اور کہا کہ یہ میرے لئے نہیں ہیں۔ کچھ دیر کے بعد پھر وہی ملازمہ آئی۔ اب کی بار اس نے بیس روٹیاں دیں آپؒ نے وہ رکھ لیں۔ مہمان اس واقعہ پر حیران ہوئے اور وجہ پوچھی تو جواب میں آپؒ نے فرمایا کہ ''خدا تعالیٰ نے مومن کیلئے ایک چیز کے بدلے میں دس گناہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور میں نے خدا تعالیٰ کی رہ میں دو روٹیاں خیرات کی تھیں اور مجھے یقین تھا کہ اس کے بدلے میں خدا تعالیٰ بیس روٹیاں عطا کرے گا''۔

حضرت مالک سے روایات ہے کہ:۔ ایک مرتبہ میں رابعہؒ کے یہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا مٹی کا لوٹا ہے۔ جس میں آپؒ وضو کرتیں ہیں ایک بوسیدہ چٹائی ہے جس پر اینٹ کا تکیہ بنا کر استراحت فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں مالدار دوستوں سے آپؒ کے لئے طلب کروں۔ آپؒ نے جواب میں فرمایا کہ ''کیا اللہ مفلسوں کے افلاس کی وجہ سے بھلا دے گا؟ یا پھر ان کی دولت کی وجہ سے یاد رکھے گا؟ جب وہ میرے حال سے باخبر ہے تو ایسی کونسی بات ہو سکتی ہے جو میں اسے یاد دلاؤں؟ یا جو کچھ اس کی مشیت ہے وہی ہماری بھی مرضی ہے''۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ صفحہ 95)

ایک دفعہ ایک بزرگ نے آپؒ کو کثیف لباس میں دیکھ کر عرض کیا کہ اللہ کے بہت سے بندے ہیں جو آپؒ کی جنبش آبرو سے نفیس لباس مہیا کر سکتے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ:۔

''مجھے طلب غیر سے اس لئے حیا آتی ہے کہ مالک دنیا تو خدا ہے اور دنیا کو ہر شے عاریتاً دی گئی ہے اس جس کے پاس ہر شے خود عاریتاً ہو اس سے کچھ طلب کرنا باعث ندامت ہے''۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ 45) (از ماہنامہ مصباح ربوہ ستمبر 1999ء)

ایک مشہور تاریخی واقعہ

ایک مشہور تاریخی واقعہ ہے شبلیؒ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں یہ امیر گھرانے کے تھے اور بغداد کے بادشاہ کے گورنر تھے۔ وہ کسی کام کے متعلق بادشاہ سے مشورہ کرنے کے لئے اپنے صوبہ سے دارالحکومت آئے۔ اُنہی دنوں ایک کمانڈر انچیف ایران کی طرف سے ایک ایسے دشمن کے مقابلہ میں بھیجا گیا تھا جس سے کئی فوجیں پہلے شکست کھا چکی تھیں۔ اُس نے دشمن کو شکست دی اور ملک کو دوبارہ مملکت میں شامل کیا۔ جب وہ واپس آیا تو بغداد میں اس کا بھاری استقبال کیا گیا اور بادشاہ نے بھی ایک دربارِ خاص منعقد کیا تا کہ اسے انعام دیا جائے۔ اور اس کے لئے ایک خلعت تجویز کیا جو اُس کے کارناموں کے بدلہ میں اس دیا جانا تھا مگر بدقسمتی سے سفر سے آتے ہوئے اُسے نزلہ ہو گیا دوسری بدقسمتی یہ ہوئی کہ گھر سے آتے ہوئے وہ رومال لانا بھول گیا۔ جب اُس کو خلعت دیا گیا تو دستور کے مطابق اس کے بعد اُس نے تقریر کرنی تھی کہ میں آپ کا بڑا ممنون ہوں آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے اور میری تو اولا در اولا داس چار گز کے کپڑے کے بدلے میں آپ کی غلام رہے گی۔ مگر جب وہ تقریر کے لئے آمادہ ہو رہا تھا تو یکدم اُسے چھینک آئی اور ناک سے بلغم ٹپک پڑا۔ بلغم کے ساتھ اگر وہ تقریر کرتا تو شائد قتل ہی کر دیا جاتا اُس نے گھبراہٹ میں ادھر اُدھر ہاتھ مارا جب دیکھا کہ رومال نہیں ملا تو نظر بچا کر اُسی جُبّہ سے اُس نے ناک پونچھ لی۔ بادشاہ نے اسے دیکھ لیا اور کہنے لگا اُتار لو اس خبیث کا خلعت۔ یہ ہماری خلعت کی ہتک کرتا ہے اور ہمارے دیئے ہوئے تحفے سے ناک پونچھتا ہے۔ اس نے یہ کہا اور شبلیؒ نے اپنی کرسی پر چیخ ماری اور رونا شروع کر دیا چونکہ دل میں نیکی تھی اور تقویٰ تھا۔ خدا نے اُن کی ہدایت کے لیے ایک موقع رکھا ہوا تھا انہوں نے چیخ ماری تو بادشاہ نے کہا خفا ہم اس پر ہوئے ہیں تم کیوں روتے ہو۔ وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے نے کہا بادشاہ میں اپنا استعفیٰ پیش کرتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا یہ کیا بے وقت کی راگنی ہے کیا ہوا تم کو اور تم کیوں استعفیٰ پیش کرتے ہو؟ انہوں نے کہا بادشاہ میں یہ کام نہیں کر سکتا اس نے کہا آخر ہوا کیا؟ انہوں نے روتے ہوئے کہا کہ یہ شخص آج سے دو سال پہلے اس جگہ سے نکلا تھا اور ایک ایسی مہم پر بھیجا گیا تھا جس میں ملک کے بڑے بڑے جرنیل شکست کھا کر آئے تھے اور ایک ایسے علاقے کی طرف بھیجا گیا تھا جس کا دوبارہ فتح کرنا بالکل ناممکن سمجھا جاتا تھا یہ دو سال باہر رہا جنگلوں میں گیا، یہ پہاڑوں میں گیا اور اس نے دشمن سے متواتر لڑائیاں کی، یہ ہر روز مرتا تھا، ہر صبح مرتا تھا، اور ہر شام مرتا تھا ہر شام اس کی بیوی سوچتی تھی کہ صبح میں بیوہ ہو کر اُٹھوں گی اور ہر صبح جب وہ اُٹھتی تھی تو خیال کرتی تھی کہ شام مجھ پر بیوگی کی حالت میں آئی گی، ہر شام اس کے بچے سوتے تھے تو سمجھتے تھے کہ صبح ہم یتیم ہونگے اور ہر صبح اس کے بچے اُٹھتے تھے تو خیال کرتے تھا کہ شام کو ہم یتیم ہونگے، ایک متواتر قربانی کے بعد اس نے اتنا بڑا ملک فتح کیا اور آپ کی مملکت میں لا کر شامل کیا اس کے بدلہ میں آپ نے اس کو چند گز کپڑا دیا جس کی حیثیت ہی کیا تھی مگر محض اس لئے کہ اس نے مجبوراً اس خلعت سے ناک پونچھ لیا آپ اس پر اتنا خفا ہوئے۔ پھر میں کیا جواب دوں گا اُس خدا کے سامنے جس نے مجھے یہ جسم ایسا دیا ہے جس کو کوئی بادشاہ بھی نہیں بنا سکتا۔ جس نے مجھے یہ خلعت دی ہے اور میں اس کو تیری خاطر گندہ کر رہا ہوں میں اس کے متعلق اپنی خدا کو کیا جواب دوں گا؟ یہ کہہ کر وہ دربار سے نکل گئے مگر وہ اتنے ظالم اور جابر تھے کہ جب مسجد میں گئے اور انہوں نے کہا کہ میں توبہ کرنا چاہتا ہوں تو ہر ایک نے یہی کہا کہ کم بخت کیا شیطانوں کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے نکل جا یہاں سے۔

توبہ کی قبولیت

انہوں نے ہر جگہ پھرنا شروع کیا مگر کسی کی یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ ان کی توبہ قبول کرے۔ آخر وہ جنید بغدادیؒ کے پاس پہنچے کہ اِس اِس طرح مجھ سے قصور ہوئے اور اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہو سکتی ہے مگر ایک شرط پر۔ پہلے اسے مانو۔ شبلی کہا مجھے وہ شرطیں بتائیں میں ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اس شہر میں جاؤ جہاں تم گورنر رہے ہو اور ہر گھر پر دستک دے کر کہو کہ میں تم سے معافی مانگتا ہوں اور جو ظلم تم نے کیے تھے ان کی لوگوں سے معافی لو۔ انہوں نے کہا منظور ہے۔ چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے ہر دروازے پر دستک دینی شروع کر دی جب لوگ نکلتے تو وہ کہتے میں شبلی ہوں جو یہاں کا گورنر تھا میں قصور کرتا رہا ہوں خطائیں کرتا رہا ہوں اور تم لوگوں پر ظلم کرتا رہا ہوں اب میں اس کی معافی طلب کرتا ہوں، لوگ کہہ دیتے کہ اچھا ہم نے معاف کر دیا لیکن نیکی کا بیج ہمیشہ بڑھتا اور رنگ لاتا ہے دس بیس گھروں سے گزرے تو سارے شہر میں آگ کی طرح یہ بات پھیل گئی کہ وہ گورنر جو کل تک اتنا ظالم مشہور تھا وہ آج ہر دروازے پر جا جا کر معافیاں مانگ رہا ہے اور لوگوں کے دلوں میں روحانیت کا چشمہ پھوٹا اور انہوں نے کہا ہمارا خدا کتنا زبردست ہے کہ ایسے ایسے ظالموں کو بھی نیکی اور توبہ کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ چنانچہ پھر تو یہ ہوا کہ شبلیؒ جنیدؒ کے کہنے کے ماتحت ننگے پاؤں ہر دروازہ پہ جا کر دستک دیتے تھے لیکن بجائے اس کے کہ دروازہ کھل کر شکوہ اور شکایت کا دروازہ کھلتا اندر سے روتے ہوئے لوگ نکلتے اور کہتے تھے کہ آپ ہمیں شرمندہ نہ کریں آپ تو ہمارے لئے قابل قدر وجود ہیں اور ہمارے روحانی بزرگ ہیں آپ ہمیں اس طرح شرمندہ نہ کریں۔ غرض سارے شہر سے انہوں نے معافی لی اور پھر وہ جنیدؒ کے پاس آئے اور انہوں نے توبہ قبول کی اور انہیں اپنے شاگردوں میں شامل کیا اور اب وہ مسلمانوں کے بڑے بڑے اولیاء میں سے سمجھے جاتے ہیں۔

﴿سیر روحانی تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ نمبر 417 تا 420﴾

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے اندر غیر معمولی تبدیلیاں پیدا کیں اور پھر آگے اپنی نسلوں میں بھی منتقل کرنے کی کوشش کی۔ خوش قسمت ہیں وہ نسلیں جنہوں نے اس فیض کو آگے چلایا۔

ایک ایسے ھی بزرگ جنھوں نے اپنے صحابی باپ دادا کے نام کو روشن کیا ان کا نام حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب تھا۔ یہ بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو جلیل القدر صحابہؓ کے پوتے اور نواسے تھے۔ تزکیۂ نفس کی جن خصوصیات کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر فرمایا ھے وہ اس بزرگ میں ھمیں نظر آتی ھیں۔

حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے تقویٰ، طہارت، عاجزی، انکساری، صبر، دعاؤں اور عبادات میں انہماک، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی، قرآن کریم سے محبت جیسے خصائل حمیدہ کا قابل رشک تذکرہ

اللہ کرے کہ ھمارے تمام بزرگوں کی اولادیں، صحابہ کی اولادیں ھمیشہ اپنے والدین کے، اپنے آبا ؤ اجداد کے نمونے دیکھنے والی ھوں اور نیک نسل کو آگے چلانے کے لئے دعا اور اپنے عمل سے کوشش کرنے والی ھوں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 11/ مارچ 2011ء بمطابق 11/ امان 1390 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے زمانے کو دیکھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بڑے سیدھے سادے ہوتے تھے۔ جب ایک برتن کو مانجھ کر صاف کر دیا جاتا ہے، پھر اُس پر قلعی ہوتی ہے اور پھر نفیس اور مصفّیٰ کھانا اُس میں ڈالا جاتا ہے یہی حالت اُن کی تھی۔ اگر انسان اس طرح صاف ہو اور اپنے آپ کو قلعی دار برتن کی طرح منور کرے تو خدا تعالیٰ کے انعامات کا کھانا اُس میں ڈالا جاوے گا“۔ فرمایا ”لیکن اب کس قدر انسان ہیں جو ایسے ہیں؟“ (البدر جلد 2 نمبر 23 مورخہ 26 جون 1903ء صفحہ 177 کالم نمبر 1) اسی کی ایک اَور روایت ہے جس کا ورژن (Version) دوسرے اخبار میں یہ ہے کہ برتن کی مثال دیتے ہوئے آپؑ نے فرمایا کہ ”جس طرح برتن صاف ہوتا ہے ایسے ہی اُن لوگوں کے (یعنی صحابہؓ کے) دل تھے جو کلامِ الٰہی کے انوار سے روشن اور کدورتِ انسانی کے زنگ سے بالکل صاف تھے۔ گویا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشمس:10) کے سچے مصداق تھے“۔ (الحکم جلد 7 نمبر 24 مورخ 30 جون 1903ء صفحہ 10 کالم نمبر 2) پس یہ انقلاب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں میں پیدا فرمایا جو دشمنیوں اور کینوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ ایک دفعہ کی دشمنی نہ صرف یہ کہ سالوں چلتی تھی بلکہ نسلوں تک چلتی تھی۔ لیکن جب ایمان لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے کامل عبد بننے کی کوشش کی۔ قرآنِ کریم کو پڑھا، سمجھا اور اپنے پر لاگو کیا اور اس الٰہی کلام کے نور سے اپنے دلوں کو منور کیا تو پھر ایسے مصفّیٰ ہو گئے جیسے قلعی کیا ہوا برتن چمکتا ہے۔

یہاں رہنے والوں کو یا بعض لوگوں کو شاید قلعی کا صحیح اندازہ نہ ہو کہ برتن کو قلعی کرنے کا طریق کیا ہے؟ پُرانے زمانے میں تانبے اور دھاتوں کے برتن ہوتے تھے اور کچھ عرصے بعد انہیں قلعی کروانا پڑتا تھا۔ پاکستان میں اور ہندوستان میں رہنے والے لوگوں کو تو اندازہ ہو گا کہ کس طرح قلعی ہوتی ہے اور خاص طور پر جو ہمارے لنگر خانوں میں ڈیوٹی دینے والے ہیں اُن کو بھی اندازہ ہے کیونکہ جلسہ سالانہ میں دیگیں قلعی کروائی جاتی ہیں۔ قلعی کے لئے پہلے برتن کو آگ میں ڈالا جاتا ہے پھر اُس پر نوشادر یا کچھ کیمیکل ملے جاتے ہیں یا مَل کے آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ بہر حال اُس کے بعد پھر ایک سفید چمکدار دھات ہوتی ہے وہ اُس پر مَلی جاتی ہے۔ جب اچھی طرح اُس کا گند پہلے سے اتارا جائے اور پھر یہ دھات مَل کے اُس کو ایک کپڑے سے اچھی طرح پالش کیا جائے تو پھر وہ برتن اس طرح بالکل صاف شفاف اور چمکدار ہو جاتا ہے جیسے چاندی کا برتن ہو۔

مَیں نے یہ وضاحت اس لئے کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ قلعی کئے ہوئے برتن کی جو مثال دی ہے، یہ کوئی عام کوشش نہیں ہے بلکہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد مزید چمکانے کے لئے آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ایک پراسس (Process) ہے اُس میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ایک عمل ہے اُس میں سے گزرنا پڑتا ہے۔تو آپؑ کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان جب اُس مقام پر پہنچتا ہے یا پہنچنا چاہتا ہے جب کلامِ الٰہی کے نور سے حقیقی رنگ میں منور ہو تو ایک تکلیف سے، ایک محنت سے یا تکلیف دہ محنت سے گزرنا پڑتا ہے، تب ایک انسان اُس فلاح کے مقام کو حاصل کرتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ اس نے فلاح حاصل کرلی جو پاک ہوگیا۔جب تزکیہ نفس ہو یا تزکیہ نفس کرنے کی کوشش ہو تو اس کے لئے ایک محنت درکار ہے۔اس زمانہ میں آخرین کو پہلوں سے ملانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے آقا کی غلامی میں اس لئے مبعوث ہوئے کہ زنگ آلود دلوں کو مصفّٰی کرنے کا طریق بتا کر ان برتنوں کو کلامِ الٰہی کے نور سے منور کر دیں۔آپؑ کے صحابہؓ میں ہم جس کو بھی دیکھتے ہیں یہ مثالیں ہمیں نظر آتی ہیں۔اُن کے دل نور سے بھرے ہوئے تھے اور تقویٰ سے زندگی گزارنے والے تھے۔پس یہ عمل ہی ہے جس کو کرکے ہم اللہ تعالیٰ کا قرب پاسکتے ہیں، اپنے نفس کا تزکیہ کرسکتے ہیں۔

اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:"تم لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ تزکیہ نفس کس کو کہا جاتا ہے۔سو یاد رکھو کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہئے اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات میں وَحْدَہٗ لَا شَرِیْک سمجھتا ہے ایسے ہی عملی طور پر اُس کو دکھانا چاہئے اور اُس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ملائمت سے پیش آنا چاہئے۔اور اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بُغض، حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہئے۔اور دوسروں کی غیبت کرنے سے بالکل الگ ہو جانا چاہئے"۔فرمایا کہ "خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں ایک وجود کی طرح بن جاؤ اور جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے اُس وقت کہہ سکیں گے کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کرلیا"۔(ملفوظات جلد نمبر 5 صفحہ 407 جدید ایڈیشن) فرمایا کہ "دنیا میں انسان کو جو بہشت حاصل ہوتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا (الشمس:10) پر عمل کرنے سے ملتا ہے۔جب انسان عبادت کا اصل مفہوم اور مغز حاصل کرلیتا ہے تو خدا تعالیٰ کے انعام و اکرام کا پاک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اور جو نعمتیں آئندہ بعد مُردن ظاہری، مرئی اور محسوس طور پر ملیں گی وہ اب روحانی طور پر پاتا ہے"۔

(الحکم جلد 6 نمبر 26 مورخہ 24 جولائی 1902ء صفحہ 9 کالم نمبر 3)

(یعنی جو نعمتیں مرنے کے بعد ملتی ہیں اور جو محسوس بھی ہوں گی وہ روحانی طور پر اس دنیا میں مل جاتی ہیں) پس یہ وہ اصل مقصد ہے جس کے لئے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے کہ انسانوں میں پاک تبدیلیاں لاکر روحانی نعمتوں کو حاصل کرنے والا بنائیں۔اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس اُصل اور مقصد کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس حقیقت کو جانا اور اپنے نفسوں کے تزکیہ کے لئے کوشش کی اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوئے۔جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے اندر غیر معمولی تبدیلیاں پیدا کیں اور پھر آگے اپنی نسلوں میں بھی منتقل کرنے کی کوشش کی۔خوش قسمت ہیں وہ نسلیں جنہوں نے اس فیض کو آگے چلایا۔

اس وقت مَیں ایک ایسے ہی بزرگ کا ذکر کرنے لگا ہوں جنہوں نے اپنے صحابی باپ دادا کے نام کو روشن کیا۔تزکیہ نفس کی جن خصوصیات کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر فرمایا ہے وہ اس بزرگ میں ہمیں نظر آتی ہیں۔میرا اس بزرگ سے بڑا قریبی تعلق تھا اور ہے۔یہ بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو جلیل القدر صحابہؓ کے پوتے اور نواسے تھے۔گزشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ان کا نام حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب تھا۔جیسا کہ میں نے کہا، اُن کے دادا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے جن کا نام حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب تھا جو تقویٰ، طہارت، عاجزی اور انکساری اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔جن کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک روایت درج کی ہے۔حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ:

"حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب نے (خود) مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّلؓ سخت بیمار ہوگئے۔یہ اس زمانے کی بات ہے جب وہ حضورؑ کے مکان میں رہتے تھے۔حضورؑ نے بکروں کا صدقہ دیا۔مَیں اُس وقت موجود تھا، (یعنی ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب موجود تھے۔) مَیں رات کو حضرت خلیفہ اوّلؓ کے پاس ہی رہا اور دوا پلاتا رہا۔صبح کو حضورؑ تشریف لائے (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے)۔حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا (کچھ صحت بہتر ہوگئی تھی) کہ حضورؑ! ڈاکٹر صاحب ساری رات میرے پاس بیدار رہے ہیں اور دوا وغیرہ اہتمام سے پلاتے رہے ہیں۔حضور علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے ہم کو بھی اِن پر رشک آتا ہے۔یہ بہشتی کنبہ ہے۔یہ الفاظ چند بار فرمائے۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم صفحہ 545 روایت نمبر 563)

حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب جو سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے دادا تھے۔اُن کی وسعتِ حوصلہ اور صبر کا ایک واقعہ ہے۔پہلے بھی کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے۔آپ ایک شخص کو تبلیغ کررہے تھے۔مسجد میں بیٹھے تھے۔اُس وقت آپ سرکاری ہسپتال میں سول سرجن تھے اور سول سرجن اس زمانہ میں ایک بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔تو اس شخص سے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور دعویٰ پر بحث ہو رہی تھی تو اس نے ایک وقت میں غصے میں آکر پکّی مٹی کا لوٹا اُٹھا کے آپ کی طرف زور سے پھینکا یا سر پہ مارا۔بہرحال ماتھے پر لگا اور سر پھٹ گیا جس سے اِن کا خون بہنے لگا۔تو حضرت ڈاکٹر صاحب بغیر کچھ کہے وہاں سے سر پہ ہاتھ رکھ کے ہسپتال چلے گئے۔وہاں جاکے پٹی کروائی اور اس دوران میں اُس شخص کو بھی احساس ہوا کہ یہ مَیں نے کیا کیا؟ یہ تو بڑے سرکاری افسر ہیں اور پولیس آئے گی اور مجھے پکڑ کے لے جائے گی۔بڑا خوفزدہ تھا۔لیکن دیکھا کہ تھوڑی دیر بعد حضرت ڈاکٹر صاحب سر پہ پٹی باندھے واپس تشریف لے آئے اور اُس شخص سے کہا کہ مجھے امید ہے تمہارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہوگا۔اب دوبارہ بات کرتے ہیں۔اس عرصے میں وہ شخص کہتا ہے کہ میرا تو پہلے ہی بُرا حال تھا تو میں اُن سے معافیاں مانگنے لگ گیا اور اُس وقت شرمندگی سے بھی

اورخوف سے بھی میری حالت عجیب تھی۔ (ماخوذ از کتاب "حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب" صفحہ 62 مؤلفہ احمد طاہر مرزا شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

تو یہ صبر کا نمونہ تھا جو باوجود اختیار ہونے کے ڈاکٹر صاحب نے دکھایا۔ اور یہ اعلیٰ اخلاق وہی دکھا سکتا ہے جس نے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کی ہو۔ حقیقی رنگ میں تزکیہ نفس ہو۔ بہرحال یہ حضرت ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحبؓ جیسا کہ مَیں نے کہا سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے دادا تھے۔ اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب ڈاکٹر صاحب کے بیٹے حضرت حافظ سید محمود اللہ شاہ صاحب کے دوسرے بیٹے تھے۔ اِن لوگوں کے بارہ میں حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے معالج خاص تھے، اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ "چوتھے فرزند اِس مقدس جوڑے کے (یعنی حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ اور اُن کی اہلیہ کے) حضرت حافظ سید محمود اللہ شاہ صاحب تھے جو نہایت با اخلاق بزرگ تھے۔ آپ نہ صرف خدا تعالیٰ کے ساتھ عشق و محبت کا خاص تعلق رکھتے تھے بلکہ خیر خواہی خلق کا جذبہ بھی اعلیٰ درجہ کا پایا جاتا تھا۔ آپ کی محبت کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ بزرگوں کا ادب کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا آپ کا خاصہ تھا۔ آپ کی دعاؤں کے صدقے آپ کے بیٹے بھی نیک اور پارسا ہیں"۔ (یعنی آپ کے دونوں بیٹے جن میں سے ایک سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور دوسرے سید مسعود مبارک شاہ صاحب ہیں) سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اِن میں ایک خوش بخت وہ بھی ہیں جن کے نکاح میں حضرت المصلح الموعود نے اپنی ایک لختِ جگر دے دی اور اللہ تعالیٰ نے اِس جوڑے کو چھ بچے عطا فرمائے۔ (الفضل ربوہ 3/فروری 1962ء۔ بحوالہ کتاب "حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب" صفحہ 60۔ مؤلفہ احمد طاہر مرزا شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب کے یہ بیٹے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دامادی میں آئے، یہ سید داؤد مظفر شاہ صاحب تھے اور انہوں نے بھی اپنے باپ دادا کی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی خصوصیات بہت زیادہ لی ہوئی تھیں۔ عبادت میں شغف، قرآن کریم سے محبت، عاجزی اور انکساری، ہر ایک سے نہایت ادب اور احترام سے ملنا یہ آپ کا خاصہ تھا۔ بلکہ اپنی اہلیہ کے چھوٹے بھائیوں کی بھی غیر معمولی عزت اور احترام اس لئے کرتے تھے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں۔ بعض دفعہ قریبی تعلقات میں اونچ نیچ ہو جاتی ہے لیکن جب بھی آپ سمجھتے کہ ماحول خراب ہو رہا ہے تو نہ صرف خاموش ہو جاتے بلکہ اِن چھوٹوں کے ساتھ بھی اس طرح عزت اور احترام کا سلوک کرتے کہ بات بڑی خوش اسلوبی سے ختم ہو جاتی یا وہاں سے اُٹھ کے چلے جاتے۔ بلکہ مَیں نے دیکھا ہے کہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے خاص طور پر آپ کی جو اولاد تھی، اُس کی آگے اولادوں کی بھی اِس طرح عزت و احترام کیا کرتے تھے کہ عجیب لگا کرتا تھا۔ صرف اس لئے کہ اُن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خون کا رشتہ ہے۔ بعض دفعہ دوسروں کے لئے اِن کے عزت و احترام کو دیکھ کر مَیں خود بھی محسوس کرتا تھا کہ یہ ضرورت سے زیادہ احترام کرتے ہیں جو میرے خیال میں اُن حالات میں مناسب نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جو نیکی اور شرافت آپ کی سرشت میں تھی اُس کا تقاضا یہی تھا کہ ایسے عمدہ اخلاق کا نمونہ آپ دکھائیں۔

سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور اُن کی اہلیہ سیدہ امۃ الحکیم بیگم صاحبہ، یہ بھی ایک خوب اللہ ملائی جوڑی تھی۔ نیکیوں کے بجا لانے اور اعلیٰ اخلاق دکھانے میں یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ گھروں میں میاں بیوی کی بعض دفعہ اس لئے اَن بَن ہو جاتی ہے کہ یہ خرچ کیوں ہو گیا؟ وہ خرچ کیوں ہو گیا؟ اِس جوڑے کی اِن دنیاوی خرچوں کی طرف تو سوچ ہی نہیں تھی۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ اِن کی کوشش ہوتی تھی کس طرح کسی ضرورتمند کی مدد کی جائے۔ اگر میاں نے کوئی مدد کی ہے تو بیوی کہتی کہ اور کر دینی چاہئے تھی۔ اگر بیوی نے کی ہے تو میاں کہتا کہ اگر میرے پاس اور مال ہوتا تو مَیں مزید دے دیتا۔ حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب نے خود بیان کیا کہ سیدہ امۃ الحکیم بیگم صاحبہ جن کی آٹھ نو سال پہلے وفات ہوئی ہے، وفات کے بعد وہ کئی دفعہ مجھے خواب میں آ کے کہتی ہیں کہ فلاں غریب کی اتنی مدد کر دو اور فلاں کو اتنا صدقہ دے دو اور شاہ صاحب فوراً اُس کو عملاً پورا کر دیتے تھے۔ جو بھی اُن کی آمد ہوتی تھی اپنے پر تو کم ہی خرچ کرتے تھے دوسروں کو دے دیا کرتے تھے۔ دونوں میاں بیوی کو مَیں نے دیکھا ہے اور بعض لوگوں نے بھی مجھے بتایا ہے کہ اُن کے پاس اگر ہزاروں بھی آتا تھا تو ہزاروں بانٹ دیا کرتے تھے۔ یہ پرواہ نہیں کی کہ ہمارے پاس کیا رہے گا؟

مَیں نے جب اُن کی زمینوں کا انتظام سنبھالا ہے تو جیسے ہمارے زمینداروں کا طریق ہوتا ہے کہ سال کی گندم چاول وغیرہ فصل کی کٹائی کے بعد گھر کے خرچ کے لئے جمع کر لی جاتی ہے۔ تو پہلے سال جب مَیں نے سیدۃ امۃ الحکیم صاحبہ سے پوچھا کہ کتنی گندم چاہئے۔ تو انہوں نے مجھے کہا کہ ایک سو بیس مَن۔ مَیں نے کہا کہ آپ کے گھر کا خرچ تو زیادہ سے زیادہ بیس، پچیس، تیس مَن ہو گا۔ تو انہوں نے کہا کہ میرا یہی خرچ ہے کیونکہ مَیں نے بہت سے غریبوں کو بھی گندم دینی ہوتی ہے۔ کئی لوگوں کی سالانہ گندم لگائی ہوئی تھی۔ یہی حال حضرت شاہ صاحب کا تھا۔

سید داؤد مظفر شاہ صاحب میرے خالو بھی تھے اور خسر بھی۔ اُن کی بے شمار خوبیاں تھیں۔ اُن کی خوبیوں یا اپنی خالہ کی خوبیوں کا مَیں اس لئے ذکر نہیں کر رہا کہ قرابت داری تھی، رشتے داری تھی یا دامادی کی وجہ سے تعلق تھا۔ اُن دونوں کو مَیں نے بچپن سے ہی اس طرح دیکھا ہے جس کا طبیعت پر بڑا اثر تھا۔ خاموش، دعا گو، بچوں سے بھی ہنس کے ملنا، خوش اخلاقی سے ملنا، عزت و احترام دینا اور ہر قسم کی دنیاداری کی باتوں سے پاک تھے۔ ہمارے ایک عزیز نے لکھا اور بڑا صحیح لکھا کہ سید داؤد مظفر شاہ صاحب بہت پیارے وجود تھے۔ خاموش، دعا گو اور ہر وقت زیرِ لب دعاؤں میں مصروف۔ دُکھ درد میں دوسروں کے کام آنے والے اور عبادت میں گہرا شغف رکھنے والے تھے۔ آپ کی بعض اور خصوصیات اور آپ سے اللہ تعالیٰ کے سلوک کا بھی ذکر کروں گا لیکن پہلے ننھیال کے بارہ میں بتا دوں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ننھیال بھی، اِن کے نانا حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابی تھے جو جماعت میں بزرگی کا ایک مقام رکھتے ہیں۔ بڑا لمبا عرصہ مفتیٔ سلسلہ بھی رہے۔ آپؓ کی نمازوں کی لمبائی اور گہرائی کا پُرانے بزرگ بڑا ذکر کرتے ہیں۔ سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں کسی نے لکھا کہ حضرت مولوی صاحب ایک دفعہ مسجد میں کھڑے سنتیں پڑھ رہے تھے یا نفل پڑھ رہے تھے اور بڑی دیر سے ایک ہی نیت

باندھ کے، ایک کونے میں لگے ہوئے کھڑے تھے۔ کہتے ہیں کہ کافی وقت گزر گیا تو تجسس پیدا ہوا کہ جا کر دیکھوں یہ کس طرح نماز پڑھتے ہیں؟ تو وہ شخص جب اُن کے قریب گیا تو دیکھا کہ ہلکی آواز میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ:5) بار بار دہرائے جا رہے ہیں اور بڑا لمبا عرصہ اُسی طرح دہراتے رہے۔ حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ باجماعت نمازیں بھی پڑھایا کرتے تھے، امامت کروایا کرتے تھے اور باجماعت نمازیں بھی اِن کی بہت لمبی ہوا کرتی تھیں۔ بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا سید داؤد مظفر شاہ صاحب اِن کے نواسے تھے۔

دعاؤں میں اور اعلیٰ اخلاق میں اعلیٰ معیار سید داؤد مظفر شاہ صاحب کو دونوں طرف سے ورثہ میں ملا تھا۔ بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنا اور اُسے نبھانا بھی کسی کسی کا کام ہے، ہر کوئی نہیں کرتا۔ لیکن سید داؤد مظفر شاہ صاحب نے اسے خوب نبھایا۔ یہ اُن بزرگوں میں سے تھے جن کو جب دعا کے لئے کہہ دو تو اُس وقت تک دعا کرتے رہتے تھے جب تک وہ خود آ کر نتائج سے آگاہ نہ کر دے۔ مجھے خود بھی پتہ ہے اور بعضوں نے مجھے لکھا بھی کہ اکثر کہتے تھے کہ لوگ دعا کے لئے کہتے ہیں اور پھر بتاتے نہیں کہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ سال بعد یا کئی مہینوں بعد پتہ چلتا ہے کہ وہ تو عرصہ ہوا اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گیا۔ لیکن یہ اُس شخص کے لئے دعائیں کرتے چلے جا رہے تھے۔ کوئی ذرا سی بھی اِن کی خدمت کر دیتا تو اُس کے ممنونِ احسان ہو جاتے اور بڑی باقاعدگی سے پھر اُس کے لئے نام لے کر دعا کیا کرتے تھے۔ جن جن ڈاکٹروں نے اُن کی خدمت کی ہے اُن کے لئے تو بہت دعائیں کرتے تھے۔ مکرم ڈاکٹر نوری صاحب ربوہ آنے سے پہلے بھی جب بھی ربوہ آتے تھے، اگر اُن کو سید داؤد مظفر شاہ صاحب کو دیکھنے کے لئے بلایا جاتا یا اُن کی کسی بیماری کے بارہ میں کہا جاتا تو ضرور آ کے دیکھا کرتے تھے۔ اور شاہ صاحب بھی اُن کے لئے پھر بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دعائیں ہمیشہ جاری رکھے کیونکہ ڈاکٹر صاحب بھی بڑے نافع الناس وجود ہیں۔ اِسی طرح ڈاکٹر عبدالخالق صاحب بھی باقاعدہ حضرت شاہ صاحب کے علاج کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک لمبے عرصے سے سید داؤد مظفر شاہ صاحب دل کے مریض تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ زیادہ طبیعت بگڑ گئی اور ڈاکٹروں کو بلانا پڑا تو ڈاکٹر خالق صاحب فوراً پہنچتے تھے۔ ڈاکٹر خالق صاحب نے مجھے لکھا کہ جب بھی مَیں اُن کی بیماری میں جاتا تھا یا وہ ہسپتال میں داخل ہوتے تھے تو ہمیشہ ڈاکٹر صاحب کو کہا کرتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب دعا کریں کہ کبھی ایسا وقت نہ آئے جب دعا اور عبادت سے محروم رہ جاؤں۔ اور میرا انجام بخیر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انجام بخیر کی تو بعض لوگوں کو خوابیں بھی دکھائیں۔ اُن کے ایک بھتیجے نے ہی دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ آئے ہیں (چند دن پہلے کی بات ہے) اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ خود انہوں نے بھی دیکھا۔ یہ ایک لمبی خواب ہے لیکن اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک کُرسی اُن کے لئے مخصوص کی ہوئی ہے۔ ایک خاتون جو اُن کو زیادہ نہیں جانتی تھیں، اُنہوں نے بھی دیکھا جس کا خلاصہ یہ ہے (ایک لمبی خواب ہے) کہ اُن کے دل میں (اُس خاتون کے دل میں) خواب میں ہی ڈالا جاتا ہے کہ شاہ صاحب ایک بڑے بزرگ ہیں۔ ایسے بزرگ جن کا خدا تعالیٰ کے پاس ایک بڑا مقام ہے۔ خود بھی انہوں نے ایک دفعہ یہ خواب دیکھی کہ اُن کی اہلیہ سیدہ امۃ الحکیم بیگم صاحبہ ایک جگہ ہیں جو بہت اونچی جگہ ہے۔ وہ وہاں بہت خوش ہیں اور آپ کو کہتی ہیں کہ آپ بھی آ جائیں۔ تو اس پر کسی فرشتے نے یا خدا تعالیٰ نے کہا۔ آواز آتی ہے کہ یہ ابھی نہیں آئے گا کیونکہ اس نے ابھی کچھ دعائیں کرنی ہیں۔

دعاؤں اور عبادت میں شغف تو اِن کو اپنے دادا کی تربیت کی وجہ سے بھی ہوا۔ نانا کی صحبت کی وجہ سے بھی ہوا۔ دادا کے پاس یہ رہتے تھے۔ حضرت سید ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحبؓ آخری عمر میں جب بہت زیادہ کمزور ہو گئے تو آپ نمازوں کے لئے مسجد نہیں جایا کرتے تھے لیکن گھر پر نماز باجماعت کا اہتمام فرماتے تھے اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب سے امامت کروایا کرتے تھے۔ اُس وقت اُن کی عمر سترہ سال تھی۔ سید داؤد مظفر شاہ صاحب اس بارہ میں خود اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ ”حضرت شاہ جی (یعنی ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ) کی آخری عمر کے حصے میں مَیں نے اکثر ان کو نمازیں باجماعت پڑھائی تھیں۔ خصوصاً جمعہ کی نمازیں۔ وہ نماز باجماعت کے بڑے ہی پابند تھے۔ جب تک صحت مند رہے مسجد میں جا کر نمازیں پنجوقتہ ادا کیا کرتے تھے۔ جب چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو پھر نمازیں گھر میں ہی باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اس کے لئے ایک مسجد نما تھڑا گھر کے اندر اور ایک مسجد نما چبوترا باہر باغ کے اندر بنوایا تھا۔ وہاں مغرب کی نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اِس نماز میں باہر کے چند دوست آ کر شریک ہوا کرتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد عموماً روزانہ حضرت شاہ جی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظمیں سنایا کرتے تھے“۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”ایک دفعہ جمعہ کی نماز مَیں نے نہیں پڑھائی۔ مسجد اقصیٰ میں پڑھنے چلا گیا۔ واپس آیا تو حضرت شاہ جی (بڑے) ناراض ہوئے۔ کہنے لگے تم نے مجھے نماز نہیں پڑھائی۔ تمہارا ابا آئے گا (یعنی ان کے والد سید محمود اللہ شاہ صاحب جو افریقہ میں تھے) تو مَیں تمہاری شکایت کروں گا“۔ اُس کے بعد پھر شاہ صاحب (حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ) کچھ عرصے بعد ہی وفات پا گئے۔

سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ایک خاص سلوک تھا۔ دنیا اُن کا مقصود نہیں تھا۔ اِس لئے کوئی غیر معمولی مالی کشائش تو بے شک نہیں تھی۔ جو تھا اُس پر بھی شکر تھا۔ اور اس میں سے بھی غریبوں اور ضرورتمندوں کی مدد اس حد تک کرتے تھے جو اکثر بڑی بڑی رقموں والے اور پیسے والے نہیں کرتے۔ اُن کی ایک بہو جو اُن کے ساتھ ہی رہتی تھیں (اُن کے بیٹے صہیب کی بیوی) کہتی ہیں کہ جب کوئی رقم آتی تو آخری عمر میں نظر کی زیادہ کمزوری کی وجہ سے خود حساب کتاب نہیں لکھ سکتے تھے اس لئے مجھ سے (اپنی بہو سے) حساب کرواتے اور فرماتے تھے کہ پہلے تو وصیت کا حصہ نکالو، پھر یتیموں کا کچھ حصہ نکالو، پھر غریب طلباء کا حصہ نکالو اور نادار مریضوں کے علاج کے لئے نکالو، اس کے بعد اگر کوئی رقم بچ گئی تو اپنی ضرورت کے لئے رکھتے تھے۔ اور دوسرے مجھے بھی علم ہے کہ جماعتی تحریکات میں، وقفِ جدید، تحریکِ جدید اور تحریکات میں بڑا بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ اِن کے بچے بتاتے ہیں کہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ بچوں کو پوچھتے تمہیں کوئی پریشانی ہے؟ جب کہ اُن کے سامنے کوئی ذکر نہیں ہوا ہوتا تھا اور چند سال سے نظر بھی جیسا کہ مَیں نے کہا اتنی گِر گئی تھی کہ چہرے کے تاثرات سے بھی دیکھ کر اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ کیا پریشانی ہے؟ بلکہ ان کے بیٹے محمود نے مجھے لکھا کہ بعض دفعہ پریشانی کے حالات ہوتے تھے تو ایک دو دن بعد ابا پوچھتے تھے کہ فلاں شخص سے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی۔ اور یہ ایسی باتیں ہوتی تھیں جو

حقیقت میں سچ ہوتی تھیں اور سوائے خدا کے انہیں اور کوئی نہیں بتا سکتا تھا۔ اور پھر آپ کو دعا کی تحریک ہوتی جس سے آسانیاں پیدا جاتیں۔ اسی طرح ان کی بہو نے لکھا کہ میری بعض پریشانیاں تھیں۔ مجھے کہتے کہ تمہیں فلاں فلاں پریشانی ہے، حالانکہ ان کے پاس کبھی ذکر نہیں ہوا اور پھر اللہ کے فضل سے اُن کی دعا سے وہ پریشانی دور ہو جاتی۔

قرآنِ کریم سے بھی اُن کو ایک عشق تھا۔ روزانہ کئی سپارے پڑھ جاتے تھے۔ پانچ چھ سپارے کم از کم، بلکہ بعض دفعہ سات آٹھ۔ اور اس وجہ سے ایک بڑا حصہ یاد بھی تھا۔ مجھے ایک دفعہ رمضان میں کہنے لگے کہ نظر کمزور ہو رہی ہے۔ آنکھوں پر بڑا بوجھ پڑتا ہے۔ اب مَیں زیادہ قرآنِ کریم پڑھ نہیں سکتا جس کی مجھے بڑی تکلیف ہے۔ تو مَیں نے اپنے خیال میں بڑی دُور کی چھلانگ لگا کر کہا کیا فرق پڑتا ہے ایک دو سپارے تو آپ اب بھی پڑھ ہی لیتے ہوں گے۔ تو کہتے ہیں نہیں ابھی بھی، اس حالت میں بھی مَیں تین چار سپارے تو پڑھ ہی لیتا ہوں۔ تو یہ قرآنِ شریف سے اُن کا عشق تھا۔ جب مَیں نے کہا اتنا پڑھ لیتے ہیں تو پھر کیا حرج ہے۔ لیکن انہیں یہ بے چینی تھی کہ رمضان میں تو ہر وقت قرآنِ کریم مطالعہ میں رہنا چاہئے۔ اور آخری عمر میں دو تین سال پہلے تک جیسا کہ مَیں نے کہا نظر کی کمزوری کی وجہ سے بالکل ہی نہیں پڑھ سکتے تھے تو پھر جو حصہ یاد ہوتا تھا وہ پڑھتے تھے بلکہ سارا ہی یاد تھا۔ لیکن اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ اپنے پیار کا عجیب سلوک فرمایا۔ اپنے پوتے کو ایک دن کہنے لگے کہ قرآنِ کریم دیکھ کے تو مَیں پڑھ نہیں سکتا لیکن جب مَیں پڑھتا ہوں، یاد حصہ پڑھنا شروع کرتا ہوں اور جہاں بھول جاتا ہوں وہاں کوئی فرشتہ آ کے مجھے وہ حصہ یاد کروا جاتا ہے، پڑھا جاتا ہے۔ وہ دوہراتا ہے اور مَیں پیچھے دوہرا دیتا ہوں۔ اُن کے بڑے بیٹے کا مکان ربوہ میں بن رہا تھا تو بار بار اپنے بچوں سے پوچھتے تھے، کہاں تک پہنچا ہے؟ ایک دن اپنی چھوٹی بہو کو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مولود کا گھر دکھا دیا ہے۔ اور پھر نقشہ بتایا کہ یہاں یہ کمرہ ہے۔ اس طرح اُس کا نقشہ ہے۔ اور بغیر دیکھے بالکل وہی نقشہ تھا جو بن رہا تھا۔ ان کو سمجھایا بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ سمجھایا جا سکے۔ کوئی انہیں سمجھا سکے کہ کس طرح نقشہ ہے کیونکہ نظر بھی بہت کمزور تھی۔

اُن کے بچوں کے سپرد جو بھی جماعتی کام ہوتا اُس کے لئے بہت دعا کرتے۔ میرے ساتھ بھی دامادی کے بعد ایک خاص تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ میرے ذاتی اور جماعتی کاموں کے لئے بھی بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔ اور خلافت کے بعد تو اس تعلق میں ایک عقیدت، احترام اور دعاؤں کے لئے بہت زیادہ درد پیدا ہو گیا تھا۔ جلسوں، تقریروں وغیرہ کی کامیابیوں کے لئے بہت دعا کیا کرتے تھے۔ ایسے بزرگ تھے جن کی دعاؤں کی قبولیت کا احساس ہو رہا ہوتا تھا۔ ہر دورے پر ایک خاص توجہ کے ساتھ میرے لئے دعا کیا کرتے تھے۔

ہمارے محلے کے بعض خدام جو ہمارے عزیزوں، بچوں میں سے ہی ہیں، رات کو محلے کی ڈیوٹیاں دیا کرتے تھے۔ 74ء میں حالات خراب ہوئے یا 74ء میں شاید یہ سندھ تھے۔ خاص طور پر 84ء میں جب حالات زیادہ خراب ہوئے، تو رات کو محلّے کی ڈیوٹیاں ہوتی تھیں۔ لڑکوں کو جاگنے کے لئے چائے کی عادت تھی، چائے پیا کرتے تھے تو اِن کا گھر ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ بچے آتے تھے، کچن سے چائے بنائی اور لے گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لڑکے ڈیوٹی دے رہے ہیں اور چائے بھی پیتے ہیں تو رات خود اڑھائی بجے چائے بنا کر کھانے کی میز پر رکھ دیا کرتے تھے تا کہ اُن کو تکلیف نہ ہو اور وہ آ کر لے جایا کرتے تھے۔ اِسی طرح کیونکہ رات کو بھی جلدی سونے کی عادت تھی اور پھر ڈیڑھ بجے اُٹھ جایا کرتے تھے۔ سوتے بھی تھوڑا ہی تھے۔ تہجد کے لئے اُٹھ جایا کرتے تھے اور اپنے لئے چائے بناتے تھے اور پھر ہماری خالہ کے لئے چائے بنا کے اُن کو تہجد کے لئے جگاتے۔ اسی طرح جب اِن کا چھوٹا بیٹا جامعہ میں داخل ہوا ہے تو اس کو باقاعدہ تہجد کے لئے اُٹھاتے اور اُس کو کہتے تمہاری چائے تیار ہے۔ چائے پیو اور تہجد پڑھو۔

جوانی سے ہی آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک سلوک رہا ہے۔ سندھ میں رہے ہیں۔ وہاں چھوٹے چھوٹے واقعات تو مختلف ہوتے رہتے ہیں مثلاً ان کے ایک بیٹے نے لکھا کہ وہاں سانپ وغیرہ بہت ہوتے تھے اور جس زمانے میں یہ وہاں رہے ہیں، اُس زمانے میں تو نئی نئی آبادی ہو رہی تھی اور سانپ بہت زیادہ نکلا کرتے تھے اور بڑے بڑے خطرناک سانپ ہوتے تھے۔ ایک دن کہتے ہیں میری طبیعت خراب تھی مَیں نے سوچا کہ فجر کی نماز گھر میں پڑھ لیتا ہوں لیکن پھر کسی غیبی طاقت نے مجھے کہا کہ نہیں، مسجد جاؤ۔ ساتھ ہی مسجد ہے۔ جب واپس آئے تو دیکھا کہ دو بڑے بچے (اس وقت چھوٹی عمر میں ان کے جو دو بڑے بچے تھے وہ) چار پائی پر سو رہے ہیں اور ایک بڑا سارا کالا ناگ چار پائی پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے تو انہوں نے فوراً اُس کو مارا۔ اگر یہ سو جاتے تو سانپ کچھ بھی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کا اس طرح کا سلوک ہے اور اس طرح کے بہت سے واقعات اِن کی زندگی میں ہیں۔ سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور اِن کے بھائی سید مسعود مبارک شاہ صاحب دونوں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتے تھے۔ وہیں سے انہوں نے بی۔اے کیا۔ اپنی شرافت اور ڈسپلن کا پابند ہونے کی وجہ سے سٹاف اور طلباء دونوں میں بڑے مشہور تھے۔ سارے کالج میں مشہور تھا کہ اِن جیسا اور کوئی شریف آدمی نہیں۔ ایک دفعہ ان کے ایک عزیز کو شرارت سوجھی۔ انہوں نے ہوسٹل کے وارڈن یا سپرنٹنڈنٹ کی کچھ چیزیں اُٹھا لیں اور ان کے کمرے میں لا کر چھپا دیں۔ انتظامیہ نے فوری طور پر کارروائی شروع کر دی۔ پتہ لگ گیا اور ہوسٹل کے ہر کمرے کو چیک کیا گیا اور جب اِن کے کمرے کے قریب آئے تو کہتے کہ نہیں یہ دونوں بچے شریف ہیں، اِن کے ہاں نہیں ہو سکتا۔ اور حقیقت یہ تھی کہ اُن لڑکوں نے انہی کے کمرے میں وہ چیزیں چھپائی ہوئی تھیں۔ خیر ان کو یہ نہیں پتہ تھا۔ یہ کمرے میں گئے تو دیکھا کہ وہاں چیزیں پڑی ہیں تو بڑے پریشان ہوئے کہ اب سچ بھی بولنا ہے لیکن ساتھ ہی یہ فکر بھی تھی کہ ساتھیوں کو سزا ملے گی تو اُن کو سزا سے کس طرح بچایا جائے؟ کہتے ہیں جب چیکنگ ختم ہوئی تو جلدی سے سامان انہوں نے اُٹھایا اور ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ کے کمرے کے سامنے جا کے رکھ دیا۔ بہر حال کہتے ہیں کہ شکر ہے انتظامیہ نے مزید تحقیق نہیں کی کیونکہ انتظامیہ کو دونوں بھائیوں کی شرافت پر بہت یقین تھا ورنہ انہیں تو سچ ہی بولنا تھا اور جس عزیز پر ان کو شک تھا اُس کا نام آ جانا تھا اور سزا ملنی تھی۔

جیسا کہ مَیں نے کہا انہوں نے گورنمنٹ کالج سے بی۔اے کرنے کے بعد پھر حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر 1944ء میں زندگی وقف کرنے کا خط لکھا۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کو لکھا کہ مَیں بار بار آپ کو خواب میں دیکھ رہا ہوں اِس لئے مَیں زندگی وقف کرتا ہوں اور اپنے بھائی کو بھی تحریک کی کہ وہ بھی زندگی وقف

کریں۔ پھر دونوں نے زندگی وقف کی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایم این سنڈیکیٹ کے تحت سندھ کی زمینوں پر ان کو بھجوا دیا۔ وہاں یہ کافی عرصہ رہے۔ پھر تقریباً گیارہ سال 82ء سے 93ء تک وکالتِ تبشیر میں بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ وقت پر دفتر جاتے تھے۔ اپنے جو مفوضہ کام ہیں وہ سرانجام دیتے۔ کوئی زائد بات نہیں۔ بعضوں کو بیٹھ کے گپیں مارنے کی عادت ہوتی ہے۔ ان کے افسران جو تھے اِن سے عمر میں چھوٹے بھی تھے اور بعض قریبی عزیز بھی تھے، لیکن کامل اطاعت اور عاجزی کے ساتھ اپنے افسران کے دیئے ہوئے کام کو سرانجام دیتے۔ کبھی شکوہ نہیں کیا کہ اتنا کام دے دیا ہے؟ یہاں ہمارے مبلغ لئیق طاہر صاحب ہیں انہوں نے مجھے لکھا کہ جب مَیں نائب وکیل التبشیر تھا تو بڑی عاجزی سے کام کرتے تھے اور بڑی عزت سے پیش آیا کرتے تھے۔ اتنی زیادہ عزت کرتے تھے کہ شرمندگی ہونی شروع ہو جاتی تھی۔ کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ مَیں حضرت مصلح موعود کا داماد ہوں یا دو خلفاء کا بہنوئی ہوں۔ ایک خاموش دعا گو بزرگ، زیرِ لب دعائیں کرتے ہوئے دفتر میں آتے تھے اور اپنا دفتر کا کام کر کے چلے جاتے تھے۔ ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ جس کا بھی آپ سے واسطہ پڑا آپ کی تعریف کرتا ہے۔ غریبوں کی عزت اور احترام بھی اس طرح کرتے جس طرح کسی امیر کا۔ کسی حق بات پر امیر کو غریب پر فوقیت نہیں دی۔ بعض لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے آپ پر اعتماد کی وجہ سے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کرتے رہے اور کی بھی۔ بشری تقاضا بھی ہے اور قواعد بھی اجازت دیتے ہیں کہ آپ ان نقصان پہنچانے والوں کے خلاف کارروائی کر سکتے تھے لیکن آپ نے ہمیشہ اپنا معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑا۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ جب ایسے لوگوں کی، جو کسی نہ کسی طرح اِن کے خلاف رہے ہیں، گرفت ہوئی ہے تو وہ حضرت شاہ صاحب کے پاس اُن کے دروازے پر آتے تھے اور معافیاں مانگتے تھے اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب نے ہمیشہ انہیں معاف فرمایا۔ یہ بھی نہیں کہا کہ تم نے جو مجھے نقصان پہنچایا ہے اُس کا مداوا کس طرح ہوگا؟

یہ تھے وہ بزرگ جن کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کسی سے بُغض، حسد اور کینہ نہیں رکھتے بلکہ نقصان پہنچانے والے سے بھی جب اُس نے معافی مانگی تو شفقت کا سلوک ہی فرمایا۔ یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے حقیقی رنگ میں تزکیہ نفس کیا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے نکاح پر خطبہ ارشاد فرمایا تھا، اُس میں سے بعض حصے پڑھنا چاہتا ہوں تا کہ اگلی نسل کو بھی اِن باتوں کو سامنے رکھنے کا احساس پیدا ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے چار بچوں کا نکاح پڑھایا جن میں سے ایک آپ کی بیٹی سیدہ داؤد مظفر صاحب کی اہلیہ تھیں۔ آپ نے خطبہ اس طرح شروع فرمایا تھا کہ: ”دنیا میں سب سے قیمتی وجود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ زمانے کے گزرنے اور حالات کے بدل جانے کی وجہ سے چیزوں کی وہ اہمیت باقی نہیں رہتی جو اہمیت کہ اُن حالات کی موجودگی اور اُن کے علم کے ساتھ ہوتی ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے، اُس وقت دنیا کی جو حالت تھی اُس کا اندازہ آج لوگ نہیں کر سکتے۔ اگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ مبعوث نہ فرماتا تو آج دنیا میں دین کے معنی یہ سمجھے جاتے کہ بعض انسانوں کی پوجا کر لی، قبروں کی پوجا کر لی اور بتوں کی پوجا کر لی۔ قانون، اخلاق کو دنیا میں کوئی قیمت حاصل نہ ہوتی۔ مذہب کوئی اجتماعی جدوجہد کی چیز نہ ہوتا۔ خدا کے ساتھ بنی نوع انسان کا تعلق پیدا ہونا بالکل ناممکن ہوتا۔ بلکہ ایسے تعلق کو بے دینی اور لامذہبی قرار دیا جاتا ہے۔ بنی نوع انسان کے مختلف حصوں کے حقوق کی کوئی حفاظت نہ ہوتی۔ عورتیں بدستور غلامی کی زندگی بسر کر رہی ہوتیں۔ بُت بدستور پوجے جا رہے ہوتے۔ خدا تعالیٰ بدستور متروک ہوتا۔ غلامی بدستور دنیا میں قائم ہوتی۔ لین دین کے معاملات میں بدستور ظلم اور تعدی کی حکمرانی ہوتی۔ غرض دنیا آج وہ کچھ نہ ہوتی جو آج ہے......“۔ اِس کے بعد کچھ حصہ مَیں چھوڑتا ہوں۔ یہ بیان کرنے کے بعد پھر آگے آپ فرماتے ہیں کہ ”......دنیا میں جو اقوال اور جو باتیں لوگوں نے کہی ہیں، اُن میں سے راستبازی کے اعلیٰ معیار پر پہنچی ہوئی وہ بات ہے جو حسانؓ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہی

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِىْ فَعَمِىَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ نے کہا۔ كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِىْ، تو میری آنکھ کی پتلی تھا، فَعَمِىَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ، پس تیری موت کے ساتھ آج میری آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں۔ مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ۔ اب تیرے مرنے کے بعد جو چاہے مرے۔ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ، مَیں تو تیری موت سے ڈرتا تھا۔ کسی اور موت کا مجھ پر اثر نہیں ہوسکتا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: ”اِس شعر کے معنوں کی عظمت کا اس بات سے پتہ لگتا ہے جس کو لوگ نظرانداز کر دیتے ہیں کہ اس شعر کا کہنے والا ایک نابینا شخص تھا۔ اگر ایک بینا شخص یہی شعر کہتا تو وہ صرف ایک شاعرانہ مذاق اور ایک ادبی لطیفہ کہلا سکتا تھا مگر اس شعر کے ایک نابینا شخص کے منہ سے نکلنے کی وجہ سے اس کی حقیقت بالکل بدل جاتی ہے۔ یعنی حضرت حسّان اس شعر میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے تو باوجود اس کے کہ میری ظاہری آنکھیں نہیں تھیں، پھر بھی مَیں بینا ہی تھا۔ میری جسمانی آنکھیں نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مجھے اندھا سمجھتے تھے لیکن مَیں اپنے آپ کو اندھا نہیں سمجھتا تھا کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مجھے دنیا نظر آ رہی تھی اور اب بھی لوگ یہ سمجھتے تھے کہ میں ویسا ہی ہوں حالانکہ میں ویسا نہیں۔ پہلے مَیں بینا تھا لیکن اب مَیں اندھا ہو گیا ہوں۔ تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سب سے قیمتی وجود تھے مگر اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت آپ بھی آخر ایک دن دنیا سے جدا ہو گئے............“۔ پھر آگے چلتے ہوئے آپ بیان کرتے ہیں کہ ”............بہرحال رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے جیسا کہ حسانؓ نے کہا۔ مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ۔ ہر انسان پر یہ بات کھل رہی ہے کہ دنیا میں کوئی وجود بھی ہمیشہ نہیں رہا......“۔ پھر آگے آپ فرماتے ہیں کہ ”......دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو ہمیشہ قائم رہا ہو اور دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہو۔ اس صورت میں انسان کی ترقی کا مدار اس بات پر ہے کہ جانے والوں کے قائمقام پیدا ہوں۔ اگر مرنے والوں کے قائمقام پیدا ہوتے ہیں تو مرنے والوں کا صدمہ آپ ہی آپ مٹ جاتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ اگر ہمارے پیدا کرنے والے کی مرضی ہی یہی ہے تو پھر جزع فزع کرنے یا حد سے زیادہ افسوس کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ عقل کے خلاف اور جنون کی علامت ہوگی............“۔

پھر آگے آپ ایک عباسی بادشاہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”......ایک دفعہ ایک عباسی بادشاہ ایک بڑے عالم سے ملنے گیا۔ جا کے دیکھا کہ وہ اپنے شاگردوں کو درس دے رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا اپنا کوئی شاگرد مجھے بھی دکھاؤ۔ مَیں اس کا امتحان لوں۔ انہوں نے ایک شاگرد پیش کیا۔ بادشاہ نے اس سے بعض سوال پوچھے۔ اُس نے نہایت اعلیٰ صورت میں اُن سوالوں کا جواب دیا۔ یہ سُن کر بادشاہ نے کہا مَا مَاتَ مَنْ خَلَّفَ مِثْلَکَ۔ وہ شخص جس نے تیرے جیسا قائمقام چھوڑا کبھی نہیں مر سکتا کیونکہ اُس کی تعلیم کو قائم رکھنے والا تو موجود ہوگا۔ انسان کا گوشت پوست کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ گوشت پوست جیسے ایک چور کا ہے، ویسے ہی ایک نیک آدمی کا ہے۔ ہڈیاں جیسے ایک چور کی ہیں ویسے ہی نیک آدمی کی ہیں۔ خون جیسے ایک چور کا ہے ویسے ہی نیک آدمی کا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُس کے اخلاق بُرے ہیں اور اس کے اخلاق اعلیٰ درجہ کے ہیں“۔ (یعنی چور کے اخلاق بُرے ہیں اور نیک آدمی کے اخلاق اعلیٰ درجہ کے ہیں) ”اُس کے اندر روحانیت نہیں اور اِس کے اندر اعلیٰ درجہ کی روحانیت پائی جاتی ہے۔ پس اگر اس کی وہ روحانیت اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق دوسرے میں باقی رہ جائیں گے تو یہ مرا کس طرح؟.........“ (یعنی وہ اعلیٰ اخلاق اگر آئندہ نسلوں میں چل رہے ہیں تو پھر مرا نہیں۔) فرمایا کہ ”......پس ساری کامیابی اس بات میں ہے کہ انسان کے پیچھے اچھے قائمقام رہ جائیں۔ یہی چیز ہے جس کے لئے قومیں کوشش کیا کرتی ہیں۔ یہی چیز ہے کہ اگر یہ قوم کو حاصل ہو جائے تو یہ بہت بڑا انعام ہے۔ آج تک کبھی دنیا نے یہ محسوس نہیں کیا کہ ساری کامیابی فتوحات میں نہیں بلکہ نسل میں ہے۔ اگر آئندہ نسل اعلیٰ اخلاق کی ہو تو وہ قوم مرتی کبھی نہیں بلکہ زندہ رہتی ہے۔ اور اگر آئندہ نسل اچھی نہ ہو تو اُس کی تمام فتوحات ہیچ اور لغو ہیں.........“۔

پھر آگے آپ فرماتے ہیں کہ ”پس قوموں کی ترقی اُن کی آئندہ نسلوں کی ترقی پر منحصر ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارا زور اس بات پر ہونا چاہئے کہ آئندہ نسلوں میں ہم اپنے اچھے قائمقام چھوڑیں جو اسلام کی ترقی اور اسلام کے مستقبل کے ضامن ہوں۔ سب سے زیادہ یہ چیز نکاح سے ہی حاصل ہوتی ہے“۔ (نکاح کا خطبہ دے رہے ہیں فرمایا کہ اچھی نسل جو ہے سب سے زیادہ نکاح سے ہی حاصل ہوتی ہے) ”اور نکاحوں سے ہی نئی نسل آتی ہے۔ اس لئے نکاح انسانی زندگی کا سب سے اہم کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے بارہ میں استخارہ کرنے، غور و فکر سے کام لینے“ (یہ بھی خاص طور پر نوجوان لڑکوں، لڑکیوں کو اور خاندانوں کو سوچنے کی ضرورت ہے) ”نکاح کے بارہ میں استخارہ کرنے، غور و فکر سے کام لینے اور جذبات کی پیروی کرنے سے روکنے کی تعلیم دی ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ نکاح ایسے رنگ میں ہونے چاہئیں کہ نیک اور قربانی کرنے والی اولاد پیدا ہو۔ پھر فرمایا ساری خرابی اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ اولاد کو مقدم رکھا جاتا ہے اور اس کی ناز برداری کی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ناز برداری کی وجہ سے دین کی روح اُن کے اندر سے مٹ جاتی ہے۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ شخص دین دار نہیں جو اپنی اولاد کی ناز برداری کرتا ہے اور اُس کو دین کے تابع نہیں رکھتا۔ دین دار وہ ہے جو اپنی اولاد کو دین کے تابع رکھتا ہے۔ جو شخص اپنی اولاد کو دین کے تابع رکھے گا وہ کبھی اپنی نسل کو خراب نہیں ہونے دے گا کیونکہ ناز برداری سے ہی نسلیں خراب ہوتی ہیں“۔ پھر فرمایا ”پس اسلامی زندگی میں اہم ترین چیز نکاح ہے۔ جیسے عمارت کے لئے بنیاد کھودی جاتی ہے اور اس کو کاٹا جاتا ہے۔ لیکن اگر بنیاد پختہ نہیں ہوگی تو عمارت گر جائے گی۔ اسی طرح اگر نکاح میں غور و فکر اور دعا سے کام نہ لیا جائے تو نکاح بھی بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ گویا وہ چیز جس سے خوشی ہو رہی ہوتی ہے در حقیقت وہی خطرے کا وقت ہوتا ہے.........“۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ ”.........مَیں نے اپنے بچوں کے نکاحوں میں کبھی بھی اس بات کو مدّنظر نہیں رکھا کہ اُن کے نکاح آسودہ حال اور مالدار لوگوں میں کئے جائیں اور مَیں نے ہمیشہ جماعت کے لوگوں کو بھی یہی نصیحت کی ہے کہ جماعت کے لوگ اس بات کی طرف چلے جاتے ہیں کہ انہیں ایسے رشتے ملیں جو زیادہ کھاتے پیتے اور آسودہ حال ہوں۔ ہمیں ایسے رشتے ملے ہیں مگر ہم نے اُن کو رڈ کر دیا تا کہ ہمارا جو معیار ہے وہ قائم رہے“۔ (الفضل 6/اپریل 1945ء صفحہ 1تا 3۔بحوالہ خطبات محمود جلد نمبر3 فرمودہ 30مارچ1945ء صفحہ 580تا587)

ہر ایک کو اپنے معیار کے مطابق رشتے کرنے چاہئیں۔

پس یہ اصول ہیں جو عمومی طور پر بھی سامنے رکھنے چاہئیں۔ رشتوں میں بھی یہ بات آئی تو مَیں نے تو سوچا کہ یہ بیان کر دوں کہ ہمارے ہاں آج کل یہ بڑے مسائل اُٹھ رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے افراد بھی اور جماعت کے افراد بھی اپنی شادیوں میں یہ بات مدّنظر رکھیں کہ اصل چیز دین ہے اور ایک احمدی کا مقصود اللہ تعالیٰ سے تعلق اور دین کی خدمت ہے۔ دنیا کو بھی دین کے تابع کرنا ہے۔ دین کو دنیا کے تابع نہیں کرنا۔ یہی چیز ہے جس طرح کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جو قومی زندگی کے ہمیشہ زندہ رہنے کا ذریعہ ہے۔ جماعت کا جب بھی کوئی نیک شخص اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو جماعت کے افراد کو اور خاص طور پر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کو کہ جب اُن کے خاندان میں سے کوئی رخصت ہو تو نیکی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے ایک نئی سوچ کے ساتھ اپنے راستے متعین کرنے چاہئیں۔ دنیا تو چندروزہ ہے ختم ہو جائے گی۔ دائمی رہنے والی چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے چار بیٹے مختلف حیثیت سے جماعت کی خدمت کر رہے ہیں۔ تین بیٹیاں ہیں۔ ایک میری اہلیہ اور دو دوسری بہنیں، دونوں واقفینِ زندگی سے بیاہی گئی ہیں۔ اللہ کرے کہ اِن کی اولادیں اور آگے نسلیں بھی ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہوں۔ دو بیٹے جو واقفِ زندگی نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے والدین کی طبیعت کا اثر لئے ہوئے ہیں، کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کرتے ہیں، کر رہے ہیں اور کرتے رہے ہیں۔ یہ بھی اور تمام اولاد بھی اور ان کی اولاد بھی ہمیشہ خدا تعالیٰ کا قرب پانے کی کوشش کرنے والی ہو اور اِن کی دعائیں ہمیشہ اُن کو لگتی رہیں۔ اسی طرح ہمارے تمام بزرگوں کی اولادیں، صحابہ کی اولادیں ہمیشہ اپنے والدین کے، اپنے آباؤ اجداد کے نمونے دیکھنے والی ہوں اور نیک نسل آگے چلانے کے لئے دعا اور اپنے عمل سے کوشش کرنے والی ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ نمازِ جمعہ کے بعد انشاء اللہ سید داؤد مظفر شاہ صاحب کا مَیں نمازِ جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

(از الفضل انٹرنیشنل 1اپریل تا 7اپریل 2011)

غیبت و چغل خوری

ممکن نہیں انسان سے سرزد ہو کوئی جرم
احساس اگر ہو کہ خدا دیکھ رہا ہے

بشریٰ مالک، Riedstadt, Goddelau-Nord

قرآن کریم میں غیبت کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ O

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے۔ کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (سورۃ الحجرات: آیت 13)

حدیث کی روشنی میں غیبت کی ممانعت

غیبت جیسے بدترین گناہ سے بچنے کے لئے ہر شخص کو غور فکر کرنی چاہئے وہ کیسی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ چنانچہ آنحضورؐ نے فرمایا:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلْ (ترمذی)

ترجمہ آدمی اپنے ساتھی کے دین پر ہوتا ہے پس ہر ایک شخص کو غور وفکر کرنی چاہئے کہ وہ کس کا ساتھی بنتا ہے۔ غیر شعوری طور پر انسان پر ساتھی کے خیالات ونظریات اثر انداز ہوتے رہتے ہیں لہٰذا بُرے ساتھی سے ہمیشہ احتراز کرنا چاہئے۔

کیونکہ ہمارے مذہب میں غیب ایک بدترین گناہ ہے لہٰذا اور دوسرے مذہبی امور کی طرح اس میں اس بات کا خیال رکھنا کہ بدعقائد شخص سے میل جول نہ رکھو ورنہ وہ تو ڈوبا ہے ممکن ہے آپ کو بھی لے ڈوبے آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی کی کمزوری اچھالنے لگو تو خود سوچ لو اور پرکھ لو اور اچھی طرح جائزہ لے لو کہ یہ کمزوری خود تمہارے اندر بھی تو نہیں پائی جاتی اور اسی طرح اگر تم اپنا محاسبہ کرنے لگو گے تو تمہیں خود اپنے اندر اس قدر کمزوریاں نظر آئیں گی کہ تم جرأت نہیں کر سکو گے کہ دوسرے کی کمزوری سے پردہ اٹھا سکو۔ (از کتاب ''غیبت ایک بدترین گناہ'' صفحہ 23)

غیبت کیا ھے؟

غیبت کے لفظی معنی بدگوئی، کسی کی پیٹھ پیچھے بُرا کہنا اور بدی کے ہیں:۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ''غیبت کے متعلق بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اگر کسی کا کوئی سچا عیب اُس کی عدم موجودگی میں بیان کیا جائے تو وہ غیبت میں داخل نہیں ہوتا ہاں اگر جھوٹی بات بیان کی جائے تو وہ غیبت ہوتی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں غیبت کا اطلاق ہمیشہ ایسی سچی بات پر ہوتا ہے جو کسی دوسرے کو بدنام کرنے کے لئے اُس کی غیر حاضری میں بیان کیا جائے اگر جھوٹی بات بیان کی جائے گی تو وہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہوگا احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریمؐ سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ غیبت تو بری چیز ہوئی اگر اپنے بھائی کا کوئی سچا عیب اُس کی عدم موجودگی میں بیان کیا جائے تو آیا یہ تو منع نہیں؟ رسول کریمؐ نے فرمایا کسی کی عدم موجودگی میں اس کا سچا عیب بیان کرنا ہی غیبت ہے ورنہ اگر دوسرے کے متعلق جھوٹی بات بیان کی جائے تو یہ بہتان بن جائے گا۔'' (تفسیر کبیر جلد نہم: ص579)

غیبت سے بچو

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں! ''دل تو اللہ تعالیٰ کی صندوقچی ہوتا ہے اور اس کی کنجی اس کے پاس ہوتی ہے۔ کسی کو کیا خبر اس کے اندر کیا ہے؟ تو خواہ مخواہ اپنے آپ کو گناہ میں ڈالنا کیا فائدہ؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص بڑا گناہ گار ہوگا۔ خدا تعالیٰ اس کو کہے گا کہ میرے قریب ہوجا۔ یہاں تک کہ اس کے اور لوگوں کے درمیان اپنے ہاتھ سے پردہ کردے گا اور اس سے پوچھے گا کہ تو نے فلاں گناہ کیا۔ فلاں گناہ کیا۔ لیکن چھوٹے چھوٹے گناہ گنائے گا۔ وہ کہے گا کہ ہاں یہ گناہ مجھ سے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ اچھا آج کے دن میں نے تیرے سب گناہ معاف کئے اور ہر گناہ کے بدلے دس دس نیکیوں کا ثواب دیا۔ تب وہ بندہ سوچے گا کہ جب ان چھوٹے چھوٹے گناہوں کا دس دس نیکیوں کا ثواب ملا ہے تو بڑے بڑے گناہوں کا بہت ہی ثواب ملے گا۔ یہ سوچ کر وہ بندہ خود ہی اپنے بڑے بڑے گناہ گنائے گا کہ اے خدا میں نے تو یہ گناہ بھی کئے ہیں تب اللہ تعالیٰ اس کی بات سُن کر ہنسے گا اور فرمائے گا کہ دیکھو میری مہربانی کی وجہ سے بندہ ایسا دلیر ہوگیا کہ اپنے گناہ خود ہی بتلاتا ہے۔ پھر اُسے حکم دے گا کہ جا بہشت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے تیری طبیعت چاہے داخل ہوجا۔ تو کیا خبر کہ خدا تعالیٰ کا اس سے کیا سلوک ہے یا اس کے دل میں کیا ہے۔ اس لئے غیبت کرنے سے بکلی پرہیز کرنا چاہئے''۔

(ملفوظات جلد5: ص11)

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرماتے ہیں کہ:۔

''یاد رکھو! بہت سی بدیوں کی اصل سوءظن ہے۔ نصیحت کے طور پر کہتا ہوں کہ اکثر سوءظنیوں سے بچو۔ اس سے سخن چینی اور عیب جوئی کی عادت بڑھتی ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا تجسس نہ کرو۔ تجسس کی عادت بدظنی سے پیدا ہوتی ہے۔ بدظنی کو پورا کرنے کے لئے تجسس کرتا ہے اور پھر تجسس سے غیبت

پیدا ہوتی ہے۔۔۔۔ اگر ہم حق کے شنوا ہوتے تو دوزخ میں کیوں جاتے اس سے ثابت ہوا کہ حق کا سننا فرض ہے اور غیبت کا سننا حرام ہے۔

ایک حدیث ہے جو ایسے لوگوں کے بارہ میں ہی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ اور حضرت اسماءؓ بنت یزید سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بُرے بندے غیبت اور چغلیاں کرتے پھرتے ہیں۔ دوستوں، پیاروں کے درمیان تفریق ڈالتے ہیں نیک پاک لوگوں کو تکلیف، مشقت، فساد، ہلاکت اور گناہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔''

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 3 تا 4، 130) (''غیبت ایک بدترین گناہ'' ص 4 3، 35 مرتبہ امۃ الرشید ارسلہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:۔ '' بعض لوگ اپنی مجالس میں نیکی کی باتیں کرنے کی بجائے غیبت شروع کردیتے ہیں۔ غیبت کے معنی ہیں کہ انسان ایک دوسرے کے عیوب کا اس طرح ذکر کرے کہ اس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو مثلاً اگر کسی شخص میں کوئی کمزوری پائی جاتی ہے اور وہ دوسرا آدمی علیحدگی میں اس سے کہتا ہے بھائی تم میں مجھے فلاں کمزوری نظر آتی ہے اور اگر یہ بات درست ہے تو تم اپنی اصلاح کرلو تو یہ بھی اس کمزوری کا ذکر ہے لیکن اس میں ایک دینی فائدہ بھی ہے یعنی ایک بھائی کو اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس میں اس کی کوئی بدنامی بھی نہیں لیکن اگر کسی شخص کے عیب کا مجالس میں ذکر کرکے اُسے بدنام کیا جائے جس میں کوئی دینی فائدہ نہیں تو اسے غیبت کہتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے''۔

(از کتاب ''غیبت ایک بدترین گناہ'' ص 49)

عارضی مزے کے لئے اپنی جنت کو ضائع مت کریں

ہمارے معاشرے میں بعض برائیاں ایسی ہیں۔ جو بظاہر بہت چھوٹی نظر آتی ہیں۔ مگر ان کے اثرات پورے معاشرے میں ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور ایک فساد برپا ہوا ہوتا ہے۔ اور انہی برائیوں میں سے ایک بہت بڑی برائی چغلی اور غیبت ہے۔ مندرجہ بالا آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ غیبت جو ہے یہ مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔ اب دیکھیں ظالم سے ظالم شخص بھی اور سخت سے سخت دل شخص بھی یہ گوارہ نہیں کرتا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اس تصور سے ہی ابکائی آنے لگتی ہے۔ طبیعت متلانے لگتی ہے۔ لیکن بعض لوگ مجلسوں میں بیٹھ کر غیبت اور چغلیاں اس طرح کر رہے ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی بات ہی نہیں۔ تو یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔ اب یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ وہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے۔ کہ فرمایا ''اگر اس قسم کی باتیں کر بھی چکے ہو تو استغفار کرو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اپنے روّیے درست کرو۔ میں یقیناً بہت رحم کرنے والا توبہ قبول کرنے والا ہوں۔ مجھ سے بخشش مانگو۔ تو میں رحم کرتے ہوئے تمہاری طرف متوجہ ہوں گا''۔ بعض لوگ غیبت اور چغلی کی گہرائی کا علم نہیں رکھتے۔ ان کو سمجھ نہیں کہ کیا بات چغلی اور غیبت ہے۔ بعض اوقات سمجھ نہیں رہے ہوتے کہ یہ چغلی بھی ہے کہ نہیں۔ بعض دفعہ بعض باتوں کو مذاق سمجھا جارہا ہوتا ہے۔ لیکن وہ چغلی اور غیبت کے زُمرے میں آتی ہیں۔ اب بعض لوگ اس لئے تجسس کررہے ہوتے ہیں۔ مثلاً عمومی زندگی میں مزے لیتے ہیں۔ دفتروں میں کام کرنے والے ساتھ کام کرنے والے اپنے ساتھی کے بارہ میں، یا دوسری کام کی جگہ کارخانوں وغیرہ میں کام کرنے والے، اپنے ساتھیوں کے بارہ میں کہ اس کی کوئی کمزوری نظر آئے اور اس کمزوری کو پکڑیں اور افسروں تک پہنچائیں۔ تاکہ ہم خود افسروں کی نظر میں ان کے خاص آدمی ٹھہریں۔ ان کے منظورِ نظر ہو جائیں یا بعضوں کو یونہی بلاوجہ عادت ہوتی ہے۔ کسی سے بلاوجہ کا بیر ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس کی برائیاں تلاش کرنے لگ جاتے ہیں تو یاد رکھنا چاہئے کہ ایسے لوگوں کے بارہ میں آنحضرتؐ نے فرمایا ایسے لوگوں کا کبھی بھی جنت میں دخل نہیں ہوگا، ایسے لوگ کبھی بھی جنت میں نہیں جائیں گے۔ تو کون عقلمند آدمی ہے جو ایک عارضی مزے کے لئے، دنیاوی چیز کے لئے، ذرا سی باتوں کا مزہ لینے کے لئے اپنی جنت کو ضائع کرتا پھرے۔

کسی کے عیب بیان کرنے سے پہلے اپنے عیبوں پر نظر ڈالو

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک شعر میں فرمایا کہ:۔

بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

تو جب آپ اپنے عیب دیکھیں گے۔ جو بڑے دل گردے کا کام ہے بہت کم ہیں جو اپنے عیبوں پر اس طرح نظر رکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر آنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اپنی بڑی سے بڑی برائی بھی نظر نہیں آتی اور اگر وہ نظر آجائے گی تو بڑی چھوٹی تمام برائیاں نظر آنا شروع ہو جائیں گی اور دوسروں کی برائیاں کرنے سے پہلے ایسا شخص سوچے گا اور پھر نیک نیت ہو کر پہلے اپنی اصلاح کی کوشش کرے گا پھر اپنے دوست کی اصلاح کی کوشش کرے گا تاکہ حسین اور پاک معاشرہ قائم ہو جائے......

''ایک شخص تھا، اس نے کسی دوسرے کو گناہ گار دیکھ کر خوب اس کی نکتہ چینی کی اور کہا کہ دوزخ میں جائے گا۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیوں؟ تجھ کو میرے اختیارات کس نے دیئے ہیں؟ جنت اور دوزخ میں بھیجنا تو میرا کام ہے دوزخ اور بہشت میں بھیجنے والا تو میں ہی ہوں تو کون ہے؟ تو جس نے نکتہ چینی کی تھی اور اپنے آپ کو نیک سمجھا تھا اس شخص کو کہا کہ ''جا میں نے تجھے دوزخ میں ڈالا اور یہ گناہ گار بندہ جس کا تو گلہ کیا کرتا تھا۔ کہ یہ ایسا ہے ویسا ہے اور دوزخ میں جائے گا۔ اس کو میں نے بہشت میں بھیج دیا۔ جنت میں بھیج دیا تو فرماتے ہیں کہ ہر ایک انسان کو سمجھنا چاہئے کہ ایسا نہ ہو کہ میں ہی الٹا شکار ہو جاؤں''

(ملفوظات: جلد پنجم صفحہ 11-10 مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اس سے سب کو بچائے اللہ تعالیٰ ہماری بخشش کے سامان پیدا فرمائے اور ہماری توبہ قبول کرے۔ آمین

(از ''غیبت ایک بدترین گناہ'' ص 71,76، مرتبہ امۃ الرشید ارسلہ)

”کینہ کی عادت روحانی اور دنیاوی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ ہے“

(یہ تقریر نیشنل صدر لجنہ جرمنی امۃ الحئی احمد صاحبہ نے جلسہ سالانہ جرمنی 2011 کے موقع پہ کی)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ ۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا ۫ وَ مَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ نُوْدُوْٓا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّۃُ اُوْرِثْتُمُوْھَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o (سورۃ الاعراف آیت نمبر 44)

ترجمہ:۔اور ہم ان کے سینوں سے کینے کھینچ نکالیں گے۔ان کے زیر تصرف نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے کہ تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں یہاں پہنچنے کی راہ دکھائی جب کہ ہم کبھی ہدایت نہ پا سکتے تھے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔یقیناً ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے اور انہیں آواز دی جائے گی کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث ٹھہرایا گیا ہے بسبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے۔ (ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔صفحہ نمبر 248)

یعنی خدا تعالیٰ جنتیوں کی یہ نشانی بتاتا ہے کہ ان کے دلوں میں کینے نہیں ہوں گے۔اور وہ خدا تعالیٰ کے شکر گزار ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ہدایت کی راہ دکھائی۔

کینہ کیا ہے؟اس کا لفظی مطلب ہے ”عداوت، دشمنی، بغض، حسد وغیرہ“ یعنی اگر کسی کو کسی کی کوئی بات بری لگے یا اس سے تکلیف پہنچے تو اس کو در گزر کرنے اور بھولنے کی بجائے دل میں بٹھالے۔جو لوگ کینہ رکھتے ہیں ان کی حالت اس مریض کی طرح ہوتی ہے جسے اتفاقاً کسی تیز دھار آلے سے زخم لگ گیا ہو۔وہ زخم دو چار دن میں بھر گیا اور وہ صحت مند ہو گیا۔مگر وہ اُس زخم کو خود ہی بار بار چھیل دیتا ہے اور پھر اپنا ہی خون دیکھ کر روتا ہے۔اسی طرح وہ ایک لمبے عرصے تک پُرانی دکھ بھری یادیں دہرا دہرا کر تکلیف اٹھاتا ہے۔ہر بار اُس کو نئے سرے سے وہ تکلیف یا اذیت یاد آتی ہے اور اُسکے دماغ میں غصہ اور بغض کے خیالات گردش کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے مجھے دکھ دیا تھا۔میں کس طرح اُس کو مزا چکھاؤں۔اس طرح وہ اپنی ذہانت، طاقت اور وقت کو فضول خیالات اور منصوبوں پہ عمل کرنے میں ضائع کر دیتا ہے۔ایسے لوگ خود بھی تکلیف اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی تکلیف دیتے ہیں۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور وہ ہر رنگ و نسل کے لوگوں کو اپنے میں سمونا چاہتا ہے۔یہ بات تب ہی ممکن ہے جب باہم محبت ہو، عفو و در گزر ہو۔آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔جیسا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ

اس زمانے میں خشکی اور تری میں لوگوں کے کاموں کی وجہ سے فساد نمایاں ہو گیا ہے (سورت الروم آیت 42)

تب عرش معلّٰی سے ایک نور کا تخت اترا

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دنیا کے لیے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ اسوقت عرب کی یہ حالت تھی کہ بعض چھوٹی چھوٹی باتوں پہ بغض، اور عداوت کی وجہ سے سالوں تک جنگیں ہوتی تھیں۔آپ ﷺ نے ان قبائل کو جو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے ایک خاندان کی طرح لڑی میں پرو دیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حسین نمونہ پیش کیا جانی دشمنوں کو معاف کر دیا۔آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بھی آپؐ کی پیروی کی۔پھر انہی لوگوں میں سے آنحضرت ﷺ پر جان نچھاور کرنے والے لوگ پیدا ہوئے۔وہ بلالؓ جنہیں مدینہ کی گلیوں میں بے دردی سے گھسیٹا جاتا تھا۔انہوں نے ان مارنے والوں کو اپنے جھنڈے تلے پناہ دی۔

آپس کی محبتوں کی وجہ سے ان میں اتفاق رہا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کا اتنا رعب قائم ہو گیا تھا کہ دشمن ان سے ڈرتے تھے۔حضرت مصلح موعودؓ اپنی تقریر سیر روحانی میں فرماتے ہیں

”مدینہ میں آنحضرت ﷺ نے ایک بار فرمایا کہ مردم شماری کرو۔ مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے مردم شماری کروائی ہے اب تو ہم سات سو ہو گئے ہیں کیا آپؐ ڈرتے ہیں کہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔اب ہمیں کون مار سکتا ہے۔“

(از سیر روحانی نوبت خانے تقریر حضرت مصلح موعودؓ صفحہ 539)

”صحابہ کو آپس میں اتنی محبت تھی کہ ایک بار حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کسی بات پر رنجش ہو گئی غلطی حضرت عمرؓ کی تھی مگر جب حضور اکرم ﷺ حضرت عمرؓ پہ ناراض ہونے لگے تو حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا قصور تھا عمر کا کوئی قصور نہیں تھا گویا کہ جسطرح ایک ماں اپنے بچے کے متعلق استاد سے شکایت کرتی ہے لیکن جب وہ ڈانٹتا ہے تو سب سے زیادہ دکھ بھی ماں ہی کو ہوتا ہے یہی حال صحابہ کا تھا اُن کے دلوں میں اپنے بھائیوں کے لئے اتنی محبت پائی جاتی تھی کہ وہ ان کی معمولی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے“

(تقریر خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔سیر روحانی صفحہ نمبر 493)

یہ اسلامی معاشرہ انتہائی خوبصورت تھا اس میں آنحضرت ﷺ تمام مسلمانوں کے لیے روحانی باپ اور آپکی ازواج مطہرات امہات المومنین یعنی مومنوں کی مائیں تھیں۔

پھر وقت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں محبت، پیار، اتفاق کی بجائے دشمنی، بغض، کینہ، خود غرضی پیدا ہو گئی۔مسلمان بہت کمزور ہو گئے۔ایمان ثریا پہ جا پہنچا۔تب خدا تعالیٰ نے اپنے رحم کے ساتھ رجوع فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کو مبعوث فرمایا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں وہی اسلامی معاشرہ قائم کیا۔ آنحضرت ﷺ کے اس عاشقِ صادق نے بھی اپنی جماعت کی ایسی تربیت کی کہ سب کو ایک خاندان کی طرح ایک مضبوط لڑی میں پرو دیا۔ آپؑ نے صبر اور شکر کا عظیم نمونہ قائم کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

گالیاں سن کر دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

"رسول بی بی بیوہ حافظ حامد علی صاحبؓ نے بیان کیا کہ بعض دفعہ مرزا نظام الدین کی طرف سے کوئی رزیل آدمی اس بات پر مقرر کر دیا جاتا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں دے۔ چنانچہ وہ ساری رات گالیاں دیتا رہتا۔ آخر جب سحری کا وقت ہوتا تو حضرتؑ جی دادی صاحبہ کو کہتے اب اس کو کھانے کو کچھ دو یہ تھک گیا ہوگا اس کا گلا خشک ہو گیا ہوگا۔ میں حضرتؑ جی کو کہتی کہ ایسے کم بخت کو کچھ نہیں دینا چاہئے۔ آپؑ فرماتے: ہم اگر بدی کریں گے تو خدا دیکھتا ہے ہماری طرف سے کوئی بات نہیں ہونی چاہئے۔
(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ نمبر 103-102)

اس معاشرے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمام مومنوں کے لئے روحانی باپ اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین یعنی تمام مومنوں کی ماں ہیں۔ اس لیئے شروع سے سب لوگ حضرت اماں جانؓ کو اماں جان کہتے تھے اور آپ کے والد ماجد کو نانا جان اور والدہ ماجدہ کو نانی جان کہتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر دار المسیح میں بہت سے مہمان بھی رہتے تھے اور وہ ایک انتہائی پیار محبت اور بے تکلفی کا ماحول تھا۔ جس میں مہمانوں کے بچے بھی حضرت مسیح موعودؑ سے بے تکلفی سے باتیں کرتے اور پیار لیتے تھے۔ سیرت مہدی از مرزا بشیر احمدؓ میں ایک واقعہ درج ہے کہ حضرت مراد خاتون صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحومؓ نے بیان کیا (مراد خاتون صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی نانی جان اور حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ نانا جان تھے)۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ آگرہ سے آئی تھی۔ میرے ساتھ ایک ملازمہ تھی۔ میری لڑکی عزیزہ رضیہ بیگم جو ابھی چار سال کی تھی وہ اس کی کھلاوی تھی (یعنی اس کی دیکھ بھال کرتی تھی) کچھ باتیں مزاح کی بھی اسکو سکھایا کرتی تھی ایک دن حضرت مسیح موعودؑ آنگن میں ٹہل رہے تھے۔ عزیزہ سلمہا نے چھوٹا سا برقع پہنا ہوا تھا وہ حضور کی ٹانگوں سے لپٹ گئی، حضور ٹھہر گئے عزیزہ نے رونی صورت بنا کر کہا۔ اوں اوں مجھے جلدی بلا لینا حضور نے فرمایا تم کہاں چلی ہو۔ وہ نوکر کی سکھائی ہوئی کہنے لگی میں سسرال چلی ہوں۔ اس پر حضور خوب ہنسے فرمایا سسرال جا کر کیا کرو گی۔ کہنے لگی حلوہ پوری کھاؤں گی پھر آنگن میں ایک چکر لگایا اور پھر آ کر حضور کے قدموں سے چمٹ گئی حضور نے فرمایا سسرال سے آ گئی ہو۔ تمہاری ساس کیا کرتی تھیں۔ عزیزہ سلمہا نے کہا روٹی پکاتی تھی تمہارے میاں کیا کرتے تھے۔ کہا روٹی کھاتے تھے۔ پھر پوچھا تم کیا کھا کر آئی ہو کہنے لگی حلوہ پوری۔ حضور نے فرمایا اس کی ساس اچھی ہے بیٹے کو تو روٹی دیتی ہے اور بہو کو حلوہ پوری۔
(از سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ نمبر 239-238)۔

یہ کتنا دلکش اور خوبصورت ماحول ہے۔ مگر جن دلوں میں رنجشیں ہوں وہ چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس طرح زندگی کی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے۔ ہم سب حضرت مسیح موعودؑ کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہیں اور ایک جسم کی طرح ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں ہیں۔ ہم کینہ کیسے پال سکتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ جب سانحہ لاہور ہوا اور جب انڈونیشیا میں ہمارے بھائیوں کو بے دردی سے شہید کیا گیا تو ساری دنیا کے احمدی سخت اذیت میں تھے۔ اور وہ شہداء آخر وقت تک ایثار، قربانی، محبت، ہمدردی اور خلوص کے شاندار نمونے قائم کر کے احمدیت کی تاریخ میں امر ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ ہمیں ایسے ہی بلند معیار پہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

آپؑ فرماتے ہیں "میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو اور دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنا لی جاوے۔ نفس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی امر نہ ہو اور اس طرح پر وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر بیٹھ جاوے اس لئے اس سے بچتے رہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بندوں سے پورا خلق کرنا بھی ایک موت ہے میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی ذرا بھی کسی کو توں تاں کرے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاوے۔ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی سامنے بھی گالی دے دے تو صبر کر کے خاموش ہو رہے۔ (ملفوظات جلد پنجم۔ صفحہ نمبر 69)

کینہ کی عادت انسان کی ہر قسم کی ترقی میں رکاوٹ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ "جب تک سینہ صاف نہ ہو دعا قبول نہیں ہوتی"۔ دعا روحانی اور دنیاوی ترقی کی کنجی ہے۔ جب قبولیت دعا ہی نہ ہو تو ترقی کیسے ہوگی۔ جس کے دل میں میل ہو اس کا دل پاک نہیں ہو سکتا۔ وہ خدا تعالیٰ سے اور خدا تعالیٰ اس سے محبت نہیں کر سکتا۔ اس کو اپنی منزل کیسے حاصل ہوگی اس کو حاصل کرنے کے لیئے کینے کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

بعض لوگ بغض اور دشمنی میں حد سے گزر جاتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں۔

"بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جس شخص سے قصور سرزد ہوا ہو۔ جب تک وہ اُس کا قیمہ نہ کر لیں اُن کی تسلی ہی نہیں ہوتی۔ ہمارے پاس مختلف قسم کی رپورٹیں آتی رہتی ہیں۔ ہم انہیں اُن کے قصور کے مطابق سزا دے دیتے ہیں۔ مگر جو اپنے کاموں میں حد کے اندر رہنے کے عادی نہ ہوں، اُن کی اس سے تسلی ہی نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں یہ بھی کیا سزا ہے۔ (اُن کا منشاء ہوتا ہے کہ) اُس کے سر پر آرہ چلائیں۔ پھر اُس کی ہڈیاں جلا کر انہیں سل پر پیسیں اور پھر کسی گندی جگہ پر اس کی راکھ ڈال دیں اور اُس پر ایک کتبہ لگا دیں۔ جس میں اُس کو اور اُس کے باپ دادا کو گالیاں دی گئی ہوں۔ پھر اُس پر بھی بس نہیں ہوتی بلکہ وہ جب اگلے جہان میں پہنچے تو وہاں بھی خدا تعالیٰ اُس کو دوزخ میں ڈالے اور اُسے ایسا عذاب دے جو کسی اور کو نہ دیا گیا ہو۔ حالانکہ خدا بڑا رحیم و کریم ہے وہ اس طرح کے حد سے زیادہ گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا اور نہ حد سے گزرنے والا خدا تعالیٰ سے محبت کر سکتا ہے۔"
(از تعلق باللہ تقریر حضرت مصلح موعودؓ صفحہ نمبر 49)

جس طرح ایک نیکی دوسری نیکی کو کھینچتی ہے اس طرح ایک برائی بھی دوسری برائی کو پیدا کرتی ہے۔ مثلاً کینہ کی وجہ سے غیبت اور گلہ شکوہ کرنے، ایک دوسرے پہ الزامات لگانے کی عادت ہو جاتی ہے۔ پھر کبھی کبھی بعض لوگ اجلاسات،

اجتماعات اور دینی مجالس میں شرکت نہیں کرتے کہ کہتے ہیں ہم فلاں کو دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اُس نے بھی اجلاس میں آنا ہے اس لئے میں نے نہیں آنا۔ وہ جماعت سے دور ہو جاتے ہیں۔ یوں انکی روحانی ترقی رک جاتی ہے۔ کبھی لوگ معمولی باتوں پہ جماعت کا کام چھوڑ دیتے ہیں کہ فلاں نے مجھے برا بھلا کہا ہے اب میں نے کام نہیں کرنا۔ میری بہنو! جماعت کے کاموں کی وجہ سے **خدا تعالیٰ ہمیں بہت سی مصیبتوں اور بلاؤں سے بچا رہا ہوتا ہے۔** کام چھوڑنے کے بعد آہستہ آہستہ وہ مصیبتیں انسان کو گھیرنا شروع کر دیتی ہیں۔ انسان تنزل کا شکار ہو جاتا ہے۔ آپس میں اختلافات شروع ہو جاتے ہیں۔ شکایات آتی ہیں۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ اس کے حق میں فیصلہ ہو۔ فیصلہ کرنے والے پریشان ہوتے کیونکہ دونوں فریق ہمارے اپنے ہوتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ اس طرح کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ''حضرت مسیح موعودؑ ایک مالن کی مثال بیان فرمایا کرتے۔ فرماتے اس کی دو لڑکیاں تھیں۔ ایک کمہاروں کے گھر بیاہی ہوئی تھی۔ دوسری مالیوں کے ہاں۔ جب کبھی بادل آتا تو وہ عورت دیوانہ وار گھبرائی ہوئی پھرتی۔ لوگ کہتے اسے کیا ہوا ہے۔ وہ کہتی ایک بیٹی ہے نہیں۔ اگر بارش ہو گئی تو جو کمہاروں کے ہاں ہے وہ نہیں۔ اور اگر نہ ہوئی تو جو مالیوں کے گھر ہے وہ نہیں۔ کیونکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے ترکاریاں نہ ہونگی اور اگر ہو گئی تو کمہارن کے برتن خراب ہو جائیں گے۔''

(خطبات محمودؓ۔ خطبات نکاح صفحہ نمبر ۲۱۱)

ہماری حالت بھی ان مسائل کو حل کرتے وقت ایسی ہی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ عہدے داروں کا بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ جبکہ یہ وقت ترقیاتی کاموں میں صرف ہو سکتا ہے۔ گو ایسے اختلافات کی مثالیں کم ہوتی ہیں مگر پھر بھی ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

بغض کا ایک نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے شخص سے کوئی مصیبت کے وقت ہمدردی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اپنے آپ کو الگ تھلگ کر لیتا ہے اور وہ کسی سے سچی ہمدردی نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''یہ سچی بات ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اُس کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اُس کو کینہ ور نہیں ہونا چاہئے۔ اگر وہ کینہ ور ہو تو دوسروں کو اُس کے وجود سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ جہاں ذرا اس کے نفس اور خیال کے خلاف امر واقع ہوا وہ انتقام لینے کو آمادہ ہو گیا۔ اسے تو ایسا ہونا چاہئے کہ اگر ہزاروں نشتروں سے بھی مارا جاوے پھر بھی پرواہ نہ کرے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ نمبر 69)

آپس میں رنجشیں رکھنے والی قوم کی روحانی اور دنیاوی ترقی رُک جاتی ہے۔ کیونکہ ان میں محبت، ہمدردی، اور ایثار کم ہو جاتا ہے۔ ان کے افراد قربانی کرنے سے گھبراتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم قوم و مذہب کے لئے مر گئے تو ہمارے پسماندگان کو پوچھنے والا کوئی نہ ہوگا۔

جو قوم ایثار، باہم اخوت سچی ہمدردی اور عفو و درگزر کی عادی ہو، اُس میں قربانی کا جذبہ اور بہادری زیادہ ہوتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر ہم مر گئے تو قوم انشاء اللہ ہمارے بچوں کو سنبھال لے گی۔ ہیمبرگ میں ہماری ایک نو مبائع بوزنین احمدی کی بہن شدید بیمار تھی۔ پھر قضائے الٰہی سے اچانک اس کی وفات ہو گئی۔ ہیمبرگ کی جماعت نے اس کی بیماری میں بہت خیال رکھا پھر تجہیز و تکفین میں انتہائی تعاون کیا اس بات کا ذکر اس بوزنین بہن نے دوسری بوزنین خواتین سے کیا تو انہوں نے کہا کہ ''ہمیں بھی دکھاؤ وہ کون لوگ ہیں وہ تو جنتی ہیں''۔ ان میں سے ایک اور نو مبائع خاتون نے بڑے جوش سے کہا۔ اب تو میں اس راہ میں مر بھی جاؤں تو مجھے اپنے بچوں کا کوئی فکر نہیں۔ الحمد للہ ہمیں ایسی اچھی جماعت مل گئی ہے یہ انشاء اللہ ہمارے بچوں کو سنبھال لیں گے''۔ ایسی ہی قومیں زندہ قومیں ہوتی ہیں اور قربانیوں میں ہی قوم کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔

ہم جن پیاری ہستیوں سے محبت کرتے ہیں انہوں نے تو کبھی کسی کے بُرے سلوک پر اُسے شرمندہ ہونے کا بھی موقع نہ دیا۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ایک واقعہ کچھ یوں ہے کہ آپؒ فرماتے ہیں ''ایک دن میں نماز کے لئے نیچے اترا اُس وقت مدرسہ احمدیہ کے طلباء کی لائن جا رہی تھی۔ اور اندھیرا تھا۔ میں لائن میں شامل ہو گیا۔ لیکن اندھیرے میں کچھ پتا نہیں لگ رہا تھا۔ میرا پاؤں ایک طالب علم کے سلیپر پر لگا۔ وہ سمجھا کہ کوئی شرارتی لڑکا شرارت کر رہا ہے۔ وہ پیچھے مڑا اور ایک چپیڑ مجھے لگا دی۔ اُس کو کچھ پتا نہیں تھا کہ کسے میں چپیڑ لگا رہا ہوں اور کیوں لگا رہا ہوں۔ مجھے خیال آیا کہ اگر میں اس کے سامنے ہو گیا تو اسے بڑی شرمندگی اٹھانی پڑے گی اس خیال سے میں ایک طرف کھڑا ہو گیا اور جب پندرہ بیس لڑکے وہاں سے گزرے تب میں دوبارہ اس لائن میں شامل ہو گیا تا کہ اُسے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔''

(حیات ناصر صفحہ 41 مصنف محمود مجیب اصغر)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں آپا جان مدّ ظلہا تعالیٰ بیان فرماتی ہیں کہ،

''جب آپ کو کسی سے تکلیف پہنچتی تو ہمیشہ یہ مصرع پڑھا کرتے کہ،

کیا تیرے ساتھ لگا کر میں خود بھی کمینہ بن جاؤں کبھی کسی سے منہ نہیں بگاڑا۔''

(تشحیذ الاذہان سیدنا مسرور نمبر 2008ء صفحہ نمبر 19)

آپس کی رنجشوں کی وجہ سے رشتوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ ایسے خاندانوں کے لوگ اکیلے اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ ان کی اگلی نسلوں میں ترقی رُک جاتی ہے۔ اُن کے بچے چڑچڑے ہو جاتے ہیں اور بات بات پر کڑھتے ہیں۔ اگر کسی خاتون کو اپنے خاوند یا سسرال سے کوئی شکوہ یا رنجش ہو تو اسے کبھی اپنے بچوں میں منتقل نہ کریں۔ اس طرح بچے نفسیاتی طور پہ زخمی ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ذہنی مریض بن جاتے ہیں یا مذہب سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جب کوئی بچہ اپنے والد یا والدہ سے نفرت کرتا ہے تو وہ ایک طرح سے اپنے خون سے نفرت کر رہا ہوتا ہے۔ ایسے میں وہ خدا سے کیسے محبت کر سکتا ہے۔

میری نظر میں گھر ہے وہ میرے عزیز دوستو
جہاں کدورتیں نہ ہوں، جہاں عداوتیں نہ ہوں

اگر ہم اپنی اگلی نسلوں کو بچانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی ان کمزوریوں کو چھوڑنا ہوگا۔ اسلام کی ترقی کی شاہراہ پر ہم ناراضگیوں کی گٹھریاں اٹھا کر نہیں چل سکتے۔ ہمیں یہ بوجھ اتار پھینکنے ہونگے۔

اس برائی کو چھوڑ کر ہم دینی ترقی کے ساتھ اعلیٰ دنیاوی ترقیات بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی سائنسی تحقیق کر سکتا ہے تو کوئی اچھا ادیب بن

سکتا ہے۔ روحانی آسمان کا ستارہ بن سکتا ہے اور دنیاوی ترقی بھی اتنی ہو کہ نوبل انعام حاصل کر لے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ کڑھنے کی عادت صلاحیتوں کو ضائع کر دیتی ہے۔
ایک سائنسی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے جو صلاحیتیں دی ہوئی ہیں اور جن کے ذریعہ سے ہم ترقی کی منازل طے کر سکتے ہیں۔ ہم سب اپنی زندگیوں میں ان کا محض 10 فیصد حصہ خرچ کرتے ہیں۔ باقی حصہ اگلے جہان لے جاتے ہیں۔ جہاں یہ بیکار ہوتی ہیں۔ وہاں ہمارے لئے کچھ اور طرح کے حواس اور خواص ہونگے۔ انشاء اللہ

کینے پر تحقیق کرنے والا ایک جرمن ڈاکٹر لکھتا ہے: اس کا احساس اگر لمبے عرصہ تک رہے تو نوجوانوں اور بوڑھے لوگوں کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ یہ مختلف لوگوں کی نفسیات کے حساب سے ایک خطرناک کردار ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ مارچ ۲۰۰۹ء میں Gymnasium کے ایک طالب علم نے سکول میں پندرہ لوگوں کو مار دیا۔ کینہ کسی انسان کو اس حد تک نقصان پہنچا سکتا ہے کہ وہ اپاہج ہو سکتا ہے اور اپنی زندگی پہ اس کا کنٹرول ختم ہو سکتا ہے۔ ایک اور پروفیسر Michael Linden کہتا ہے کہ کینہ رکھنے والے بہت سے لوگ اکثر اوقات ملازمت کے قابل نہیں رہتے۔ بلکہ ان کو ڈپریشن ہو جاتا ہے اور اس سلسلہ میں دوائیاں اور علاج بھی کارآمد ثابت نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کے دلوں میں دنیا کے لئے گہرا کینہ ہوتا ہے۔ یہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں ناانصافی اور ذلت کا کوئی واقع ہوا ہوتا ہے مثلاً ایک لڑکی جو کسی دوکان پہ کیشیر کے طور پر کام کرتی تھی ایک دفعہ اس کے سپروائزر نے چیکنگ کے دوران اس پہ شبہ ظاہر کیا کہ وہ پیسوں کے معاملہ میں بے ایمانی کی مرتکب ہو رہی ہے جب کہ وہ بے قصور تھی۔ اس بات سے اس کو اتنا صدمہ ہوا کہ اس نے اسی وقت نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور اس نے اپنے آپ کو اپنے گھر میں بند کر لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسکی تلخی اور کینہ اتنا گہرا ہو گیا کہ وہ بیمار ہو گئی اور اسے ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ ایک ریسرچ کرنے والا پروفیسر Hoffmann کہتا ہے کہ کینہ اس صورت میں اور بھی زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے جب وہ باہر آ جاتا ہے۔ ایسا کینہ نوجوان لوگوں کو مجرم بنانے میں ایک فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔ اس نے ایک تحقیق کی ہے کہ Amokläufer- (یعنی ایسے لوگ جو اچانک کہیں جا کر بہت سے لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں) ان کی زندگی میں ایسا کوئی تلخ واقع پیش آیا ہوتا ہے جس سے ان کے دلوں میں کینہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اس قسم کے جرائم کرتے ہیں۔

(Zeit Gesundheit Online 26.8.2009)

ہم اس تکلیف دہ برائی کو کس طرح ختم کر سکتے ہیں؟

اس کا ایک بڑا علاج یہ ہے کہ ہر انسان خدا سے دعا کرے خدا تعالیٰ نے قرآن میں اس سے بچنے کی دعا سکھلائی گئی ہے۔

"وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" (سورت حشر آیت نمبر ۱۱)

ترجمہ! "اور جو لوگ ان کے زمانے کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں مومنوں کا کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب تو بہت مہربان اور بے انتہا کرم کرنے والا ہے"۔ (از تفسیر صغیر صفحہ نمبر ۷۳۶)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا "ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ حسد نہ کرو۔ بے رخی اور بے تعلقی اختیار نہ کرو۔ باہمی تعلقات نہ توڑو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اس سے قطع تعلق کرے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ نمبر 815 حدیث نمبر 862) کینہ ختم کرنے کا یہ ایک علاج ہے کہ ناراضگی ختم کر دی جائے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا ایک علاج بتایا ہے۔ سیرت المہدی جلد دوم میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک روایت درج ہے کہ "امتل الرحمان بنت قاضی ضیاء الدین صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو چاہئے کہ کسی کی نسبت کینہ اپنے دل میں نہ رکھے اور مواد نہ جمائے رکھے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے بڑے بڑے نقصان اور مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے جب ایک دوسرے کی بابت دل میں کوئی رنج ہو تو فوراً مل کر دلوں کو صاف کر لینا چاہئے۔ اور مثال بیان فرمائی جب انسان کو زخم ہو اس میں مواد پڑا ہو اور نکالا نہ جائے۔ وہ گندا مواد انسان کے بہت سے حصہ بدن کو خراب کر دیتا ہے۔ اسی طرح دل کے مواد کی بات ہے۔ اگر ایک دوسرے کے رنج کو دل میں رکھا جائے تو زخم کے مواد کی طرح بری حالت پیدا ہوتی ہے جس کی تلافی مشکل ہوتی ہے (صفحہ نمبر 323)

لوگوں کے قصور معاف کرنے سے بھی کینہ ختم ہو جاتا ہے۔ ہم دو دن کا کوڑا اپنے گھر میں رکھ لیں تو گھر میں کھڑے نہیں ہو سکتے کینہ بھی دل کا کوڑا اس کو جلدی پھینک دینا چاہئے

ہم انتہائی خوش نصیب ہیں کہ ہمارے پاس خلافت کی بابرکت نعمت ہے۔ خلافت سے اخلاص اور وفا کا تعلق قائم کرنے سے کینہ ختم ہوتا ہے۔ کیونکہ خلافت توحید کو قائم کرنے اور خدا تک انسان کو پہنچانے کے لئے ہے اور جب توحید ہوگی تو اتفاق ہوگا اور کینہ ختم ہو جائے گا۔ ہماری تکالیف خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کو بے چین کر دیتی ہیں۔ خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کا غم ہمیں شدید بے قرار کرتا ہے۔ - خلافت وہ رسی ہے جس کو تھام کر انسان دین و دنیا میں کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے اسی میں ہماری بقا ہے۔ خلافت نے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ باندھا ہوا ہے ورنہ ہم بکھر جاتے۔ آج امت مسلمہ کی تباہی اور آپس کے اختلافات کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے وقت کے امام کو نہ مانا اور خدا کے خلیفہ کا دامن نہیں پکڑا۔ ہم یہ دعا کرتے رہیں کہ ہمارا اور ہماری نسلوں کا ہمیشہ خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق قائم رہے۔ اطاعت کا اعلیٰ معیار قائم رہے۔ آمین

دنیا میں انصاف کا قیام کرنے سے بھی کینہ ختم ہوتا ہے۔۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ (سورۃ الحجرات۔10)

ترجمہ۔ "انصاف کرو۔ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" بے انصافی کا احساس کینے کو جنم دیتا ہے۔ اس احساس کو فوراً ختم کر دینا چاہئے یہ زہر ہے۔ جو لوگ

اطاعت کرنے کے لئے یا کینے اور فساد سے بچنے کے لئے خوش دلی سے اپنا حق چھوڑ دیتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو ان کے حق سے بہت زیادہ دے دیتا ہے انشاء اللہ۔ بس شرط یہ ہے کہ وہ صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

احسان کرنے سے دلوں کے بغض ختم ہوتے ہیں۔ اس طرح خدا کے فضل سے جانی دشمن دوست بن جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی اور تو برائی کا جواب نہایت نیک سلوک سے دے اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص کہ جس کے اور تیرے درمیان دشمنی تھی وہ تیرے حسن سلوک کو دیکھ کر گویا اچانک ایک جانثار دوست بن جائے گا (حم سجدہ آیت نمبر 35)۔

سلام کو رواج دینے سے بھی کینہ ختم ہوتا ہے کہ جب کوئی سلام کہتا ہے تو وہ اچھی دعا کا تحفہ دیتا ہے اور خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ترجمہ: اور جب تمہیں کوئی دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی دعا دو یا کم سے کم اسی کو لوٹا دو۔

(سورت نساء آیت نمبر ۸۷)

جب ایک دوسرے کو دعائیں دی جا رہی ہوں گی تو دل بھی صاف ہو جائیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے "آپس میں مصافحہ کیا کرو اس سے بغض اور کینہ دور ہو جائے گا اور آپس میں تحفے تحائف دیا کرو اس سے ایک دوسرے میں محبت پیدا ہوگی اور عداوت اور رنجش دور ہو جائے گی۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ نمبر ۷۱۰ حدیث نمبر ۷۴۹)

میں امید کرتی ہوں کہ اگر میری کسی بہن کو کسی سے کوئی رنجش ہے تو آج ہم اپنے پیارے رب کی رضا کی خاطر اس روٹھی ہوئی بہن کو گلے لگائیں گی اور جلسہ سالانہ کی برکتوں کو سمیٹ کر اپنے گھر جائیں گی انشاء اللہ۔ کسی کو خلوص دل سے معمولی تحفہ دینے سے بھی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

میری والدہ کی ایک جرمن ہمسائی ہیں۔ جو غیر ملکیوں کو پسند نہیں کرتی تھیں۔ اکثر اوقات ہماری چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ناراض ہو جاتی تھیں مثلاً کوئی مہمان کیوں آیا، دروازہ کی آواز کیوں آئی، ایک دن میری والدہ نے کہا کہ ان کو کھانا دے آؤ۔ میری بہن کھانا لے گئی۔ وہ بہت حیران ہوئی اور کہنے لگیں کہ "میرے لئے لائی ہو"۔ اس کے بعد ان کا رویہ بہت بدل گیا اور آج تک ہمارے ساتھ ان کا سلوک بہت اچھا ہے۔

اپنا مزاج بدلنے کی کوشش کرنے سے کینہ ختم ہوتا ہے۔ بات بات پہ کڑھنا اور ناشکری کرنا نقصان دہ ہوتا ہے۔ شکر گزار لوگوں میں کینہ کم ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بارہا اپنے خطبات میں یہ فرمایا ہے کہ ہم خوش نصیب ہیں کہ ہم نے بفضل خدا وقت کے امام کو مانا ہے۔ اگر ہم ساری زندگی اسی بات کا شکر ادا کرنے کی کوشش کرتے رہیں تو اس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

پیاری بہنو! ہمارے پاس کڑھنے اور غصہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ شکر کرنے کے لئے بے شمار باتیں ہیں۔

صبر کی عادت کو اپنائیں۔ صبر یہ نہیں ہوتا کہ ہم کہیں کہ ہم نے معاف کیا مگر ہمارے دل جل رہے ہوں۔ صبر یہ ہے کہ دل بھی صاف ہوں اور ان میں ٹھنڈک بھی ہو۔ صبر کا مطلب مصیبت کو برداشت کرنا، اختلافات کو نظر انداز کرنا، مستقل مزاجی سے نیک کاموں میں لگے رہنا ہوتا ہے۔

اپنے آپ کو مصروف کرنے سے کینہ کم ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو جفاکشی کی عادت ڈالیں۔ ورزش کرنے سے بھی خیالات میں بہتری آتی ہے۔ کھلی ہوا میں سیر کرنے سے دماغ کو تازگی حاصل ہوتی ہے غصے کو کم کرنے کے لئے پانی پییں۔ سورج سے اور پسینہ لینے سے زہریلے مادے خارج ہو جاتے ہیں اور دماغ میں برے خیالات کم ہو سکتے ہیں۔ انشاء اللہ۔ ہم اور ہمارے بچے اس لئے پیدا نہیں ہوئے کہ ان چھوٹی چھوٹی ناراضگیوں کی جھاڑیوں میں الجھ کر اپنے آپ کو ضائع کر کے اس دنیا سے چلے جائیں۔ یہ اسلام اور امت مسلمہ پہ ایک کڑا وقت ہے اس وقت ہم سب کو مل کر ایک سیسہ پلائی دیوار کی طرح کام کرنا ہے ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو پہچاننا ہے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

آمین۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں
اور ان کی نگاہ رہے نیچی
وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر
شیروں کی طرح غراتے ہوں
ادنیٰ سا قصور اگر دیکھیں تو
منہ میں کف بھر لاتے ہوں
تدبیر کے جالوں میں مت پھنس
کر قبضہ جا کے مقدر پر
تو ایک ہو ساری دنیا میں
کوئی ساجھی اور شریک نہ ہو

حضرت خلیفۃ الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ "ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے پہلی قوموں کی بیماریاں تم میں آہستہ آہستہ داخل ہو رہی ہیں یعنی بغض اور حسد......اب یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اس زمانے میں بھی غور کریں تو یہ چیزیں بھی دوبارہ داخل ہو رہی ہیں بلکہ ایک انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ جس پیغام کو لے کر آئے تھے اس میں حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف جو توجہ تھی اس میں بھی بغض اور حسد ایک بہت بڑی چیز ہے جو حقوق ادا نہ کرنے کی ایک وجہ بنتی ہے تو جماعت کو اس سے ہمیشہ محفوظ رہنا چاہئے"۔

(خطبہ جمعہ 11 مئی 2007ء از روزنامہ الفضل 3 جولائی 2007ء)

ہم نے اپنے پیارے آقا کے اس ارشاد پر عمل کرنا ہے خدا کرے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والی اور آپس میں محبت کرنے والی ہوں آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

''مغربی معاشرہ میں رہتے ہوئے ایک احمدی عورت کا کردار''

تقریر جلسہ سالانہ جرمنی 2011ء

اختر درانی صاحبہ۔Eppertshausen

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے (ترجمہ) ''اور مومنوں کی حالت اللہ فرعون کی بیوی کی مانند بیان کرتا ہے جبکہ اس نے اپنے رب سے کہا، کہ اے خدا! تو اپنے پاس ایک گھر جنت میں میرے لئے بھی بنادے اور مجھ کو فرعون اور اس کی بداعمالیوں سے بچا اور اسی طرح (اُس کی) ظالم قوم سے نجات دے۔

اور پھر اللہ مومنوں کی حالت مریمؑ کی طرح بیان کرتا ہے جو عمران کی بیٹی تھی، جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی اور ہم نے اس میں اپنا کلام ڈال دیا تھا اور اس نے اس کلام کی جو اسکے رب نے اس پر نازل کیا تھا تصدیق کر دی تھی۔ اور اس خدا کی کتابوں پر بھی ایمان لائی تھی اور (ہوتے ہوتے ایسی حالت پکڑ لی تھی کہ) اس نے فرمانبرداروں کا مقام حاصل کر لیا تھا۔

(سورۃ تحریم: آیت 12 تا 13، تفسیر صغیر۔ص 757۔758)

ان آیات میں عورت کو نیکیوں میں ایک ماڈل کے طور پر پیش کر کے اسے ایک مقام عطا فرمایا ہے جو کہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں نہ صرف بے مثل بلکہ اس طرح درخشندہ ہے کہ اس کے بالمقابل بھی کسی مذہب کی تعلیم نہیں پہنچتی۔ اس میں ہر مومن کے لئے فرعون کی بیوی اور مریمؑ بنت عمران کی مثالیں پکڑنا لازمی قرار دیا ہے۔

آج سے چودہ سو سال قبل محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عورت کیلئے بھی رحمت بن کر تشریف لائے، اور اسے پستی کے عمیق غار سے نکال کر انسانیت کے اعلیٰ معیار پر پہنچایا معاشرہ میں اس کے حقوق متعین فرما کر عورت کو بھی خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے اور انعام الٰہی کا وارث ہونے کا حقدار قرار دیا۔ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے پیار کے جلوے آنحضرت ﷺ کی اتباع سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے احیائے دین حق کیلئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو مبعوث کیا اور فرمایا کہ ایک ایسی جماعت آپ کو دی جائیگی جو عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے اور میرے فدائی۔ (مصباح ربوہ: ص 14، مارچ 1991ء)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ دنیا کی بہترین پونجی نیک عورت ہے......

دین نے عورت کو اپنے معاشرہ میں اس مقام پر پہنچایا جہاں وہ ایک عورت ہی نہیں بلکہ ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے مقدس رشتوں کی صف میں آجاتی ہے۔ یہی وہ رشتے ہیں جنکو اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو انہیں اسکے مقام کا روشن عکس نظر آتا ہے جو معاشرہ عورت کے مقام کو بلند رکھنے کیلئے دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔

(روزنامہ الفضل 14/مئی 2009ص 6)

معزز سامعات! جہاں تک یہاں کسی بھی معاشرہ میں رہتے ہوئے ہماری ذمہ داریوں اور ہمارے کردار کا تعلق ہے تو اس کے تین پہلو ہو سکتے ہیں:۔

ذاتی کردار، معاشرتی کردار اور جماعتی کردار

ان تینوں پہلوؤں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں ان پہلوؤں میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کا بھی احاطہ کرنا ہوگا۔ جب تک ہم مغربی معاشرہ میں رہتے ہوئے ان پہلوؤں کی راہ میں اچھائیوں اور برائیوں کا احاطہ نہیں کرینگے ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ وہ برائیاں درج ذیل ہیں:۔

دین سے غفلت اور بے تعلقی اور اس سے پیدا ہونے والی بے راہ روی۔ ذرائع ابلاغ اور ان کا بے دریغ، بے ربط اور بے موقع استعمال۔ وڈیو کلچر۔ ٹیلیویژن اور اس کے متعدد چینلز۔ مغربی تمدن کی یلغار۔ باپ کے علاوہ ماں کا نوکری کرنا یا کاروبار کرنا (اگر دونوں بچوں کی تربیت سے غافل ہوں)۔ بچوں کے دوستوں اور کلاس فیلوز کا چال چلن اور حرکات وسکنات سے غافل ہونا۔ تعلیم و تربیت کی اہمیت کی کمی۔ سماجی بدرسومات کو ضرورت سے زیادہ اپنانا اور ان میں بھرپور شمولیت کرنا۔ لوگوں سے ضرورت سے زیادہ میل ملاپ۔ کھیل کود اور آوارہ گردی میں قیمتی وقت ضائع کرنا۔ والدین کا بچوں کی آوارگی کی بری عادت سے غافل رہنا۔ والدین کا پڑھائی کے سلسلہ میں اپنے بچوں سے باز پرس نہ کرنا۔ والدین کے ذہنوں میں پروفیشنل اور اعلیٰ تعلیم کا معیار کم ہونا اور اس کے برعکس بچوں کی تعلیم کے بغیر انکو کاروبار کی طرف رغبت دلانا۔

(روزنامہ الفضل 14/مئی 2009ص 5)

اس کے علاوہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مختلف مواقع پر ہمیں ان چیزوں سے بچنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ لغویات۔ مثلاً زینت و تفاخر۔ سینمابینی۔ قمار بزی۔ ناچ گانا۔ حقہ، سگرٹ نوشی۔ بے کار بیٹھ کر گپیں ہانکنا۔ زیورات۔ لغو خیالات۔ عورتوں کا مردوں سے مصافحہ کرنا وغیرہ

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے پہلے سفر یورپ کے دوران میں جس زبردست خطرہ کے بارہ میں جماعت کو متنبہ کیا تھا حضورؓ نے فرمایا تھا...... اے قوم! میں ایک نذیر کی طرح تجھے متنبہ کرتا ہوں کہ اس مصیبت کو کبھی نہ بھولنا۔ اسلام کی شکل کو کبھی نہ بدلنے دینا۔ جس خدا نے مسیح موعودؑ کو بھیجا ہے وہ کوئی راستہ نجات کا نکال دے گا۔ بس کوشش نہ چھوڑنا۔ نہ چھوڑنا۔ نہ چھوڑنا۔ آہ! نہ چھوڑنا۔ میں کسطرح تم کو یقین دلاؤں کہ اسلام کا ہر ایک حکم ناقابل تبدیل ہے۔ خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا...... جو اسکو بدلتا ہے وہ اسلام کا دشمن ہے۔ وہ اسلام کی تبدیلی کی بنیاد رکھتا ہے۔ کاش وہ پیدا نہ ہوتا!...... یورپ کیلئے تو اسلام کا قبول کرنا مقدر ہو چکا ہے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ وہ ایسی صورت سے اسلام قبول کرے کہ اسلام ہی کو نہ بدل دے۔

(اصحاب احمد: جلد نہم صفحہ 381: مؤلف: ملک صلاح الدین ایم۔اے)

اسلام پر حملہ کرنے والا اہل مغرب کا مذہب نہیں بلکہ ان کا تمدن ہے۔ اس تمدن نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ بعض بری باتیں بھی اچھی اور اچھی باتیں بری ہو گئی ہیں گو ہمارے مذہب نے سب سے اچھی باتیں بیان کی ہیں مگر چونکہ مسلمانی در کتاب والا معاملہ ہے۔ مسلمانوں کا ان باتوں پر عمل نہیں وہ کتابوں میں بند پڑی ہیں۔ اسلئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہم میں پائی جاتی ہیں اور نہ لوگ یہ بات ماننے کیلئے تیار ہیں...... اگر ہم بھی یورپ والوں سے کہیں کہ اچھی باتیں ہمارے مذہب میں موجود ہیں تو وہ ہم پر ہنسیں گے جبکہ ہم ان باتوں پر عمل کر کے نہ دکھائیں...... یورپین تمدن کی وہ باتیں جو قرآن کریم اور حدیث کے ماتحت نہیں ہیں انکو تو رد کر دینا چاہئے لیکن جو قرآن اور حدیث میں موجود ہیں انہیں اختیار کر لینا چاہئے

(اوڑھنی والیوں کیلئے پھول: ص 185۔186)

ذاتی کردار:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا اپنے نفسوں کو بھول کے خدا

تعالیٰ کے پیار میں زندگیاں گزارو اگر ایسا کرو جس حد تک ایسا کر سکو خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں نے یہ حکم اسلیئے دیا کہ کسی کی خشیت تمہارے دل میں نہ ہو سوائے میرے کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کرنا چاہتا ہوں اور اس کے نتیجہ میں تم ان راہوں کو پالو گی جو سیدھی خدا تعالیٰ کے پیار اور اس کی رضا اور اس کی جنتوں کی طرف لے جانے والی ہیں ورنہ وہ زندگی جو آج کی مہذب دنیا گزار رہی ہے اس کے اوپر ملمع تو چڑھا ہوا ہے مگر اسکی حقیقت اتنی بھیانک، اتنی گھناؤنی ہے کہ تم اندازہ نہیں کر سکتیں......آپؒ فرماتے ہیں خوشی کے حالات نہیں۔ماں باپ کے بچوں کیساتھ اچھے تعلقات نہیں۔ خاوند کے بیوی کیساتھ اچھے تعلقات نہیں۔اتنا گند ہے، اتنا دکھ ہے، اتنی مصیبت کی زندگی ہے کہ جو خدا تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے اگر اسکے مطابق زندگی گزارو گی تو اس کے نتیجہ میں وہ سکھ اور چین پاؤ گی کہ اس کیلئے تمہاری زندگیاں اور تمہاری نسلیں بھی اگر خدا کا شکر ادا کرتی رہیں تو شکر کا حق ادا نہیں کر سکتیں۔اور آج میں صرف ایک بات کہنے کیلئے یہاں آیا اور وہ یہ کہ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي بڑی بڑی طاقتوں کا خوف دل میں نہ رکھو، جو دولتیں ہیں، جو اقتدار ہیں، جو دنیوی عزتیں ہیں، جو دنیوی جتھے ہیں......اس صدی میں یہ سب غائب ہو جائیں گے۔اور صرف محمد ﷺ اور اسکے خدا کا نام اس دنیا میں رہ جائے گا اور بڑی بدقسمت ہو گی وہ عورت اور بڑا بدقسمت ہو گا وہ خاندان کہ جب اس عظیم انقلاب کی ابتداء ہو چکی اس وقت وہ اس کی طرف پیٹھ کرے اور مگر مغرب اور تہذیب کی طرف منہ کرے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وہ رب جو اتنا پیار کرنے والا ہے اتنا پیار کرنے والا ہے کہ جب ہم اسکی طرف جھکتے ہیں ہماری خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے اور اپنے پیار سے ہمارے گھروں کو، اپنے پیار سے ہمارے ذہنوں کو اور ہمارے دلوں کو، اور ہمارے سینوں کو بھر دیتا ہے۔اس واسطے میں نے کہا کہ ورد کرو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا زمانہ ہے۔ لَا اِلٰهَ ہو جائے۔غَيْرَ اللّٰه مٹا دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت، اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیار نوع انسانی کے دل میں قائم کر دیا جائے گا خدا کرے کہ اس عظیم انقلابی جدوجہد میں جس کی ذمہ داری جماعت احمدیہ پر ڈالی گئی ہے آپ میں سے ہر ایک کا حصہ ہو۔آمین۔

(از خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جلسہ سالانہ خواتین: 27 دسمبر 1980ء، المصابیح:ص382 تا384)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:''یہ دنیا خار دار جھاڑیوں کا ایک رستہ ہے۔اس میں سے گزرتے ہوئے اپنے ننگ ظاہر نہ ہونے اور کپڑوں کو بچانے کیلئے ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھانے کی ضرورت ہے۔فرمایا آجکل کی آزاد تعلیم نے ایک طبقہ کو غلط راستوں پر ڈال دیا ہے۔ایک طرف احمدی ہونے کی باتیں کرتی ہیں اور دوسری طرف دنیا کے حملوں سے بچنے کیلئے بھر پور کردار ادا کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتیں۔فرمایا حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہونیکی وجہ سے ہمارے گرد ایک حصار ہے۔(ہفت روزہ قادیان۔19/ اگست 2010ء:ص۔15)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ''عورت کے تقدس اور حیا کیلئے بڑا ضروری ہے کہ وہ غض بصر سے کام لے اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کیا کرے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں۔فرمایا مردوں کو بھی غض بصر سے کام لینے کا قرآن کریم میں حکم ہے، صرف اسلیئے کہ عورت کے تقدس کی حفاظت رہے اور عورت کو اس لئے کہ تمہاری حیا اور تقدس محفوظ ہو، لباس ایسا ہو جس سے جسم کی نمائش نہ ہوتی ہو اور اپنی زینت کو چھپانے کیلئے اپنے گریبانوں، سر، گردن اور سامنے والے حصے کو ڈھانپ کر رکھو، برقعہ ڈھیلا ڈھالا ہو، جو میک اپ کر کے چہرہ ننگا کر کے پھرتی ہیں وہ بھی زینت ظاہر کرنے کے زمرے میں آتی ہیں اسطرح بالوں کی نمائش جو کرتی ہیں وہ بھی زینت ظاہر کرنے کے زمرے میں آتی ہیں۔سر ڈھانکنا اور چہرے کو کم از کم اس حد تک ڈھانکنا کہ چہرے کی نمائش نہ ہو رہی ہو اور لباس مناسب پہننا یہ کم از کم پردہ ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے اسکی تلقین فرمائی ہے اس لئے تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے جو حدود مقرر کی ہیں اسکے اندر اپنے آپکو رکھو۔۔۔۔خدا تعالیٰ کے فرستادے اللہ تعالیٰ کے احکام لے کر آتے ہیں تا کہ دنیا کی اصلاح کر کے انہیں خدا تعالیٰ کے قریب کریں۔اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا ہے، آپ نے جس طرح ہماری رہنمائی فرمائی ہے جس سے ہماری دنیاوی آخرت سنورتی ہے اسکے مطابق چلنا چاہئے۔اپنے آپ کو تقویٰ کے معیار کے مطابق چلانے کی کوشش کریں۔ (خواتین سے خطاب جلسہ سالانہ 31 جولائی 2010ء (روزنامہ الفضل ص62 اگست 2010ء)

ہماری عورتیں ہیں وہ گھر کی نگران کی حیثیت سے اس طرح اپنے بچوں کی تربیت کی ذمہ دار ہیں جیسے مرد بلکہ مردوں سے بھی زیادہ کیونکہ بچے کی ابتدائی عمر جو ہے ماں کے قرب میں اور اس کی گود میں گزرتی ہے سکول جانے والا بچہ ہے۔وہ بھی گھر میں آ کر ماں کے پاس ہی اکثر وقت رہتا ہے تو ماؤں کی بھی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔اگر ماؤں کی اپنی تربیت ہے ان کو خود دین کا علم ہے تو بچے ایسے ماحول میں پروان چڑھتے ہیں جہاں اکا دکا استثناء کے علاوہ عموماً بچوں کو دین سے گہرا لگاؤ ہوتا ہے۔ایسی ہی عورتوں کے متعلق ایک موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ بعض عورتیں بسبب اپنی قوت ایمانی کے مردوں سے بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔فضیلت کے متعلق مردوں کا ٹھیکہ نہیں۔جس میں ایمان زیادہ ہوا وہ بڑھ گیا۔خواہ مرد ہو خواہ عورت۔(ملفوظات: جلد5، صفحہ 268 مطبوعہ ربوہ۔روزنامہ الفضل 16/ نومبر 2010ء ص6)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔اولاد کی ایسی تربیت کرو کہ ان میں باہم اخوت، اتحاد، جرات، شجاعت، خود داری، شریفانہ آزادی پیدا ہو۔ایک طرف انسان بناؤ دوسری طرف مسلمان۔(خطبات نور: ص نمبر75)

30 سال تک اسلام نے شاندار ترقی کی تھی۔۔30،40 برس کے بعد ایسے نوجوان پیدا ہو گئے جن کی ماؤں نے ان کی صحیح تربیت نہیں کی تھی وہ ایسے خراب ثابت ہوئے کہ بادشاہ بھی بنے۔وزراء بھی بنے۔گورنر بھی بنے۔علاقوں کے حکمران بھی بنے۔مگر اسلام سے انکو اتنی دوری تھی کہ خدا نے ان کو سوؤروں اور کتوں سے مشابہت دے دی۔۔تابعین کی نسل کی صحیح طور پر نگرانی کی جاتی تو یزید کہاں سے پیدا ہوتا......جب انہوں نے توجہ سے تربیت کی تو صحابہؓ جیسے نیک لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو بے انتہا فائدہ پہنچایا اور جب انہوں نے توجہ ہٹالی تو وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو بے انتہا نقصان پہنچایا۔۔۔پس عورتیں اگر چاہیں تو وہ دنیا کو مستقل طور پر دین بخش سکتی ہیں اور یہ کام اتنا بڑا ہے کہ نپولین کی فتح یا تیمور کی فتح یا ملکہ الزبتھ کی فتح یا اور بادشاہوں کی فتوحات اس کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہو کر رہ جاتی ہیں۔قرآن کہتا ہے کہ تم ہمیشہ کیلئے دین قائم کرو مگر یہ کس طرح ہو سکتا ہے......اگر عورت اس عزم کے ساتھ کھڑی ہو جائے کہ میں آئندہ نسل کی اصلاح کروں گی۔تو جو کام بزرگوں سے نہیں ہوا۔وہ ہمیشہ کے لئے ہو سکتا ہے اور خدا کی بادشاہت اس دنیا میں اسی طرح قائم ہو سکتی ہے جس طرح وہ آسمان پر ہے۔

(اوڑھنی والیوں کیلئے پھول: ء، ص94 تا99)

آج ہمیں صحابیاتؓ کے نقش قدم پر چلنے کی ضرورت ہے۔

اسلامی تاریخ میں ایک واقعہ آتا ہے کہ اسلامی لشکر کو ایک جگہ شکست ہوئی......اسلامی جرنیل نے اسوقت ایک تقریر کی کہ تم آج اسلام کے احیاء اور بقا کے ذمہ دار ہو۔اگر تم آج شکست کھا گئے تو تمہارے اور مدینہ کے درمیان کوئی فوج نہیں جو اس لشکر کو روک سکے......اس وقت خنساء نامی ایک مشہور شاعرہ عورت نے اپنے تین لڑکوں کو بلایا اور کہا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے تمھیں بہت محنت مشقت سے پالا ہے۔اوراس کے بدلہ میں مَیں نے تم سے کوئی خدمت نہیں لی۔انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔پھر ماں نے کہا۔دیکھو! آج اسلام پر ایسا وقت ہے کہ اسے لڑائی کے لئے آدمیوں کی ضرورت ہے۔اس لئے تم لڑائی میں جاؤ اگر شام میں فتح پا کر لوٹے تو زندہ لوٹنا ،نہیں تو تمہاری لاشیں میدان جنگ میں پڑی ہوئی نظر آئیں۔اگر تم نے میرا یہ حکم نہ مانا تو میں قیامت کے دن تمہیں دودھ نہیں بخشوں گی۔لڑکوں نے کہا،ہاں اماں ہمیں منظور ہے۔یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گئے......پس یہ بھی عورتیں تھیں جنہوں نے اپنے بچوں کا میدان جنگ میں شہید ہونا پسند کیا اور ناکامی کی صورت میں انکا منہ دیکھنا پسند نہ کیا......اسلئے آج ہر احمدی عورت کا فرض بنتا ہے کہ وہ عورتوں کے سامنے بیان کرتیں کہ آج اسلام کو ان کے ان جوان لڑکوں کی ضرورت ہے آج اسلام کو انکے خاوندوں کی ضرورت ہے، آج اسلام کو انکے مالوں کی ضرورت ہے اور انکا فرض ہے کہ وہ ہر چیز بلا دریغ پیش کردیں۔اگر یہ طریق اختیار کیا جاتا۔۔تو یقیناً وہ لوگ جو ایمان میں کمزور ہیں وہ بھی اتنے اخلاص کا نمونہ پیش کرتے......پس اگر عورتیں ہمارا ساتھ دیں اور وہ بچوں سے کہیں کہ اگر تم وقف نہیں کرو گے،اگر تم اپنے اندر دین داری پیدا نہیں کرو گے تو میں تمھیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی اور میں خدا سے کہوں گی کہ اس نے میرا حق ادا نہیں کیا میرا بیٹا میرا نہیں ہے اس نے میرا کہنا نہیں مانا تو تھوڑے ہی عرصہ میں کایا پلٹ سکتی ہے۔(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول:صفحہ 406،407،409)

گھریلو معاشرتی زندگی: مغربی دنیا کی خرابیوں میں سے بہت بڑی خرابی انفرادیت ہے۔معاشرے میں خود غرضی پیدا ہو چکی ہے......مغربی معاشرہ جتنا امیر ہوتا چلا جا رہا ہے اتنی ہی زیادہ انکی طلب بھڑک رہی ہے۔اور ھَلْ مِنْ مَزِیْد کی آواز اٹھ رہی ہے۔لذت یابی کے جو کچھ بھی سامان ان کو مہیا ہوتے چلے جا رہے ہیں انکی عادت پڑ جاتی ہے۔وہ بنیادی حق بن جاتا ہے اس سے آگے مزید کی طلب پیدا ہو جاتی ہے۔یہاں کے ٹیلیویژن، یہاں کے ریڈیو، دوسرے ذرائع ابلاغ اس شکل میں ایک فرضی جنت کو انکے سامنے رکھتے ہیں جو دور سے جنت ہی دکھائی دیتی ہے اور ہر انسان اس کی طرف دوڑنے کی کوشش کرتا ہے لیکن عملاً وہ جنت نہیں ہے وہ سمندر کے پانی کی طرح ایک جنت ہے جو پیاس بجھانے کی بجائے اسے بھڑکاتی چلی جاتی ہے......حقیقی جنت گھر کی تعمیر میں ہے۔حقیقی جنت رحمی رشتوں کو مضبوط کرنے میں ہے۔اگر گھر کے تعلقات کو مضبوط کرو گے اور رحمی رشتوں کو استوار کرو گے اس میں حکمت کا ایک بہت بڑا گہرا رازیہ ہے کہ قومی تعمیر اور قومی یکجہتی پیدا کرنا ناممکن ہے جب تک گھروں کی تعمیر نہ ہو اور گھروں میں یکجہتی نہ ہو۔جس قوم کے گھر منتشر ہو جائیں وہ قوم اکٹھی نہیں رہ سکتی۔اس کے مفادات بکھر جاتے ہیں۔جس قوم کے گھروں میں امن نہیں اس قوم کی گلیاں بھی ہمیشہ امن سے محروم رہیں گی یہ ایک ایسا قانون ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔آپ ان ممالک کے جرائم کا جائزہ لے کر دیکھیں جن ممالک میں آجکل باوجود اقتصادی ترقی کے، باوجود علمی ترقی کے نہایت خوفناک قسم کے جرائم نشونما پا رہے ہیں اور دن بدن زیادہ بھیانک ہوتے چلے جا رہے ہیں تو آپ کو اس کی آخری وجہ یہی معلوم ہوگی کہ گھر ٹوٹنے کے نتیجہ میں یہ جرائم بڑھتے ہیں۔تو احمدی خواتین کا فرض ہے خواہ وہ مشرق میں بسنے والی ہوں یا مغرب میں بسنے والی ہوں کہ اپنے گھروں کو(سچے دینی......ناقل) گھروں کا ماڈل بنائیں تاکہ باہر سے آنے والے جب ان کو دیکھیں تو ان کو پتہ لگے کہ انہوں نے کیا حاصل کیا ہے اور تمام دنیا میں وہ ایسے پاک نمونے پیش کریں جس کے نتیجہ میں بنی نوع انسان دوبارہ گھر کی کھوئی ہوئی جنت حاصل کرلیں......احمدی عورت واقعتاً اس بات کی اہلیت رکھتی ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی توقعات کو پورا کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے کہ اس دنیا میں جنت کے نمونے پیدا کرے۔اپنے گھروں کو وہ جذب دے، وہ کشش عطا کرے جس کے نتیجہ میں محور بن جائے اور اس کے گھر کے افراد اس کے گرد گھومیں۔(حوا کی بیٹیاں جنت نظیر معاشرہ۔ص54،55،56،60،74،75)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:۔

پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے یہ بھی ایک لحاظ سے آجکل بڑی لغو چیز ہے۔اس نے بھی کئی گھروں کو اُجاڑ دیا ہے۔ایک تو یہ رابطے کا بڑا سستا ذریعہ ہے پھر اس کے ذریعہ سے بعض لوگ پھرتے پھراتے رہتے ہیں اور پتہ نہیں کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔شروع میں شغل کے طور پر سب کام ہورہا ہوتا ہے پھر بعد میں یہی شغل عادت بن جاتا ہے اور گلے کا ہار بن جاتا ہے چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا نشہ ہے......بے مقصد وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں......علم میں اضافے کے لئے انٹرنیٹ کی ایجاد کو استعمال کریں یہ نہیں ہے یا اعتراض والی ویب سائٹ تلاش کرتے رہیں یا انٹرنیٹ پر بیٹھ کے مستقل باتیں کرتے رہیں۔آجکل چیٹنگ جسے کہتے ہیں۔بعض دفعہ یہ چیٹنگ مجلسوں کی شکل اختیار کر جاتی ہے......اس لئے اس سے بھی بچنا چاہئے۔والدین خاص طور پر بچوں پر نظر رکھیں کیونکہ آجکل بچوں کو نشوں کی باقاعدہ پلاننگ کے ذریعے عادت بھی ڈالی جاتی ہے۔

(خطبات مسرور: جلد دوم صفحہ593،594،595،597)

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مزید فرماتے ہیں کہ:۔ مصافحے کے بارے میں یہاں ایک وضاحت کردوں یہاں مغرب میں ہمارے معاشرے سے آئی ہوئی بعض خواتین کو بھی مردوں کے کہنے کیوجہ سے یا خود ہی کسی کمپلیکس کی وجہ سے مردوں سے مصافحہ کرنے کی عادت ہوگئی ہے اور بڑے آرام سے عورتیں مردوں سے مصافحہ کر لیتی ہیں مردوں اور عورتوں دونوں کو اس سے بچنا چاہئے۔اگر آرام سے دوسرے کو سمجھا دیں کہ ہمارا مذہب اسکی اجازت نہیں دیتا تو لوگ سمجھ جاتے ہیں......کسی قسم کے کمپلیکس میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔مذہب بہر حال مقدم ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر بہر حال زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔(خطبات مسرور:صفحہ638)

جماعتی کردار: قرآن کریم وہ جامع اور مکمل ضابطہ اخلاق ہے جس نے گھریلو سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک اور بچوں کے حقوق وفرائض سے لے کر حکومتوں کے حقوق وفرائض تک تمام باتیں بیان فرمادی ہیں۔گھریلو امن وسلامتی کے قائم رکھنے کے اصول بھی بتا دیئے اور معاشرے کے امن اور سلامتی کے قائم رکھنے کے اصول بھی بتادیئے۔اور پھر بین الاقوامی سطح پر قیام امن کے لئے سنہری اصولوں کی نشاندہی بھی فرمادی آج بھی دنیاوی طور پر اپنے آپ کو بڑا ترقی یافتہ سمجھنے والے جو لوگ ہیں اور جو اپنے آپ کو روشن دماغ سمجھتے ہیں اُنکے سامنے جب اسلام کی خوبصورت تصویر پیش کی جائے تو بے اختیار اُنکا پہلا ردّعمل یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ اسلامی

لوگ ہیں اور جو اپنے آپ کو روشن دماغ سمجھتے ہیں اُنکے سامنے جب اسلام کی خوبصورت تصویر پیش کی جائے تو بے اختیار اُنکا پہلا ردّعمل یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ اسلامی تعلیم ہے تو اس سے سوائے امن، پیار، محبت اور بھائی چارے کے کچھ نہیں پھیل سکتا۔ یہ پیار، امن، محبت اور بھائی چارہ پھیلانے والی تعلیم ہے (سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ برطانیہ 4/اکتوبر 2009ء۔ الفضل انٹرنیشنل 18/دسمبر 2009ء)

حدیث شریف آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھتا ہے اور جوان کو توڑتا ہے ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے ایک کشتی میں جگہ حاصل کرنے کیلئے قرعہ ڈالا۔ کچھ لوگوں کو اوپر کا حصہ ملا اور کچھ کو نیچے کی منزل میں جگہ ملی۔ جو لوگ نیچے کی منزل میں تھے وہ اوپر والی منزل میں سے گزر کر پانی لیتے تھے، پھر انہیں خیال آیا کہ خواہ مخواہ ہم اوپر کی منزل والے لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ کیوں نہ ہم نیچے کی منزل میں سوراخ کر لیں اور وہاں سے پانی لے لیا کریں۔ اب اگر اوپر والے ان کو ایسا فعل کرنے دیں تو سب غرق ہوں گے اور اگر انکو روک دیں تو سب بچ جائیں گے۔'' (حدیث نمبر 342: حدیقۃ الصالحین، ص 380)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ: آنحضرت ﷺ کی بعث سے قبل بہت سے مستقل سلسلہ ہائے انبیاء اور سلسلہ ہائے شرائع قائم کئے گئے تھے۔ بہت سی قومیں اس وقت ایسی تھیں جنکا رشتہ اپنی شریعت سے ابھی ٹوٹا نہ تھا۔ وہ اپنی حالت اور اپنی سمجھ کے مطابق انکی شرائع کی پیروی کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ لیکن بہت سی اقوام ایسی بھی تھیں کہ جنکا رشتہ اپنی شریعت سے ٹوٹ چکا تھا اور اس وقت وہ عملاً اہل کتاب نہیں تھے بلکہ انہوں نے اپنی ناقص عقل سے بہت سی رسوم جاری کر رکھی تھیں اور بہت سی بدعتوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ یہی ان کا مذہب تھا یہی ان کی شریعت تھی۔ ایسی شریعت جس کا کوئی رشتہ آسمان سے قائم نہ تھا لیکن ان کے جاہل دلوں کو تسلی دے دیا کرتا تھا...... بہت سی قومیں ایسی بھی تھیں جن کا رشتہ اپنی شریعتوں سے نبی کریم ﷺ کی بعث سے کہیں پہلے ٹوٹ چکا تھا اور شریعت کی بجائے بجائے من گھڑت بدرسوم اور بدعات شنیعہ میں وہ جکڑی ہوئی تھیں۔ اور یہی ان کا مذہب تھا۔ خود ساختہ قیود اور پابندیاں انکو نیکیوں سے محروم کر رہی تھیں اور ان کی تباہی کا باعث بن رہی تھیں اور انہیں انکے رب سے دور کر رہی تھیں۔ تو فرمایا (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے اس رسول ﷺ نبی امی نے ان تمام رسوم اور بدعات کو یکسر مٹا دیا ہے۔ اگر تم قرب الٰہی چاہتے ہو تو رسوم اور بدعات کی بجائے قرآنی راہ ہدایت اور صراط مستقیم تمہیں اختیار کرنا پڑے گا۔ جب تک رسوم و بدعات کے دروازے تم اپنے اوپر بند نہیں کر لیتے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے تم پر کھل نہیں سکتے......

(خطبہ جمعہ 9/ستمبر 1966ء، خطبات ناصر: جلد اول ص 376، 378، 379)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: حضور انور نے فرمایا کہ سچائی حق بات کا اظہار اور لغویات سے پرہیز ہے اور لغویات کی تشریح حضور نے یہ بیان فرمائی کہ وہ لڑکیاں جو چھپ کر ایسے کام کرتی ہیں کہ اگر ان کے ماں باپ، یا نظام جماعت کو پتہ لگ جائے تو ناراضگی ہوگی اور پھر اس کو چھپانے کیلئے جھوٹ کا بھی سہارا لینا پڑتا ہے، لغویات میں شامل ہیں۔ جنت کی جو کنجی یا چابی آپکے پاؤں کے نیچے رکھی گئی ہے یہ آپکو احساس دلاتی ہے کہ اسکا استعمال کر کے اپنے لئے بھی جنت کے دروازے کھولیں اور اپنی اولاد کیلئے بھی۔ یہ جنت کی چابی آپکو اسلئے ملی ہے کہ آپ ایک نئی نسل کی تربیت گاہ ہیں۔ یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ اس چابی کے ساتھ آپکو ایک کوڈ نمبر بھی دیا گیا ہے ہر ماں جنت کی چابی نہیں ہے بلکہ وہی ماں جنت تک پہنچانے والی ہے جو اس کوڈ کو استعمال کرے گی اور وہ کوڈ ہے اعمال صالحہ اور تقویٰ۔ جب اس کا عکس اس تالے پر پڑے گا تو ایسی ماؤں کیلئے جنت کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔ پس ہر احمدی عورت! اسکو استعمال کرے اور دنیا کو بتا دے کہ تم کہتے ہو کہ اسلام میں عورت کی عزت نہیں۔ اسلام تو ہمیں نیک عمل کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ مردوں کے برابر بلکہ اولاد کی نیک تربیت کی وجہ سے ہماری اولاد کی جنت کی ضمانت بھی دیتا ہے۔ اور ہمارے مرنے کے بعد وہ نیک عمل جو ہماری نیک تربیت کی وجہ سے ہماری اولاد کرتی ہے جہاں وہ اس ثواب کو حاصل کرنے والی ہوتی ہے وہاں ماؤں کے دنیا سے رخصت کے بعد ماؤں کا درجہ بلند کرنے کا موجب بھی بن رہی ہوتی ہے۔ پس یہ اعزاز حاصل کرنے کیلئے ہر ماں کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی توفیق دے۔

(خطبہ فرمودہ جلسہ سالانہ جرمنی 15/اگست 2009ء، الفضل انٹرنیشنل 18 ستمبر 2009ء تا 24 ستمبر 2009ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔ ''پس وہ محنت جو انسان کو دنیا میں انقلاب برپا کرنے کے لئے چاہئے وہ محنت، محبت کے بغیر ممکن نہیں ہے کیونکہ محبت کے بغیر جو کام کیا جاتا ہے وہ مصیبت کا درجہ رکھتا ہے۔ ایک محبت ہے مزے اٹھانے کی محبت ایک محبت ہے ان مزوں کی خاطر تکلیف میں مبتلا ہونے کی محبت، ان دونوں محبتوں میں فرق ہے پس جب تک آپ کو خدا سے ایسی محبت نہ ہو کہ اسکے نتیجہ میں زخم و مرہم برابر نہ ہو جائیں اس وقت تک آپ دنیا کا کوئی علاج نہیں کر سکتے۔ ورنہ یہ سر دردی ہوگی...... لیکن اگر پیار ہو تو یہ سب چیزیں آسان ہو جایا کرتی ہیں...... آج سب سے زیادہ اس محبت کے سفر کی احمدی خواتین کو ضرورت ہے۔ احمدی بچیوں کو ضرورت ہے۔ کیونکہ انہوں نے کل کی مائیں بننا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ مردوں کو ضرورت نہیں مردوں کو لازماً ضرورت ہے مگر وہ ماؤں سے یہ فیض پائیں گے کیونکہ مردوں کی جنتیں ان کی ماؤں کے پاؤں کے نیچے رکھی گئی ہیں۔ اور جنت کی بہترین تعریف اللہ کی محبت ہے۔ (کتاب حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ: صفحہ 27، 28)

مسلمانوں پر ایسا زمانہ بھی آیا کہ وہ اپنے ماضی کو بھول چکے تھے یا پھر غیر لوگوں کے نقال ہو گئے اور انہوں نے اپنے ماضی کی تاریخ کو حقیر سمجھ کر چھوڑ دیا۔ انہیں جو کچھ حصہ ماضی کا ملا تھا انہوں نے اسے بھی نظر انداز کر دیا اور سمجھ لیا کہ ہمیں اپنی سابقہ روایات پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں انتشار پیدا ہو گیا۔ جو قومیں اپنے ماضی کو بھول جاتی ہیں اور اپنی سابقہ روایات کو ترک کر دیتی ہیں ان کی مثال ان کشتیوں کی سی ہو جاتی ہے جنکے درمیان کوئی بندھن نہیں ہوتا اور نہ ان پر ملاح سوار ہوتے ہیں بلکہ وہ پانی کی رو کے ساتھ بہتی چلی جاتی ہیں۔ ایسی کشتیوں سے کوئی انسان کوئی قوم اور کوئی ملک فائدہ نہیں اٹھا سکتا ضروری ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ اور اسی لئے آج عالم اسلام تنزل کا شکار ہے۔ (ماخوذ: اوڑھنی والیوں کیلئے پھول، ص 138 تا 139)

حضرت سیدہ چھوٹی آپا مریم صدیقہ صاحبہؒ نے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا! ''جو بہن بھی اس اجتماع میں نمائندگی کر رہی ہے اس کا فرض ہو گا کہ وہ جو کچھ یہاں سے سیکھے اور حاصل کرے وہ جا کر دوسروں کو بھی سکھائے، ہر امتحان کے لئے ایک معیار ہوتا ہے۔ آپ اپنے معیار کو بلند رکھیں اور سوچیں کہ ہمارا معیار کن دینی خدمات اور قربانیوں کا متقاضی ہے۔ مزید آپ نے فرمایا کہ ہماری زندگیوں میں ایک تو روحانی انقلاب برپا ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللّٰہ پس آپ کو چاہئے کہ آپ آنحضرت ﷺ کو

دیکھیں اور اپنانے کا تہیہ کرلیں کیونکہ آنحضرت ﷺ سے محبت کر کے ہی خدا سے محبت اور توجہ حاصل ہوسکتی ہے۔خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے لوگوں کو بتایا کہ میری نماز، میری قربانیاں اور میری تمام زندگی رب العالمین کے لئے ہی ہے تو پھر ہمارا دائرہ عمل بھی یہی ہونا چاہئے''۔حضرت سیدہ موصوفہ نے فرمایا کہ'' آپ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء کا نمونہ اپنائیں جنکا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگ راہ راست پر آئیں اور وہ معاشرہ قائم ہو جو آج سے چودہ سو سال پہلے قائم ہوا تھا''۔تقریر جاری رکھتے ہوئے حضرت چھوٹی آپا جان نے مزید فرمایا کہ'' آپ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے نفسوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کیا ہم اپنے معیار کے مطابق قربانیوں میں حصہ لے رہی ہیں، اپنی سستیوں کو دور کریں، دینی مجالس اور اجلاسوں میں باقاعدہ حاضر ہوں ہمارے اجلاسوں کی حاضری خواہ ہم شہروں میں ہوں یا دیہات میں سو فیصد ہونی چاہئے''۔آپ نے مزید فرمایا'' ہمارے اندر بہترین اخلاق نمایاں ہونے چاہئیں۔ بداخلاقی کی کوئی بُو ہم میں نہیں ہونی چاہئے پس آپ صرف اپنی زبان سے ہی نہیں بلکہ اپنے اخلاق سے اور عمل سے داعی الی اللہ بننے کی کوشش کریں۔ایک احمدی عورت جو پہلے بچی تھی اگر اس کی صحیح تربیت ہو تو اعلیٰ نمونہ اور کردار ادا کرسکتی ہے اس لئے تربیت کے چند پہلو جو مغربی ممالک میں آکر سبھی والدین کو پریشان کر رہے ہیں اور اپنے بچوں کی تربیت کرنا بڑا مشکل امر بن گیا ہے لیکن اگر ہم اپنی چند کمزوریوں اور غفلتوں کو ہمہ وقت پیش نظر رکھیں اور ان پر عملدر آمد کریں تو میری بہنو! یہ کام آسان ہوسکتا ہے ایک اصول یہ بھی جان لیں کہ اگر انسان اپنی غلطی کو مان لے تو میرا تجربہ ہے کہ خدا کے فضل سے اس کی اصلاح کی طرف بھی توجہ ہوگی''۔(روزنامہ الفضل،14/مئی2009ء ص5)

حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کو ایک بچہ سے تشبیہ دی ہے اور ہمیں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ دیکھو حضرت ہاجرہ نے اپنے بچے کیلئے جو تڑپ دکھلائی کیا تم محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کے لئے ایسی تڑپ دکھانے کیلئے تیار نہیں۔اگر واقعہ میں ہمارے دلوں میں اسلام کی محبت ہے، قرآن کریم کی عظمت ہے رسول کریم ﷺ کا عشق ہے تو پھر دنیا کی مخالفتیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ایک اور صرف ایک خیال تمہارے دلوں میں ہونا چاہئے اور وہ یہ کہ اس وقت اسلام کو مٹانے کے لئے دنیا متحد ہو رہی ہے۔آج لوگوں کے دلوں میں قرآن کا نور مٹ گیا، قلوب کی صفائی جاتی رہی۔وہ تعلیم جو دنیا کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے آئی تھی، آج خود زمین میں مسلی جارہی ہے۔وہ نبی جو دنیا کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے آیا تھا آج ہر قسم کے عیوب اور گناہ اس کی طرف منسوب کئے جارہے ہیں۔ وہ دین جو دنیا کو ترقی دینے اور مُردوں کو زندہ کرنے کے لئے آیا تھا، آج خود اس کا گلا گھونٹا جارہا ہے۔کوئی نہیں جو اس کا درد رکھتا ہو، کوئی نہیں جو اس کی اشاعت کا خیال رکھتا ہو، دل مردہ ہو چکے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور محبت مفقود ہوگئی......آج لوگوں کی تمام غیرتیں صرف اپنے نفوس کیلئے رہ گئی ہیں۔آج ان کی تمام قوتیں صرف اپنی بڑائی اور شان وشوکت کے حصول کے لئے صرف ہو رہی ہیں۔صرف ایک صرف۔ ہاں جو دنیا میں کمزور سمجھے جاتے ہو۔تم جو دنیا میں حقیر سمجھے جاتے ہو، تمہیں ہاں تمہیں خدا نے چن ہے تا تم سے اپنے دین کی اشاعت کا کام لے جس طرح آج سے ہزارہا سال پہلے خدا نے حضرت اسمٰعیلؑ کو چُنا......

(خطبہ 6/اپریل1933ء، خطباتِ محمود جلد2۔ص158)

آج بھی تم میں سے ہر عورت دین کے لئے ہاجرہ بن سکتی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہو کر روحانی طور پر سب لوگ ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کی اولاد ہو چکے ہیں۔پس میں ہاجرہ کی بچیوں سے کہتا ہوں کہ تم اپنی ماں کی صفات اپنے اندر پیدا کرو۔(خطبہ 4/مارچ1936ء، خطباتِ محمود جلد2۔ص158،192،193)

احمدیت کو ابھی بہت لمبا سفر طے کرنا ہے راہ دشوار ہے اس میں بڑی بڑی منازل آتی ہیں۔دنیا کی لذتیں تو آنی جانی ہیں۔دنیا کا ہر حسن بڑھاپے میں آکر اپنا اثر کھو دیتا ہے۔پس دنیا کے فیشنوں کی پرواہ نہ کریں۔اس طرز زندگی کو نظر انداز کردیں۔اصل زندگی وہ ہے جس میں خدا کی طرف سے ہمکلام ہونے والے فرشتے نازل ہوں۔اور کہیں کہ کوئی غم اور فکر نہ کرو یہ خدا کی طرف سے مہمانی ہے۔ہم اس دنیا میں بھی ساتھ ہیں اور اس دنیا میں بھی ساتھ ہوں گے۔ہم نے اتنا متقی بننا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو رویا اور کشوف کثرت سے ہوں۔ہم اللہ سے ہم کلامی پائیں اور خدا کے قرب کے نظارے دیکھیں ایک ایسی احمدی نسل اگر آج پیدا ہو جائے تو آنے والے سو سال کی حفاظت کی ضمانت حاصل ہو جائے گی۔

حضور اقدسؒ نے فرمایا نسلاً بعد نسلاً تعلق باللہ کی حفاظت کریں یہ مذہب کی جان ہے۔یہ نصیب ہو گیا تو سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔یہ نہ ہوا تو اللہ کے ہاں بھی مہمانی نہ ملے گی۔

اخروی زندگی میں بھی مہمانی کا سلوک اسی سے ہوگا۔جن کی اس دنیا کی طرف سے مہمانی کی جائے گی۔خدا کرے کہ ہماری اس دنیا کی جنتیں اخروی جنتوں کی ضامن بنیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقیقی جنتوں کو حاصل کرنے کے قابل بنائے۔آمین

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: خطبہ 31 جولائی1993ء)

میری پیاری بہنو! ہم احمدی نہایت خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضلوں اور رحمتوں سے خلافت کی نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے خلیفہ وقت ہمارے لئے ڈھال بھی ہیں۔ہماری روحانی رہنمائی بھی فرماتے ہیں اور ہمارے لئے دعائیں بھی کرتے ہیں جب ہم آرام سے سو رہے ہوتے ہیں خلیفہ وقت جاگ کر اور تڑپ تڑپ کر خدا تعالیٰ کے حضور جھک کر اور سجدہ ریز ہو کر ہمارے لئے دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔ہمیں بھی چاہئے کہ ہم دردمندانہ دعاؤں سے خلیفۂ وقت کی مدد کریں۔اس مغربی معاشرہ میں رہتے ہوئے بہترین کردار ادا کرنے کیلئے ہمارے پاس درج ذیل بہترین ذرائع ہیں۔تعلق باللہ:۔قرآن پاک۔اسوۂ رسول ﷺ۔ دعا۔ارشادات عالیہ۔خلافت کا بابرکت نظام۔ایم ٹی اے۔صحبت صالحین۔مطالعہ کتب۔دینی مجالس میں شمولیت۔قرون اولیٰ اور قرون ثانیہ کی صحابیات کا نمونہ۔نیو ٹیکنالوجی کا صحیح استعمال۔یہ ہمارے پاس ایسے ذرائع ہیں کہ ان پر عمل پیرا ہو کر اس معاشرہ میں رہتے ہوئے اپنے کردار میں عظمت پیدا کرسکتی ہیں کیونکہ یہ سب ایجادات اسلام احمدیت کی تائید میں ہیں اگر ہم ان کا صحیح استعمال کریں اور یہ باعث رحمت بھی ہیں۔

پس ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے کردار میں عظمت پیدا کریں، جب تک کردار میں عظمت نہ ہو، نہ بات میں عظمت پیدا ہوسکتی ہے، نہ دعا میں عظمت پیدا ہوسکتی۔اسی طرح ہماری دعا بھی آسمان کی طرف رفعت اختیار نہیں کرسکتی، آسمان کی طرف بلند نہیں ہوسکتی جب تک ہمارا کردار اسے بلند نہ کر رہا ہو۔اس میں قبولیت دعا کا گہرا راز ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اس تعلیمی و تربیتی دور میں ایک فیصلہ کن کردار ادا کریں۔یہ دعا اور اور مندرجہ بالا ذرائع سے استفادہ کے بغیر ناممکن ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

بزم خواتین

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

بارگاہِ ایزدی سے تُو نہ یُوں مایُوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کُشا کے سامنے
حاجتیں پُوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
(مرسلہ نعیمہ خالد صاحبہ، Bensheim / دُرِّثمین ص ۱۵۷

❁……❁……❁

کردے مُجھے اَسرارِ محبّت سے شناسا
دیوانہ بنا کر مُجھے فرزانہ بنادے
لیں جائزۂ عشق مِرے عشق سے عاشق
دل کو مِرے عُشّاق کا پیمانہ بنادے
(مرسلہ منور واگس ہاؤزر صاحبہ، Groß-Gerau-Nord / کلامِ محمود، ص ۱۷۹

❁……❁……❁

نہ روک راہ میں مولا! شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنّت کا باب" جانے دے
تجھے قسم ترے "ستار" نام کی پیارے
بروزِ حشر سوال و جواب جانے دے
(مرسلہ نعیمہ طاہرہ صاحبہ، Mörfelden / دُرِّ عدن ص ۶۸

❁……❁……❁

ہر ظلم بھی سہہ ہر بات بھی سُن پر دین کا دامن تھامے رہ
غدار نہ بن بُزدل بھی نہ بن یہ مومن کا کردار نہیں
آ گر جائیں ہم سجدہ میں اور سجّادوں کو تر کردیں
اللہ کے دَر پر سَر پٹکیں جس سا کوئی دربار نہیں
(مرسلہ عمیرہ احمد صاحبہ، Goddelau-Nord / کلام محمود ص ۲۱۱

❁……❁……❁

ترا سایا رہے سر پر تو کسی حشر کی دھوپ
سرد پڑ جائے جو آئے بھی گنہگار کے پاس
تُو اگر خوش ہے یہاں مجھ سے تو پھر حشر کے دِن
ایک تیری ہی شفاعت ہو گنہگار کے پاس
(مرسلہ نادیہ ارم صاحبہ، Rüsselsheim-Nord / کلام عبیداللہ علیم، نگارِ صبح کی اُمید میں ص ۸۰

❁……❁……❁

حق کا سَر باطل کے آگے سَرنگوں ہوتا نہیں
ہم نے دیکھا ہے کبھی دُنیا میں یوں ہوتا نہیں
کامیابی محض بَل پر عقل کے دُشوار ہے
جب تک اِس میں کچھ نہ کچھ رنگِ جنوں ہوتا نہیں
(مرسلہ امۃ الباسط صاحبہ، Bait-ul-Ltaif-B / کلام میر اللہ بخش تسنیم

❁……❁……❁

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کردے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرۂ تاباں تیرا
عمر دے، رزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پاجائیں وُہ عرفاں تیرا
(مرسلہ ناجیہ احمد صاحبہ، Bielefeld / دُرِّثمین ص ۴۳

❁……❁……❁

اللہ کے پیاروں کو تُم کیسے بُرا سمجھے
خاک ایسی سمجھ پر ہے سمجھے بھی تو کیا سمجھے
دُشمن کو بھی جو مومن کہتا نہیں وہ باتیں
تُم اپنے کرم فرما کے حق میں روا سمجھے
(مرسلہ بُریٰ احمد صاحبہ، Stockstadt / کلامِ محمود ص ۱۸۴

❁……❁……❁

بہیں اَشک کیوں تمہارے اِنہیں روک لو خُدارا
مجھے دُکھ قبول سارے یہ ستم نہیں گوارا
(مرسلہ شکریہ منیر احمد بٹ صاحبہ، Gisheim-2 / کلامِ طاہر ص ۱۴۱

❁……❁……❁

اندھیرے ہیں یہاں سورج کے نام پر روشن
اُجالوں سے یہاں دیکھے ہیں لوگ جلتے ہوئے
وہ صبح ہوگی تو فرعون پھر نہ گزریں گے
دلوں کو روندتے انسان کو مسلتے ہوئے
(مرسلہ ملیحہ رزاق صاحبہ، Freising / کلام عبیداللہ علیم صاحب، نگارِ صبح کی اُمید میں ص ۱۴

❁……❁……❁

دینِ احمد کا جو آج سالار ہے — تیر ہاتھوں میں اُس کے نہ تلوار ہے
ساتھ فوجوں کی کوئی نہ یلغار ہے — ابنِ منصور کی ایک للکار ہے
ڈنکا توحید کا اب بجائیں گے ہم — پرچم دینِ احمد اُڑائیں گے ہم
(مرسلہ امۃ النور صاحبہ، Groß-Gerau-Süd1 / ترانہ ایم ٹی اے

تری بے حساب بخشش کی گلی گلی ندا دوں
یہ نوید ترے جا کر گنہگار تک تو پہنچے
(مرسلہ محمودہ نصرت صاحبہ/Goddelau-Süd/ کلامِ طاہر ص ۷۲)

❁......❁......❁

وُہ یار کیا جو یار کو دل سے اُتار دے
وہ دل ہی کیا جو خوف سے میدان ہار دے
اِک پاک صاف دل مجھے پروردگار دے
اور اس میں عکس حسنِ ازل کا اُتار دے
(مرسلہ ثروت اسلام صاحبہ Ginsheim1/ کلامِ محمود ص ۱۷۵)

❁......❁......❁

جو دَرد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے
شاید کہ یہ آغوشِ جدائی میں پلا ہے
میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں، تُو میرا خدا میرا خدا ہے
(مرسلہ نائلہ اعجاز صاحبہ Gräfenhausen/ کلامِ طاہر ص ۶۴)

❁......❁......❁

گلشنِ عالم کی رونق ہے فقط انسان سے
گُل بنانے ہوں اگر تُو نے تو کر گِل کی تلاش
اس رُخِ روشن سے مِٹ جاتی ہیں سب تاریکیاں
عاشقِ سِفلی کو ہے کیوں اس میں اک تِل کی تلاش
(مرسلہ سفینہ تارڑ صاحبہ، Neusenberg/ کلامِ محمود ص ۱۸۳)

❁......❁......❁

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفتِ ظُلمت و جَور ٹل جائے گی
آہِ مومن سے ٹکرا کے طُوفان کا، رُخ پلٹ جائے گا، رُت بدل جائے گا
خوں شہیدانِ اُمت کا اے کم نظر، رائیگاں کب گیا تھا کہ اَب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے، پھُول پھل لائے گی، پھُول پھل جائے گی
(مرسلہ آنسہ قیصر رانا صاحبہ، Harburg/ کلامِ طاہر ص ۱۵)

❁......❁......❁

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اِس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو
(مرسلہ ساجدہ چوہدری صاحبہ Bocholt/ کلامِ محمود ص ۹۶)

❁......❁......❁

دُشمن کو ظُلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو
یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو
یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کی کیا پرواہ جاتی ہے اگر تو جانے دو
(مرسلہ صغریٰ بیگم صاحبہ، Büttelborn/ کلامِ محمود ص ۱۵۴)

❁......❁......❁

رو کے کہتی ہے زمیں گر نہ سنے نام خدا
''ایسی بستی سے تو بہتر ہے بیاباں ہونا''
فعل دونوں ہی نہیں شیوہ مردِ مومن
رونا تقدیر کو تدبیر پہ نازاں ہونا
(زاہدہ احمد صاحبہ Wiesbaden-Nord/ دُرِّ عدن ص ۹۰)

❁......❁......❁

سائے میں تیرے دھوپ نہائے بصد نیاز
اے چھاؤں چھاؤں شخص تری عمر ہو دراز
اے اپنے ربّ کے عشق میں دیوانے آدمی
دیوانے ترے ہم کہ ہُوا تو خدا کا ناز
(نائلہ بٹ صاحبہ، Mannheim/ کلام عبیداللہ علیم صاحب، نگارِ صبح کی اُمید میں ص ۳۳)

❁......❁......❁

شیطان کی حکومت مِٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دُنیا پہ میرا مصطفیٰؐ ہو
محمودؔ عمر میری کٹ جائے کاش یونہی
ہو رُوح میری سجدہ میں سامنے خُدا ہو
(مرسلہ بشریٰ اسحٰق صاحبہ Friedberg-West/ص)

❁......❁......❁

جو بھی فرعون ہوا اس کو نابود کرنا ازل سے رہی ہے یہ سنت تیری
آج کل جو بنے بیٹھے فرعون ہیں ان کا نام و نشان بھی مٹا مالکا
آسماں سے جو مضبوط رسی خلافت کی صورت میں ہم پہ اُتاری گئی
تا قیامت سلامت تُو رکھنا اُسے کُل جہاں کی ہے اس میں بقا مالکا
(نرگس ظفر صاحبہ، Goddelau-Süd/ کلام مبارک احمد ظفر صاحب، وفا کے دیپ ص ۴۷)

کاش ہم بچہ ہی رہتے

فلسفی بولے
زمیں کے ہاتھ میں اِک شاخ ہے زیتون کی
بجھ گئی تو بجھ گئی اور کِھل اُٹھی تو کِھل اُٹھی
ہم ہی مَر جائیں گے اِک دن وقت تو مرتا نہیں
کاش ہم بچہ ہی رہتے
اور کبھی نہ ٹوٹنے والے کھلونے کھیلتے
(مرسلہ قانتہ ظفر اللہ صاحبہ، Dornheim/ کلام عبید اللہ علیم صاحب، چاند چہرہ ستارہ آنکھیں ص ۱۵۵)

اگلے شمارہ ''خدیجہ'' کا موضوع

ہمارے اگلے رسالہ خدیجہ کا موضوع '' خاندان حضرت مسیح موعودؑ، سیرت خواتین مبارکہؓ اور صحابیاتؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام '' ہے۔ شعبہ اشاعت کی طرف سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں قلمی تعاون فرمائیں اور براہِ کرم جلد از جلد مضامین بھجوائیں اور خواتین مبارکہ سے ذاتی روابط کے واقعات یا یادیں لکھ کر بھجوائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

خوبصورت بنئے

چھائیاں دور کرنے کے لئے:۔

1۔ایک چمچہ لیموں کے رس میں ایک چمچہ شہد ملا کر لگائیں۔اکثر پیٹ کی خرابی یا نظام ہضم ٹھیک نہ ہونے سے، یا وٹامن C کی کمی کی وجہ سے چہرے پر چھائیاں پڑ جاتی ہیں۔

2۔چائے کا ایک چمچہ، تل دو چمچے دودھ میں پیس لیں۔رات سوتے وقت چہرے پر لگائیں اور صبح کسی اچھے صابن سے منہ دھولیں۔اس طرح چھائیاں بھی دور ہو جائیں گی اور چہرہ بھی کھل جائے گا۔

چہرے کی تازگی کے لئے:۔

1۔تھوڑا سا پودینہ لے کر ایک گلاس پانی میں ابال لیں اور یہ مشروب باقاعدگی سے پئیں۔چہرے کا رنگ نکھر آئے گا۔(نوٹ:۔اگر کسی کو پودینے سے تکلیف ہو تو وہ یہ پانی استعمال نہ کریں یا اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کریں)

2۔انڈے کی زردی ایک عدد، بادام کا تیل دو چائے کے چمچے، لیموں کا عرق بیس قطرے ان کو ایک پیالے میں ڈال کر چمچے کی مدد سے اچھی طرح پھینٹ لیں۔یہ کریم سی بن جائے گی۔اسے آہستہ آہستہ چہرے پر ملیں اور دس بارہ منٹ تک مساج کریں۔پھر چہرہ نیم گرم پانی سے دھولیں۔چند دن میں فرق محسوس ہوگا۔یہ کریم فریج میں رکھی جائے تو ایک ہفتہ تک استعمال کی جاسکتی ہے۔

دن میں کم از کم بارہ گلاس پانی ضرور پئیں۔

آنکھوں کی جھریاں اور حلقے دور کرنے کے لئے:۔

1۔سونے سے پہلے وٹامن E کی کریم لگائیں۔اگر یہ کریم دستیاب نہیں ہے تو بالائی اور لیموں کے رس کا آمیزہ لگانے سے بھی فائدہ ہوگا رات کو سونے سے پہلے لگائیں۔صبح منہ دھولیں۔ہفتہ میں ایک بار یہ نسخہ استعمال کریں۔

2۔بادام کا تیل ایک چائے کا چمچ، آلو کا رس ایک چائے کا ایک چمچ، کھیرے کا رس ایک چائے کا چمچ اس کا آمیزہ بنالیں اور رات سونے سے پہلے لگائیں صبح دھولیں۔حلقے دور ہو جائیں گے۔

3۔ایک بڑا کچا آلو اچھی طرح دھونے کے بعد چھیل لیں پھر اس کو کوٹ لیں۔اس کوٹے ہوئے آلو کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ململ کے ٹکڑوں میں الگ الگ باندھ کر پوٹلیاں بنالیں ان کو آنکھوں پر رکھ کر پندرہ منٹ کے لے لیٹ جائے۔اس عمل سے آنکھوں میں تازگی آجائے گی اور آنکھوں کے حلقے غائب ہو جائیں گے۔اس عمل کو ہفتہ میں ایک بار دہرائیں۔

چہرے کی جھریاں:۔

بہت سی خواتین کے چہرے پر بہت کم عمری میں جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ایسا عموماً اس وقت ہوتا ہے جب جلد خشک ہو اس سلسلے میں سب سے ضروری بات یہ ہے کہ چہرے کی قدرتی نمی کی حفاظت کی جائے۔صابن کا ضرورت سے زیادہ استعمال بھی نقصان دہ ہے۔خصوصاً جن کی جلد خشک ہو انہیں اس سلسلے میں احتیاط کرنا چاہیے۔

ایسی خواتین جن کی جلد خشک ہو وہ ہفتے میں ایک بار درج ذیل ماسک استعمال کریں۔

ایک کچا آلو کدوکش کیا ہوا، ایک چمچہ دہی ان چیزوں کو مکس کر کے چہرے پر لگائیں اور پندرہ منٹ بعد چہرہ صاف کرلیں، اگر جلد زیادہ خشک ہو تو ہفتے میں دوبارہ یہ ماسک استعمال کریں۔

(نوٹ:۔کوئی بھی ماسک لگا کر ہنسنا اور بولنا نہیں چاہئے ورنہ اور جھریاں پڑ سکتی ہیں)

رات کو سونے سے پہلے درجہ ذیل کریم لگائیں۔

دودھ دو چمچے، شہد ایک چمچ، انڈے کی زردی آدھی۔ایک برتن میں بہت ہلکی آنچ پر دودھ اور شہد ملا کر پکائیں۔جب شہد اچھی طرح مکس ہو جائے تو اس کو ایک برتن میں نکال کر اس میں زردی مکس کریں۔ٹھنڈی ہو جائے تو بوتل میں بھر لیں۔اسے ان جگہوں پر زیادہ لگائیں جہاں جھریاں زیادہ ہوں، چہرے پر کریم لگا کر انگلیوں سے مساج کریں۔انگلیوں کی حرکت نیچے سے اوپر کی جانب ہو۔

چہرے کے داغ دور کرنے کے لیے:۔

چکنی جلد کے لیے:۔

دو ابلے ہوئے آلوؤں میں چٹکی بھر نمک اور چار چھ بوندیں گلیسرین ڈال کر چہرے پر ملیں۔دس پندرہ منٹ بعد نیم گرم پانی سے چہرے کو دھولیں۔اس سے چہرے کے داغ دھبے اور چھائیاں دور ہو جاتی ہیں۔

سیاہ ہونٹ گلابی کرنے کے لیے:۔

لپ اسٹک کے مسلسل استعمال سے ہونٹ کالے ہو جاتے ہیں۔خراب قسم کی لپ اسٹک ہو تو زیادہ تیزی سے اثر انداز ہوتی ہیں۔

ہر رات کو سونے سے پہلے ہونٹوں پر زیتون کا تیل لگائیں ہونٹ اپنی قدرتی گلابی رنگ پر آجائیں گے۔اگر زیتون کے تیل کے ساتھ دو قطرے لیموں کا عرق ملا کر ہر روز لگائیں تو ہونٹ کبھی سیاہ نہ ہوں گے۔

(مرتبہ:۔سفینہ تارڑ صاحبہ Neu Isenburg)

خوبصورتی کے چند مزید نسخے

رنگ صاف کرنے کے لیے:۔

1۔دو ٹیبل سپون چنے کی دال رات کو دودھ میں بھگودیں۔صبح اسکو گرینڈ کریں اس میں تھورا سا لیمن جوس اور ہلدی ملا کر چہرے پر لگائیں۔اسکے بعد نیم گرم پانی سے دھو لیں۔

2۔جو کا آٹا، بادام کا پاؤڈر، چٹکی بھر ہلدی چند قطرے لیمن جوس کے ڈال کر اسکی پیسٹ بنائیں۔اور اسکو سوکھنے نہ دیں۔اس پر پانی سے ہلکا سا سپرے کرتے رہیں۔آخر میں اسکو رگڑ کر اتارلیں۔اسکے بعد کوئی بھی موئسچرائزر لگائیں۔

3۔بیسن دودھ ہلدی مل کر منہ پر لگائیں۔تقریباً 15 منٹ لگائے رکھیں اور بعد میں منہ دھولیں۔

چھائیاں دور کرنے کے لیے:۔

شہد اور پپیتہ مکس کر کے پیسٹ کی طرح لگائیں۔اور چہرے پر لگائیں۔اس سے چھائیاں دور ہوتی ہیں۔

چہرے کے فالتو بال:۔

1۔میدہ میں بالائی یا ڈبل کریم اور چند قطرے لیمن جوس ملا کر سخت آٹے کی طرح بنا کر چہرے پر ملیں اور ہاتھوں سے رگڑ کر اتاریں۔چہرے کے بال اتر جائیں گے۔

2۔کارن فلور اور انڈے کی سفیدی مکس کر کے چہرے پر لگائیں۔سوکھ جائے تو ہاتھوں سے رگڑ کر اتاریں۔عرقِ گلاب میں تھوری سی پھٹکڑی ملا کر چہرے پر لگائیں تو بال اترتے ہیں۔اگر آپ کو پھٹکڑی سے الرجی ہے تو یہ نسخہ استعمال نہ کریں۔

(مرتبہ:۔بشریٰ ڈوگر صاحبہ فلڈا ویسٹ)

پکوان

مزیدار Mandarinen کیک

(فوزیہ بشریٰ صاحبہ۔ Obertshausen)

ضروری اجزاء

1) آمیزہ بنانے کے لیے

میدہ	4 چھوٹی چائے کی پیالی
چینی	2 چھوٹی چائے کی پیالی
بیکنگ پاؤڈر	2 پیکٹ
انڈے	2 عدد
لسی (Buttermilch)	500 ml (ایک ڈبہ)

کیک کے اوپر ڈالنے کے لئے

چینی	1 پیالی
ناریل پاؤڈر	1 پیالی
Mandarinen	3 ڈبے (dosen)
Schlagsahne	2 ڈبے (bescher)

ترکیب:۔تمام چیزیں جو نمبر 1 آمیزہ بنانے کے لیے لکھی ہیں سب کو ایک الیکٹریک مکسر سے اچھی طرح مکس کر لیں اور ایک ذرا گہری اوون کی ٹرے میں پھیلا دیں۔اس کے بعد اس آمیزے پر Mandarinen کو ان کا پانی نکالنے کے بعد برابر پھیلا دیں۔پھر ایک پیالی چینی اور ایک پیالی ناریل پاؤڈر کو مکس کر کے Mandarinen پر پھیلا دیں۔پہلے سے گرم کیے گئے اوون (175C) میں 25 منٹ تک پکائیں۔یہاں تک کہ اوپر سے ہلکا براؤن ہو جائے۔نکالنے سے پہلے مکھن لگانے والے چاقو سے چیک کرنا نہ بھولیں کہ اندر سے پک گیا ہے یا نہیں۔اوون سے نکالنے کے بعد دس منٹ تک ٹھنڈا ہونے دیں اور پھر اس پر 2 ڈبے Schlagsahne برابر پھیلا دیں۔ٹھنڈا کرنے کے بعد نوش فرمائیں۔

برفی

(امۃ الباسط میر صاحبہ آفن باخ)

گاڑھا چینی ملا ہوا دودھ	ایک ڈبہ
انڈے	3 عدد

انڈے پھینٹ کر دودھ میں ملا لیں۔اور اس مکسچر کو دیگچی میں ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں اور پکاتے وقت اس مکسچر کو چمچ وغیرہ سے تیزی سے مسلسل ہلاتے رہیں ورنہ مکسچر جل جائے گا۔جب تھوڑا گاڑھا ہو جائے تو پھر آگ تیز کر سکتے ہیں۔مگر چمچ سے مسلسل ہلاتے رہیں۔جب بالکل خشک ہو کر سوجی کے حلوہ کی طرح کی رنگین ہو جائے تو کسی پلیٹ میں الٹا لیں۔

آخر میں یہ حلوہ یا برفی جیسی دانے دار شکل اختیار کر لیتا ہے۔ٹھنڈا ہونے پر برفی کی طرح کے ٹکڑے کاٹ سکتے ہیں۔تقریباً دس منٹ تک تیار ہو جاتی ہے۔(دودھ چائنیز دکان سے مل جاتا ہے اور اوپر ''شوگر مکس'' لکھا ہوتا ہے):

بزم ناصرات

آنحضرت ﷺ کا اپنی نواسی سے پیار:۔

ابو قتادہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ بعض دفعہ نماز پڑھتے وقت اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی بچی امامہؓ کو گود میں اٹھائے ہوئے ہوتے تھے۔ یہ بچی ابوالعاصؓ بن الربیع کی بیٹی تھیں۔ جب حضور ﷺ سجدہ میں جاتے تو بچی کو بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے۔ (بخاری شریف عربی اردو کتاب الادب جلد سوم ص 344) آپؐ کو اپنی اس خورد سالہ نواسی امامہؓ سے بے حد پیار تھا۔ ایک دفعہ کہیں سے کوئی ہار آیا۔ آپؐ نے فرمایا "یہ میں اس کو دوں گا جو دنیا میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہوگا"۔ سب نے کہا۔ یہ ابن قحافہؓ کی بیٹی (عائشہؓ) کو ملے گا لیکن آنحضرت ﷺ کی پاک و خالص محبت رنگین لباسوں اور طلائی زیوروں کے پردہ میں کبھی نہیں ہوئی۔ اس لئے آپؐ نے وہ ہار اپنی کم سن نواسی حضرت زینبؓ کی صاحبزادی امامہؓ کو عنایت فرمایا۔ (مندرج 6 صفحہ 101) (از کتاب:۔ مطہر عائلی زندگی، صفحہ نمبر 240)

مرسلہ:۔ لبنیٰ چیمہ۔ سٹی ڈارمشٹڈ

ایک ماں کا صبر آموز واقعہ:۔

صحابیاتؓ کی قربانیوں کی بیسیوں مثالیں ہیں۔ ان کے جذبات کی بلندی اور پاکیزگی اور ان کے احساسات کی صفائی ایسی ہے کہ اگر تم اس کو اپنے سامنے رکھو تو وہ حقیقی نمونہ اور حقیقی رہنما ہے جو تمہارے فرائض ادا کرنے میں تمہاری مدد کر سکتا ہے ان کی زندگی کے بہت سے واقعات ہیں مگر میں اس وقت تمہیں صرف ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ایک صحابیہؓ کا بچہ جو اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔ لڑائی میں مارا گیا مگر اس نے اپنے بچے کی موت پر آنسو نہ بہائے۔ اس نے اپنے بچے کی موت پر غم نہ کیا بلکہ وہ خوش رہی اور کسی قسم کے صدمے کا اس نے اظہار نہ کیا۔ ہر قوم میں کچھ بے وقوف عورتیں بھی ہوتی ہیں اس کی بے وقوف ہمسائیاں اس کے پاس آتیں اور کہتیں "اے سنگ دل ماں! تیرا اکلوتا بچہ مارا گیا مگر تو نے اپنے بچے کی موت پر کوئی آنسو نہیں بہایا کیا تیری سنگدلی کی بھی کوئی انتہا ہے؟ وہ ایک دن رسول کریم حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں گئی اور اس نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! میرا بیٹا دوزخ میں گیا ہے یا جنت میں؟" رسول کریم ﷺ نے فرمایا "تمہارا بیٹا یقیناً جنت میں گیا ہے وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہوا مارا گیا ہے اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہے"۔ اس نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! اس کی وہ حالت اچھی ہے جو اگلے جہان کی ہے یا اس دنیا میں جو اس کی حالت تھی وہ زیادہ اچھی تھی؟"۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "اس دنیا کی اگلے جہان کے مقابلہ میں نسبت ہی کیا ہے۔ اسے اگلے جہان میں زندگی ملی ہے خدا تعالیٰ کا قرب ملا ہے اور اس کے انعامات اور فضلوں کا وارث ہوا ہے"۔ اس نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! جب کسی کے بیٹے کی اچھی حالت ہوتی ہے تو وہ خوش ہوا کرتا ہے یا رویا کرتا ہے؟ میرا بیٹا اسلام کی خدمت میں مارا گیا ہے۔ اور آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگلے جہان میں بہت بڑا انعام ملا ہے اور بہت رتبہ حاصل ہوا ہے اس انعام اور رتبے کے حاصل ہونے پر میں روؤں یا خوش ہوں؟ میری ہمسائیاں مجھے کہتی ہیں کہ تو روتی کیوں نہیں۔ یارسول اللہ ﷺ! میں کیوں روؤں؟ جب میرا بیٹا پہلے سے بھی زیادہ اچھی حالت میں ہے" آپ ﷺ نے فرمایا! "تم ٹھیک کہتی ہو! جو کچھ تمہارے بیٹے کو اگلے جہان میں ملا ہے اس کے مقابلے میں یہ دنیا اور اس کی زندگی کوئی چیز ہی نہیں"۔

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول حصہ دوم صفحہ 67-68) زونا طارق۔ من ہائم

بلاعنوان

حضرت عبداللہؓ بن عمر رسول اللہ ﷺ کی خدمت خلق کے سلسلہ کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کہیں سے دس درہم آئے اتنے میں ایک سوداگر آ گیا۔ رسول کریم ﷺ نے اس سے چار درہم میں ایک قمیض خرید لیا اسے پہن کر آپؐ باہر تشریف لائے تو ایک انصاری نے عرض کیا "حضور آپ یہ مجھے عطا کر دیں اللہ آپؐ کو جنت کے لباس عطا فرمائے"۔ آپؐ نے وہ قمیض اسے دیدی۔ پھر آپؐ دوکاندار کے پاس گئے اور اس سے چار درہم میں ایک اور قمیض خریدا۔ اب آپؐ کے پاس دو درہم بچ رہے تھے راستہ میں آپ ﷺ کو ایک لونڈی ملی جو رو رہی تھی۔ آپؐ نے سبب پوچھا تو وہ بولی کہ "گھر والوں نے مجھے دو درہم کا آٹا خریدنے کے لئے بھیجا تھا وہ درہم گم ہو گئے ہیں"۔ رسول کریمؐ نے فوراً اپنے دو درہم اسکو دے دئے۔ آپؐ جانے لگے تو وہ پھر رو پڑی۔ آپؐ نے پوچھا "کہ اب کیوں روتی ہو"؟ وہ کہنے لگی، "مجھے ڈر ہے کہ گھر والے مجھے تاخیر ہو جانے کے سبب ماریں گے"۔ اس پر رسول کریمؐ اس کے ساتھ ہو لئے اور اسکے مالکوں کو جا کر کہا کہ اس لونڈی کو ڈر تھا کہ تم لوگ اسے مارو گے۔ اس کا مالک کہنے لگا "یارسول اللہ! ﷺ آپؐ کے قدم رنجہ فرمانے کی وجہ سے میں آج اسے آزاد کرتا ہوں"۔ رسول کریم ﷺ نے اسے نیک انجام کی مبارک دی اور فرمایا، "اللہ نے ہمارے دس درہموں میں کتنی برکت ڈالی کہ ایک قمیض انصاری کو ملا۔ ایک قمیض خدا کے نبیؐ کو عطا ہوا اور ایک غلام بھی اس میں آزاد ہو گیا۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے ہمیں یہ سب کچھ عطا فرمایا"۔

(از اسوۂ انسان کامل ص 227، حافظ مظفر احمد صاحب)

نوٹ:۔ پیاری ناصرات! آپ ہمیں حضور ﷺ کے اس خوبصورت واقعہ کا عنوان بتائیں۔ اوّل، دوئم اور سوئم آنے والے عناوین کو انشاء اللہ انعام دیئے جائیں گے آپ اپنے عناوین ہمیں اس ای میل ایڈریس پر بھیج سکتی ہیں۔

nauzm611@googlemail.com

’’بندر اور نقل کی عادت‘‘

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی جنگل کے پاس آبادی میں ٹوپیاں بیچ رہا تھا۔ جنگل میں بہت سارے بندر رہتے تھے۔ ٹوپیاں بیچتے بیچتے آدمی کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ ساری ٹوپیاں غائب ہیں۔ وہ بڑا پریشان ہوا۔ جب اس نے اوپر درختوں کی طرف دیکھا تو ساری ٹوپیاں بندروں نے پہنی ہوئی تھیں۔ وہ آدمی پریشانی سے اپنی ٹوپی اتار کر سر کھجانے لگا۔ اس نے دیکھا کہ بندروں نے بھی اس کی نقل کی اور سارے بندر سر کھجانے لگے۔ اس نے ٹوپی پھر پہن لی بندروں نے بھی نقل کی اور ٹوپیاں پہن لیں اس سے آدمی کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اس نے اپنی ٹوپی اتار کر زور سے زمین پر پٹخی بندروں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس آدمی نے جلدی جلدی ٹوپیاں اکٹھی کیں اور چل دیا۔

(از ماہنامہ مصباح ستمبر 2007ء)

اپریل فول ایک گندی رسم:

ہر سال یکم اپریل کو عیسائیوں میں ’’اپریل فول‘‘ کی رسم منائی جاتی ہے جس میں دھوکہ دہی، فریب، جھوٹ، ناواجب ہنسی مذاق اور ایسی حرکات وافعال جو عام حالات میں عیسائیوں میں بھی غیر موزوں اور معیوب خیال کئے جاتے ہیں۔ اس دن کے موقع پر روا رکھے جاتے ہیں اور ان کے بجالانے پر نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے اور اس کا نام تفریح طبع رکھا جاتا ہے۔ یہ بری رسم عیسائیوں سے در آئی ہے۔ ہمیں اس سے احتیاط اور اجتناب چاہئے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایسی باتوں سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

(لوگ کیا کہیں گے۔ ص:61)

پہیلیاں

☆......وہ کون سی چیز ہے جو بہت اونچائی سے گرتی ہے مگر اسے چوٹ نہیں لگتی۔

☆......وہ کون سی چیز ہے جو گرم بھی نہیں ہوتی لیکن اس سے بھاپ نکلتی ہے

☆......وہ کون سی چیز ہے جو بھاگتی رہتی ہے لیکن اپنی جگہ سے نہیں ہلتی

☆......وہ کون سی چیز ہے جسے کاٹو تو درد نہیں ہوتا۔

☆......وہ کون سی چیز ہے جو ہم کھاتے ہیں لیکن پیٹ نہیں بھرتا

جوابات آخر میں ملاحظہ کریں۔

(مائدہ طارق۔ من ہائم)

لطائف

☺۔ ایک سائنس دان نے اپنی بیوی سے کہا ’’میں تمہاری سالگرہ پر ایک نایاب تحفہ دے رہا ہوں‘‘۔

بیوی:۔ ہائے آپ کتنے اچھے ہیں۔ مجھے کیا تحفہ دیں گے؟

سائنس دان:۔ میں نے ایک نیا جراثیم دریافت کیا ہے اس کا نام تمہارے نام پر رکھ رہا ہوں۔

☺۔ ایک صاحب اپنی بیوی کو علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر نے بیوی کو دیکھ کر کہا ایک مہینہ کام کاج نہ کرو اور تبدیلی آب و ہوا کے لئے کسی صحت افزا مقام پر جاؤ۔ بیوی شوہر سے:۔ بتاؤ نا ہم کہاں جائیں گے۔ شوہر: کسی اور ڈاکٹر کے پاس۔

☺۔ نانی (عابدہ سے):۔ بتاؤ! اگر 100 میں سے 11 تفریق کریں تو کیا بچے گا؟

عابدہ:۔ نانی اماں! میں بچوں گی۔

نانی:۔ وہ کیسے؟

عابدہ:۔ میں بچوں گی کیونکہ میں آپ کی ’’نواسی‘‘ ہوں نا!!!!!!!

(ثانیہ طارق۔ من ہائم)

ذہانت آزمائیے

1۔ ان خانوں میں (ایک) تا (نو) کے ہندسوں کو اس طرح لکھیں کہ ہر طرف سے جواب پندرہ آئے۔ خیال رہے کہ ایک ہندسہ دوبارہ نہ آئے۔

2۔ ایک ٹوکری میں انڈے ہر منٹ کے بعد دگنے ہو جاتے ہیں۔ اگر ٹوکری کو بھرنے میں ایک گھنٹہ لگے تو بتائیے کہ ٹوکری کو آدھا ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟

3۔ ایک صاحب نے ملازم اس شرط پر رکھا کہ ہر روز اسے ایک روپیہ دیں گے۔ جس دن ملازم غیر حاضر ہوگا۔ اسے دو روپیہ جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ ایک ماہ کے بعد ملازم کو کچھ بھی نہ ملا۔ بتائیے وہ کتنے دن غیر حاضر رہا؟۔

4۔ تین کے ہندسے کو تین بار اس طرح لکھیں کہ حاصل تیس ہو۔

جوابات:۔ 1) پہلی لائن میں بالترتیب 2,9,4 دوسری میں بالترتیب 7,5,3 اور تیسری میں 6,1,8 لکھیں گے۔

2) 59 منٹ۔ (3) 10 دن۔ (4) 30=3-33

(علیشاہ راجپوت، حلقہ گولڈ اشٹائین)

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کی وفات پر آپ کی سیرت وسوانح، محاسن اور بعض ایمان افروز واقعات کا ذکر

جولوگ وجہ اللہ میں محو ہو جاتے ہیں وہ دائمی زندگی حاصل کر لیتے ہیں

حضرت صاحبزادی صاحبہ کی عبادت، قرآن پر غور وتدبر، مطالعہ کتب میں انہماک اور دوسروں کی ہمدردی کا جذبہ نمایاں تھا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اگست 2011ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن کا خلاصہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 5 اگست 2011ء کو بیت الفتوح مورڈن لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا

حضور انور نے خطبہ کے شروع میں سورۃ الرحمٰن کی آیات 28,27 کی تلاوت وترجمہ کے بعد فرمایا کہ زمین یا کائنات میں موجود ہر چیز فانی ہے اور باقی رہنے والا صرف رب کریم کا جاہ واکرام ہے.......... فرمایا کہ جب کوئی اپنا پیارا اور بزرگ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس مضمون کی طرف مزید توجہ پیدا ہوتی ہے۔ حضور انور نے اپنی پیاری والدہ ماجدہ حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کی وفات پر ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی عبادت اور قرآن کریم پر غور وتدبر کرنا میرے لئے نمونہ تھے۔ انہوں نے رفقاء ورفیقات حضرت مسیح موعودؑ کا پیار وشفقت پائی۔ ان میں رفقاء کا اثر نمایاں تھا۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، بول چال اور رکھ رکھاؤ میں ایک وقار تھا۔ خدا تعالیٰ سے لو لگانے کی ایک تڑپ تھی۔ حضور انور نے اپنی والدہ کی زندگی کے متفرق واقعات بھی بیان کئے اور فرمایا کہ ایف اے تک تعلیم حاصل کی، 1929ء میں ''مولوی'' کا امتحان پاس کیا۔ لمبا عرصہ آپ لجنہ اماء اللہ ربوہ کی صدر رہیں۔ دور صدارت میں لجنہ کی عمدہ تربیت کی اور پردہ پر زور دیا۔ ہمیشہ اس کوشش میں رہیں کہ ربوہ کی پوزیشن ہمیشہ پاکستان کی تمام مجالس میں نمایاں رہے۔ پھر فرمایا کہ آپ کے فیصلے بڑے دوررس نتائج کے حامل ہوتے تھے۔ بیت بازی کا بڑا شوق تھا۔ بہت سے شعر زبانی یاد تھے۔ معروف قصیدہ کے تمام اشعار یاد تھے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ میں بڑا انہماک پایا جاتا تھا۔ دوسروں کی ہمدردی کا جذبہ نمایاں تھا۔ بہت مہمان نواز اور بڑی دعا گو خاتون تھیں جرمنی میں جماعت کے روشن مستقبل سے متعلق ان کے خواب کا ذکر فرمایا۔ چندوں کی ادائیگی میں بڑی باقاعدہ تھیں اور دیگر مالی تحریکات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام دعائیں میرے لئے اور میرے بہن بھائیوں اور ہماری اولادوں کیلئے پوری فرمائے۔ فرمایا کہ خلافت کے بعد میرے ساتھ تعلق میں ایک اور ہی رنگ آ گیا تھا۔ دیگر ممالک کے دوروں پر جانے سے پہلے میں ان کو فون کرتا تو آپ دعاؤں سے نوازتی تھیں۔ 2005ء میں جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر ملاقات میں آپ کا خلافت سے وہ تعلق دیکھا جو میں نے ان کی آنکھوں میں پہلے خلفاء کیلئے دیکھا تھا، وہ میرے لئے بھی تھا۔ وہ بیٹے کا نہیں بلکہ خلافت کا تعلق تھا جس میں عزت واحترام تھا اور دعا بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ انہیں جنت نصیب کرے آمین۔ حضور انور نے فرمایا کہ 1913ء میں الفضل اخبار کے اجراء کے ابتدائی طور پر جو قربانی پیش کی گئی اس میں میری والدہ صاحبہ کا زیور بھی شامل تھا۔ قارئین الفضل مطالعہ کرتے وقت میری والدہ صاحبہ کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

﴿روزنامہ الفضل......2 تا 9۔ اگست 2011ء﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قراردادِ تعزیت بروفات محترمہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ
از طرف لجنہ اماءاللہ جرمنی

ہم ممبرات نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماءاللہ جرمنی حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتی ہیں۔ مرحومہ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ کے خُدائی قانون کے مطابق مورخہ 29 جولائی 2011ء بروز جمعۃ المبارک تقریباً 100 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

دُنیا بھی اِک سرا ہے بچھڑے گا جو مِلا ہے
گر سَو برس رہا ہے آخر کو پھر جُدا ہے

اس عظیم صدمہ پر ہم اپنے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت سیدہ آپا جان مدظلہا العالی و جملہ افراد خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور دُعا گو ہیں کہ خُدا تعالیٰ محض اپنے فضل سے بے حساب صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ہر قدم پر معین و مددگار ہو۔ آمین

حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ تاریخ احمدیت کی وہ خوش قسمت خاتون ہیں جو امام آخر الزماں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت صاحبزادی محمودہ بیگمؓ اُم ناصر کی بڑی صاحبزادی، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہمشیرہ اور ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ اس لحاظ سے اس مقدس ہستی کو ایک خلیفہ احمدیت کی بیٹی دو کی بہن اور ایک کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

محترمہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اکتوبر 1911ء میں پیدا ہوئیں۔ 1934ء میں آپ کی شادی حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو 3 بیٹوں اور 2 بیٹیوں سے نوازا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔

1997ء میں اپنے عظیم المرتبہ خاوند حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور پھر اپنے بڑے بیٹے صاحبزادہ مرزا ادریس احمد کی وفات پر آپ نے صبر و رضا کا فقید المثال نمونہ دکھایا۔ اور بالخصوص خاوند کی وفات کے بعد کا عرصہ انتہائی حوصلہ سے گزارا۔

آپ نے 25 مئی 1933ء کو 22 سال کی عمر میں نظام وصیت میں شمولیت فرمائی۔ اس مقدس ہستی نے اپنی ساری عمر خدمت دین میں بسر کی۔ آپ طویل عرصہ تک بطور صدر لجنہ اماءاللہ ربوہ خدمات بجالاتی رہیں۔ آپ انتہائی عبادت گزار، دُعا گو، صابر، خوددار، قناعت پسند، سلیقہ مند، مہمان نواز، غرباء پرور اور مخلوق خُدا سے ہمدری رکھنے والی خاتون تھیں۔ اخلاق حمیدہ اور اوصاف عالیہ سے متصف تھیں۔ غریبوں اور مساکین کی اس طرح سرپرستی کرتیں کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوتی۔

سُچی، صاف، کھری اور سچی اُس کی ہر اک بات
رہ میں نُور بکھیرے اُس کی اُجلی اُجلی ذات

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کو مضمون نگاری کا بہت شوق تھا۔ خاص طور پر سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر آپ نے کئی مضامین تحریر فرمائے۔ جو اخبار الفضل میں شائع ہوتے رہے۔ آپ کو ایک لمبا عرصہ بطور صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ خدمت کی توفیق ملی۔ اور خُدا کے فضل سے لجنہ ربوہ کی تربیت بہت فعال رہ کر کی۔ سینٹرل کمیٹی لجنہ اماء اللہ کراچی کے تحت درس القرآن کے سلسلہ میں سب سے پہلا درس آپ نے دیا۔ اور اپنے قیام کے دوران لجنہ کراچی کی خاص تربیت فرمائی۔

خلافت سے آپ کو بے پناہ عشق و محبت تھی۔ 2005ء میں جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کیلئے ہندوستان تشریف لے گئیں اور وہاں دو ہفتہ قیام فرمایا۔ اور اپنے لختِ جگر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ سے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلی اور آخری مرتبہ ملاقات کی۔ اور دید کی پیاس بجھائی۔ اور خلافت کی اطاعت واحترام کے تقاضوں میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو غیر معمولی لمبی عمر عطا فرمائی اور یہ اعزاز نصیب ہوا کہ آپ نے پانچ خلفائے احمدیت کا زمانہ پایا۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور آپ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ اور آپ نے اپنی اولاد اور جماعت کے حق میں جو دُعائیں کی ہیں اللہ تعالیٰ ان کا فیض ہمیشہ جاری وساری رکھے اور آپ کے پاک شمائل ہمیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہم جملہ ممبرات مجلس عاملہ وارا کین لجنہ اماء اللہ جرمنی مرحومہ کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، حضور انور کے بھائی اور بہنوں، جملہ افراد خاندان حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے دلی تعزیت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا کرے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین

تمہاری قبر پر تا حشر بارانِ کرم برسے
تمہاری روح کو حاصل ہو وصل ورحمت باری
خُدا حافظ تمہارا ہو تمہیں جس نے بلایا ہے
ہمارا بھی خدا حافظ خدا داری چہ غم داری

(ممبرات مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی)

میری ماں

محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ

ماں کی ممتا ، چاندکی ٹھنڈک ، شیتل شیتل نُور
اس کی چھایا میں تو جلتی دھوپ بھی کافور
بچپن سے یہ درس دیئے کہ دُکھ نہ کسی کو دو
اپنا درد چھپائے اس کا درد نہ جانے کوئی

سُچی، صاف، کھری اور سچی اس کی ہر اک بات
رہ میں نُور بکھیرے اس کی اُجلی اُجلی ذات
ویروں پہ قربان یہ اپنی بہنوں کی غمخوار
کوئی کرے یا نہ پر اس کے دل میں گہرا پیار

فرض کا ہے احساس اسے تو رشتوں کی پہچان
اپنے بنس کی لاج نبھائے ہر لحظ ہر آن
غم کی آندھی آئے یا ہو مشکل کا طوفان
ہر بپتا کو ایسے جھیلے جیسے ایک چٹان

اس میں اَنا کا رُوپ بھی ہے خود داری کی بھی شان
سر نہ جھکے بندے کے آگے اس کا ہے ایمان
یہ چاہے کہ اس کے دُکھ دوجا جان نہ پائے
سب سوجائیں رات سمے یہ چُھپ چُھپ نیر بہائے

چہرہ ساکن سینے میں پر اٹھیں لاکھ اُبال
جانے والے چلے گئے پتھر میں دراڑیں ڈال

مالک اس چھتناور کی سدا رہے ہریالی
اس بگیا کی خیر ہو داتا تو ہی اس کا والی

﴿ہے دراز دستِ دعا میرا۔ صفحہ 311 تا 312﴾

مکرم ھدایت اللہ ھبش صاحب آف جرمنی کی وفات اور مرحوم کے خصائل حمیدہ کا تذکرہ

جرمن زبان میں اسلام کے بارے میں کافی کتب لکھی ھیں۔میڈیا کے ساتھ ان کا بڑا گھرا تعلق تھا۔ سوال وجواب کی بھت ساری مختلف مجلسیں غیروں میں جاکر میڈیا پر کرتے تھے۔

بھت سے اخبارات میں آپ کو مسلمان ھونے والی سب سے مشھور شخصیت کے طور پر پیش کیاگیا۔

آپ ایک شاعر اور مبلغ تھے، ادب کے نوبل انعام یافتہ گنٹرگراس (Gunter Grass) نے آپ کو 1960ء کی دھائی کے عظیم مصنفین میں شمار کیا ھے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 7 جنوری 2011ء

حضور انور نے فرمایا ایک افسوسناک اطلاع ہے ۔ جرمنی کے مکرم ہدایت اللہ ھبش صاحب 4 جنوری کو منگل کے دن وفات پا گئے تھے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آپ کی پیدائش 1946ء کی تھی۔اس لحاظ سے تقریباً چونسٹھ سال یا پینسٹھ سال عمر بنتی ہے، اگر شروع میں تھی تو پینسٹھ سال، ہاں پینسٹھ سال تقریباً۔اور فرینکفرٹ میں ان کی تعلیم ہوئی۔1974ء میں ان کی شادی ماریشس کی ایک خاتون سے ہوئی جن سے ایک بیٹی ہیں۔ان کی یہ اہلیہ 1989ء میں وفات پا گئی ہیں۔ پھر ان کی دوسری شادی قادیان میں سعید احمد درویش مہار صاحب کی بیٹی سے ہوئی جن سے ان کے تین بیٹے اور بیٹیاں ہیں ۔ بڑے مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کس طرح کیا؟ اس کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن اپنی والدہ کے گھر بیٹھا ہوا تھا، کہ ایک سفید روشنی کندھے کے اوپر سے نکل کر کتابوں کی الماری کی طرف جاتی ہوئی نظر آئی جس میں سینکڑوں کتابیں ترتیب سے پڑی ہوئی تھیں۔ وہ روشنی ایک کتاب پر آکر رُک گئی۔آپ نے جب اٹھا کر اس کتاب کو دیکھا تو وہ جرمن ترجمہ قرآن تھا۔آپ قرآن کریم کو اپنے ہاتھوں میں لے کر پڑھنے لگے اور قرآن میں کچھ حصہ پڑھنے کے ساتھ ہی آپ کو یقین ہو گیا کہ خدا تعالیٰ اپنی کتاب کے ذریعے بول رہا ہے۔ اور یہ کتاب سچی ہے اور مجھے اسے قبول کر لینا چاہئے۔ چنانچہ اسلام قبول کرلیا۔ یہ خیال آتے ہی پھر اس کے بعد مسجد کی تلاش شروع کردی اور مسجد نور کا ان کو پتہ لگ گیا۔اس طرح جماعت سے رابطہ ہوا اور مبلغ سلسلہ مکرم مسعود جہلمی صاحب مرحوم سے تعلقات ہوئے۔انہوں نے بڑی محبت وشفقت سے ان کو اسلام اور احمدیت کا تعارف کروایا۔1969ء میں یہ بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کا نام ہدایت اللہ رکھا۔1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب فرینکفرٹ تشریف لے گئے تھے تو وہاں آپ کی حضورؒ سے ملاقات ہوئی۔اور امیر صاحب جرمنی بھی ان کے ذریعے سے ہی احمدی ہوئے کیونکہ انہوں نے ان کو کافی تبلیغ کی ۔ کیونکہ وہ حق کی تلاش میں قادیان میں گئے تھے اور وہاں یہ بھی جرمن تھے اس لئے انہوں نے ان کو ساتھ لے کر سارا قادیان پھرایا اور تبلیغ کی۔ ہمیشہ یہ مترجم کے طور پر اور خلفاء کے مترجم کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بڑے درویش صفت اور نیک اور مخلص انسان تھے۔خدا پر توکل انتہا کا پہنچا ہوا تھا۔ یعنی ایسے تھے جو بعد میں آئے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ توکل اور ایمان اور یقین اور وفا اور محبت اور اخلاص میں وہ بہتوں سے آگے بڑھ گئے۔ خلافتِ احمدیہ سے ان کو عشق تھا۔وفا کا تعلق تھا۔ یعنی کسی بھی معاملے میں ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں کرنا چاہتے تھے۔اگر ایم۔ٹی۔اے پر خطبہ وغیرہ آ رہا ہوتا یا کوئی پروگرام خلیفہ وقت کا آرہا ہوتا تو فوری طور پر بچوں کو چپ کرا دیتے اور خاموشی سے سننے کا کہتے اور خود بھی سنتے۔ نمازوں میں انہماک انتہا کا تھا۔ تہجد گزار، نوافل پڑھنے والے۔ مجھے یاد ہے گزشتہ سال میں نے وہاں جرمنی میں ایک دن کی ایک شوریٰ بلائی تھی۔ جرمن زبان میں جماعت کی طرف سے ہی ایک رسالہ وہاں شائع ہوا تھا لیکن اس میں کچھ ایسا مواد تھا جس سے بعض لوگوں کو تحفظات تھے۔ بہرحال اس میں اس بارے میں ڈسکشن ہو رہی تھی اور مجھے وہ تحفظات صحیح لگ رہے تھے۔ حالانکہ ہدایت اللہ صاحب کا اس رسالے میں بڑا رول تھا اور ان کی خواہش تھی اور ان کے کچھ ان کی بچیوں کے بھی مضامین بھی اس میں تھے۔ بعض دوسروں نے تو اس رسالہ کے حق میں بول کے اس کے مضامین کو Justify کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ہدایت اللہ صاحب کھڑے ہوئے اور پہلی بات انہوں نے یہی کی کہ جن غلطیوں کی نشاندہی آپ کر رہے ہیں

بالکل صحیح ہے اور میں اس کے لئے معذرت چاہتا ہوں اور بہتر یہی ہے کہ اس پر غور کیا جائے۔ کوئی چوں چرا نہیں تھی کہ یہ ہونا چاہئے، وہ ہونا چاہئے۔ یا کسی بھی قسم کی تجویز نہیں دی کہ میں اب کیا کہتا ہوں۔ Simple اعتراف تھا کہ ہمارے سے غلطی ہوئی ہے اور ہم معافی چاہتے ہیں۔ تو یہ ان کے اندر روح تھی۔

اس ایک سال میں بڑی عید وہاں کی تو خاص طور پر بڑا زور دے کر مجھے اپنے گھر بلایا اور پھر اپنے گھر کا ہر کمرہ دکھایا، اپنی لائبریری دکھائی اور سارا گھر تو خوش تھا ہی، ان کی جو خوشی تھی جو باقیوں سے ان کو ممتاز کر رہی تھی وہ دیکھنے والی تھی۔

خدمتِ دین کی اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی توفیق عطا فرمائی ہے۔ جرمن زبان میں اسلام کے بارے میں کافی کتب لکھی ہیں۔ میڈیا کے ساتھ ان کا بڑا گہرا تعلق تھا۔ سوال و جواب کی بہت ساری مختلف مجلسیں غیروں میں جا کر میڈیا پر کرتے تھے۔ جماعت جرمنی کے پریس سیکرٹری کے طور پر بھی آپ کو لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ ایک صاحبِ علم شخصیت تھے اور ہر طرح سے کہنا چاہئے، جو بھی انسان میں، ایک مومن میں خصوصیات ہونی چاہئیں وہ ان میں پائی جاتی تھیں۔ ایم۔ ٹی۔ اے جرمن سٹوڈیو کے فعال رکن تھے اور جرمن پروگراموں کی یہ جان سمجھے جاتے تھے۔ جرمن زبان میں تبلیغی اور تربیتی لٹریچر کا ایک بڑا خزانہ انہوں نے جماعت جرمنی کے لئے چھوڑا ہے۔ جرمنی کے اخبارات میں متعدد ٹی وی چینلز پر اسلام اور احمدیت کا موقف بھرپور انداز میں پیش کرنے کی توفیق ملی۔ اور جرمن زبان کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان میں بھی ان کو عبور تھا۔ جرمن اور انگلش دونوں نظمیں بھی لکھا کرتے تھے۔

جامعہ احمدیہ میں جرمن زبان آج کل پڑھا رہے تھے اور بڑی محنت سے یہ فریضہ انجام دے رہے تھے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ نظمیں لکھتے تھے۔ بڑے اچھے شاعر تھے۔ ان کی شاعری کی کتب بھی شائع ہوئی ہیں۔ تقاریر بھی جلسے پر کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم سے انہیں بے انتہا محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بے انتہا اعتماد تھا۔ کسی مشکل یا پریشانی میں ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ دعا کرو۔ نمازوں کی پنجوقتہ ادائیگی کے علاوہ نوافل اور تہجد کی طرف بھی التزام تھا۔ مالی قربانی کی طرف بھی توجہ رہتی تھی۔ ان کی بیٹی نے مجھے لکھا کہ کئی دفعہ کوئی مسئلہ ہوتا تھا تو ان کا پہلا جواب یہ ہوتا تھا کہ خلیفہ وقت کو دعا کیلئے خط لکھو اور خود دعاؤں میں جت جاؤ۔ اس کا ایک ہی حل ہے۔

ان کی تصنیفات جو جماعت سے باہر کی تصنیفات ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے جرمن زبان میں دو ایڈیشن ہیں۔ اسلام کے بارے میں ننانوے سوالات اور ان کے جوابات، اس کا بھی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پھر ہے اسلام میں عورت کا مقام، یہ تیسری کتاب ہے اس میں کچھ سوالات اور ان کے جواب ہیں۔ اسی طرح اسلام میں ''جنت اور جہنم کا تصور'' ہے اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں جو تقریباً بارہ کے قریب کتب ہیں جو انہوں نے مختلف مضامین پہ لکھیں اور جو احمدیت سے باہر شائع ہوئی ہیں۔

اور جماعتی طور پر جو ان کی کتب ہیں ان کی تعداد تقریباً چار ہے۔ اس کے علاوہ میگزین وغیرہ تھے، جن میں قادیان دارالامان اور پھر عورت کے کردار کے بارے میں کتاب تھی کہ اسلام میں عورت کا کردار۔ پھر اسلامی نظموں کے مجموعے ہیں۔ باقاعدہ جماعتی میگزین میں ان کے مضامین ہوتے تھے۔ مختلف موضوعات پر کتابچے اور بروشر جو ہیں ان کی تعداد تقریباً ایک سو بیس ہے۔ ٹی وی پروگرام اور ٹاک شوز میں شامل ہوتے رہے۔ جرمنی کے ایک مشہور یہودی کا پروگرام تھا جس کا موضوع تھا ''اسلام کتنا خطرناک ہے؟'' اس میں شامل ہوئے اور اسلام کا دفاع کیا۔ پھر ان کا ایک ٹاک شو تھا ''کیا اسلام قبول کرنے والے انتہا پسند ہیں؟'' اس میں بھی انہوں نے بڑا کردار ادا کیا غرض کہ کافی ٹی وی پروگرام ان کے تھے۔ قومی، بین الاقوامی سیاستدانوں اور اہم دانشوروں اور ادیبوں فنکاروں سے، صحافیوں سے آپ کے رابطے بھی تھے۔ اسلام کے ناقدین کے علاوہ اخباروں، رسالوں اور پبلشروں سے بھی رابطے رہتے تھے۔ جرمنی کے، بڑے روزنامے Die Welt میں آپ کے مضامین چھپتے رہے۔

آپ کی وفات پر جرمنی کے سولہ اخبارات نے خبر دی ہے اور ان میں کئی بڑے قومی اخبارات شامل ہیں۔ بہت سے مضامین میں آپ کو مسلمان ہونے والی سب سے مشہور شخصیت کے طور پر پیش کیا گیا۔

ہیسن صوبہ کے وزیر برائے مذہبی ہم آہنگی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ اسلام اختیار کرنے والوں میں سب سے مشہور شخصیت تھے۔ فرینکفرٹ نیو پریس نے لکھا ہے کہ آپ ایک شاعر اور مبلغ تھے، ادب کے نوبل انعام یافتہ گنٹر گراس (Gunter Grass) نے آپ کو 1960ء کی دہائی کے عظیم مصنفین میں شمار کیا ہے۔ آخری نظم جو آپ نے لکھی تھی اس میں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت ادب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپؐ کی بدولت مجھے سچے اور پاک دین کو قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔

آپ کی جیسا کہ میں نے بتایا کہ ایک اہلیہ ہیں اور آٹھ بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا بھی نگہبان ہو۔ ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔ ایک دو بچیاں تو ہیں جو جماعت کی خدمات کر رہی ہیں۔ تمام بچے ان کی خواہش کے مطابق جماعت کے خادم بنیں اور وفا کا جو تعلق انہوں نے جماعت کے ساتھ اور خلافت کے ساتھ رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی اس میں بڑھاتا چلا جائے۔

اسی طرح میں جرمنی کے احمدیوں کو، نوجوان نسل کو بھی کہتا ہوں کہ جرمن ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے احمدی مسلمان ہونے کا ایک حق ادا کیا تو آپ لوگ بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور جرمنی میں اور یورپ میں جہاں بھی اسلام کے دفاع کی ضرورت ہے آگے بڑھیں، علم حاصل کریں اور سیکھیں اور ان کی زبان میں ان کو بیان کریں اور اسلام کا دفاع کریں۔ نہ صرف دفاع کریں بلکہ اسلام کی خوبیاں بیان کر کے اسلام کی برتری تمام مذاہب پر ثابت کریں۔

﴿الفضل انٹرنیشنل 28 جنوری 2011ء تا 03 فروری 2011ء﴾

"آؤ ہم اس دنیا کو مزید خوبصورت بنائیں"

(انٹرویو نیشنل امیر صاحب جرمنی)

(مبشرہ بندیشہ، صباح بنگوی)۔(ترجمہ) شگفتہ سلیم نوہائم

ہدایت اللہ ھبش صاحب سے پہلی ملاقات:۔

ہدایت اللہ ھبش صاحب سے میری پہلی ملاقات تب ہوئی جب میں ابھی اسلام سے بہت دور تھا، مگر وہ سات سال پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مجھ سے ملاقات کی تھی۔

اس زمانے میں میں 'فلاور پاور' کا مصروف رکن تھا اور شہر بون میں ایک اخبار نکالا کرتا تھا۔ مسلمان ہونے سے پہلے ہدایت اللہ ھبش صاحب بھی بہت سی تنظیموں میں سیاسی طور پر ایکٹو تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے ان پرانے واقف کاروں سے رابطہ کرنے اور انہیں اسلام کی خوبصورتی کے بارے میں بتانے کی کوشش بھی کی۔ میرے خیال سے یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ہم بون والوں کو ایک کانفرنس میں شامل ہونے کی دعوت دی جس میں جرمنی کی بہت سی مختلف تنظیمیں اکٹھی ہوئی تھیں۔ آپ اس وقت پگڑی پہنتے تھے، یہ اس زمانے میں ہمارے لئے کوئی عجیب بات نہیں تھی۔ بہت سے لوگ عجیب قسم کے کپڑوں اور ٹوپیوں میں دیکھنے کو ملتے تھے۔ ہم نے کچھ دیر باتیں کی اور ہائیڈل برگ کے لئے نکلے، کانفرنس میں ہم نے بہت انجوائے کیا اور اپنے نظریے کو وہاں پر پیش کرنے کی کوشش کی۔ میں نے واپسی میں آپ سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنی شاعری بھیجا کریں گے۔ میں نے پھر ان کی شاعری دوبارہ اپنی اخبار، جس کا نام 'Vollmond' تھا، میں شائع کی۔ یہ ہماری پہلی ملاقات تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا۔ نہ ہم نے اسلام کے بارے میں کوئی بات کی اور نہ اسلام اس ملاقات کے وقت موضوع تھا۔

ان کی شخصیت:۔

ہدایت اللہ ھبش صاحب کی شخصیت کے بارے میں بتانا بہت مشکل امر ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی زندگی میں حیرت انگیز طور پر تبدیلی آئی۔ سیاست میں بہت ایکٹو رہے تھے۔ 'اوسٹر مارش' تحریک بھی سیاسی تحریک تھی۔ وہ ہر کسی کو متحرک کرنا چاہتے تھے۔ وہ ایک پر جوش شخصیت تھے، یعنی وہ لوگوں کی بہت حوصلہ افزائی کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے تا کہ وہ اپنی ذات سے بھر پور فائدہ اٹھا سکیں۔ یہ خصوصیت ان میں احمدیت میں شامل ہونے کے بعد بھی پائی جاتی تھی۔ تبلیغ کرنے کے لئے یا کسی کو اپنے اندر بہتری پیدا کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

دوستی کیسے شروع ہوئی:۔

ہماری دوسری ملاقات میں مجھے ان کو ایک جیتے جاگتے درویش قسم کے شخص کے طور جاننے کا موقع ملا۔ میں جب قادیان میں تھا تو اچانک وہ مجھے مل گئے، ہم دونوں کو اس بات پر بہت حیرت ہوئی۔ یہ ہماری سچی دوستی کا آغاز تھا اور ایک ایسے راستہ پر ہم نے قدم رکھے جس پر ہم پھر ہمیشہ ساتھ ساتھ رہے۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ ان کے لئے تبلیغ کی کتنی اہمیت تھی، انہوں نے تبلیغ کے لئے ہر موقع سے فائدہ اٹھایا، اور ہر رابطہ کو تبلیغ کے لئے استعمال کیا۔ وہ لوگوں کی طرف خود سے جاتے تھے اور ملاقاتیں کرتے تھے، لوگوں کو ڈھونڈتے تھے۔ ساری زندگی ان کے پاس کوئی ڈرائیونگ لائسنس نہیں تھا۔ میرے پاس اس وقت ایک پرانی گاڑی تھی جس پر ہم پورے جرمنی میں پھرتے اور ان کے پرانے دوستوں کو وزٹ کرتے۔ ڈسکشنز کرتے، عام بحث مباحثہ میں حصہ لیتے، بعض دفعہ مناظرے بھی ہوتے۔ اور ان سب میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ وہ ایک ذی فہم روح تھے جو جہاندیدہ بھی تھے اور گفتگو کا ڈھنگ بھی انہیں آتا تھا۔ لوگوں کو قائل کر لیتے تھے۔ ان لوگوں نے ہمارا راستہ تو نہ اپنایا مگر وہ یہ ضرور پہچان گئے کہ یہی صحیح راستہ تھا۔ لیکن یہ راستہ ایک ایسا راستہ تھا جو قربانی مانگتا تھا اور یہ ہر کسی کے بس کی بات نہ تھی۔

ہدایت اللہ صاحب اپنی شاعری پیش کرنے کے لئے پروگرام تیار کرتے اور میں اکثر ہی ان کے ساتھ ان میں شامل ہوتا تھا۔ یہ پروگرام کبھی چھوٹے ریسٹورانٹس میں اور کبھی کسی ہال میں ہوتے تھے۔ ہدایت اللہ ہوبش صاحب سننے والے کو یہ دکھانا چاہتے تھے کہ انجوائے کرنا ہی زندگی کا مقصد نہیں، انسان کو خود بھی کچھ کرنا چاہئے اور اپنے آپ پر محنت کرنی چاہئے۔ وہ بھی ایسی شاعری لکھ سکتے تھے جس سے لوگ مزہ حاصل کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ ان کی یہ مرضی نہیں تھی۔ ہدایت اللہ ایک ایسے شخص تھے جو خود اپنے آپ سے بھی اور دوسروں سے بھی کچھ توقعات رکھتے تھے، وہ خوبصورت چیزوں کو ان کی خوبصورتی کی خاطر نہیں بنانا چاہتے تھے بلکہ وہ اپنی تخلیق کے ذریعہ سے کچھ سرانجام دینا چاہتے تھے۔ اور دلوں تک پہنچنا چاہتے تھے تا کہ وہاں اسلام کی محبت کا بیج بو سکیں۔

اسلام کے لئے خدمات:۔

اگر کوئی پوچھے کہ ہدایت اللہ صاحب نے اسلام کی کیا خدمت کی ہے تو اس سوال کے جواب میں اتنی ساری باتیں ذہن میں آتی ہیں لیکن پھر بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی بہت کچھ رہتا ہے بتانے کو۔ کافی لمبے عرصہ تک تو وہ جماعت کے واحد ترجمان رہے، وہی جرمنی میں جماعت کی آواز تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں جماعت میں شامل ہوا تھا تو صرف وہی ایک ایسے بندے تھے جو کسی بات کو بعینہ اسی طرح جرمن زبان میں بیان کر سکتے تھے، جو اسلام کے بارے میں سمجھا سکتے تھے، جو اسلام کو فروغ دینے کی ضرورت اور حضرت مسیح موعود علیہ سلام اور مہدی معہود کی آمد کے لئے دلیلیں پیش کر سکتے تھے۔ 80 کی دہائی میں ہمارے پاس کوئی ایسے لوگ نہیں تھے جو جرمن زبان پر عبور رکھتے تھے اور جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھی ہوئی تھیں۔ ہدایت اللہ صاحب مصنف تھے، اور انہیں انگریزی اور جرمن زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں یا آپ کی لکھی ہوئی جتنی

بھی تحریرات ملی، انہوں نے پڑھی۔ اس وجہ سے ان کا علم بہت وسیع تھا اور ہر بات کا جواب دے سکتے تھے۔ انہیں زبان پر مہارت حاصل تھی، بلکہ اس طرز سے بات بیان کرتے کہ حیرت ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر انہوں نے ایک ریڈیو پلے لکھی جس کے لئے انہیں ہیسن کا لیٹریری پرائز ملا۔ اس میں انہوں نے منشیات سے متعلق اپنے احساسات اور تجربات بیان کئیے جن کے لئے الفاظ ڈھونڈنا بہت مشکل کام ہے۔ لیکن انہوں نے ایسا کیا، اور لگتا تھا کہ ان کو یہ سب بیان کرنے میں کوئی مشکل نہیں پیش آئی کیونکہ وہ نئے نئے الفاظ ایجاد کر لیتے تھے۔ ان کا لغت کا خزانہ اتنا وسیع تھا کہ ہر چیز کے بارے میں الفاظ ڈھونڈ لیتے تھے اور اس طرح سے پڑھنے والوں یا سننے والوں کے سامنے اپنی بات کا اظہار کر سکتے تھے۔ اس صلاحیت کی وجہ سے ہی ان کو یہ پرائز ملا تھا۔ اور اس پرائز کے ذریعہ سے انہوں نے جماعت کو مالی طور پر اپنے پیروں پر کھڑا ہونے میں مدد دی۔ 10000 جرمن مارک کی پرائز میں سے میرے خیال میں 6000 یا 7000 جرمن مارک انہوں نے جماعت کو دئے اور پھر پاکستان میں مرکز نے کہا کہ آپ کا بجٹ اب زیادہ ہو گیا ہے، اس لئے اب آپ لوگ اپنا خرچہ خود اٹھائیں۔

ان کی تمام خدمات کا ذکر کرنا بہت مشکل ہے، لیکن میں ایک بار پھر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت وہ واحد ایسے شخص تھے جو اسلام کے بارے میں ان لوگوں کو معلومات فراہم کر سکتے تھے جو مسجد میں آتے تھے۔ دوسرے احمدی انگریزی میں ایسا کر سکتے تھے، امام صاحب بھی انگریزی میں بات کر سکتے تھے۔ اور میری فصاحت اور دینی علم اتنا نہیں تھا کہ میں ایسا کر سکتا، اس وجہ سے ہدایت اللہ صاحب جماعت کے ترجمان تھے۔ جب وہ بیمار ہوتے تو ہمیں ان کی کمی محسوس ہوتی تھی تو ہمیں بغیر ترجمان اور بغیر پریس کے دفتر کے اور بغیر ایک سیکرٹری کے کام کرنا پڑتا تھا جو روزمرہ کے کاموں کو نمٹا سکتا۔ لمبے عرصہ بعد جماعت ان کی نگرانی میں ایک الگ پریس کی ڈپارٹمنٹ قائم کر سکی اور دوسرے احمدیوں نے پھر ان کی جگہ کام سنبھالا۔ دراصل ہدایت اللہ صاحب نے شروع کے عرصہ میں نہ صرف جماعت پر اپنا نقش چھوڑا بلکہ وہ جماعت کا چہرہ تھے۔

غیر معمولی واقعات:۔

ہدایت اللہ صاحب کے ساتھ بہت سے ایسے واقعات کا تجربہ ہوا جن کا اثر باقی رہنے والا تھا۔ ان کے ساتھ سفر کرنے کا مزہ آتا تھا کیونکہ کچھ پتہ نہیں ہوتا تھا کہ آگے کیا ہوگا۔ ہم نے کبھی کوئی پروگرام پہلے سے نہیں بنائے، ہمیشہ فوری طور پر نئے فیصلے کر لیتے تھے۔ ہمارے اردگرد جو کچھ بھی ہو رہا ہوتا تھا اسی کے مطابق چلتے تھے۔ ہدایت اللہ صاحب ہمیں ہر بات کو دوسرے زاویہ سے دیکھنا سکھاتے تھے یہ کہ ہمارے اردگرد اتنا کچھ ہو رہا ہوتا ہے جو اہمیت رکھ سکتا ہے۔ اگر انسان ہر وقت اپنے آپ میں مگن رہتا ہو تو اس کو ان چیزوں کا پتہ بھی نہیں چل سکتا۔

1980 کی دہائی اور 1990 کے شروع میں میں اکثر ہدایت اللہ صاحب کے ساتھ سفر کرتا تھا، ان کے ساتھ ہر سفر ایک ایڈونچر بن جاتا کیونکہ کوئی نہ کوئی واقعہ پیش آتا یا نئے لوگوں سے ملاقات ہوتی۔ ہدایت اللہ صاحب کے ساتھ بہت خوبصورت وقت گزرا اور یہ بتانا مشکل ہے کہ خوبصورت ترین وقت کونسا تھا۔ جب جماعت میں کل 300-200 لوگ تھے تو ہمارا معمول تھا کہ ہر سال ہم ناروے کے خدام الاحمدیہ کے اجتماع پہ جاتے تھے۔ کوئی تیز رفتار گاڑی کرایہ پر لے کر ہم جمعرات کی شام کو نکلتے، بون میں دو خدام لڑکوں کو ساتھ لیتے اور پھر ڈنمارک اور سویڈن میں سے ہوتے ہوئے اوسلو کی طرف فل سپیڈ پر بڑھتے۔ کوپن ہیگن میں ہمیشہ کچھ وقت کے لئے رکتے، آرام کرتے، جمعہ پڑھتے، کافی پیتے اور تھوڑی دیر کے لئے گوٹے برگ کی مسجد میں رکنے کے بعد ناروے پہنچتے۔ وہاں اجتماع میں پھر اسپورٹس، کوئیز تلاوت اور نظم کے مقابلہ جات میں شامل ہوتے اور پرائز وغیرہ سے لدے ہوئے واپسی کے سفر پر نکلتے۔

خوبصورت ترین یادیں:۔

ہدایت اللہ صاحب کے ساتھ میری خوبصورت ترین یادیں وہ تھیں جب میں ان کو دن یا رات کے کسی بھی وقت ملنے کے لئے جا سکتا تھا۔ میں بیت السبوح میں رات کے بارہ یا ایک بجے تک کام کرنے کے بعد ان کو فون کرتا اور پوچھتا کہ وہ ابھی جاگ رہے ہیں کہ نہیں۔ وہ ہمیشہ جاگ رہے ہوتے تھے کیونکہ وہ رات کو کام کرنے کے عادی تھے۔ پھر میں اپنے گھر جانے سے پہلے ان کے گھر چلا جاتا اور وہ اپنے دل کی باتیں مجھ سے کرتے اور میں اپنی پریشانیاں ان کو بتاتا۔ ہم بات چیت کرتے بعض دفعہ بحث بھی ہوتی، ایک دو بار انہوں نے مجھ پر تنقید بھی کی اور کہا کہ میں نئے احمدیوں کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں اور پرانے احمدیوں کا زیادہ خیال نہیں رکھتا۔ پھر ہم پروگرام بناتے اور ڈسکشن کرتے۔ ہدایت اللہ صاحب پر کچھ ایسے وقت بھی آئے جب ان کو بہت بڑی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ کچھ لوگوں کے لئے ان کے ساتھ ڈیل کرنا مشکل تھا، اس لئے کہ وہ ہر ایک کی ہاں میں ہاں ملانے والے نہیں تھے بلکہ اپنا نظریہ ضرور پیش کرتے تھے۔ خاص طور پر کچھ پاکستانی احمدی، جو بات کرتے وقت کچھ پابندیوں کا خیال رکھنے کے عادی تھے اور ڈائریکٹ بات کرنے کو برا سمجھتے تھے، ان کے لئے یہ بات قبول کرنا مشکل تھا۔ مگر ہدایت اللہ صاحب بالکل ڈائریکٹ بات کرتے تھے۔ مثال کے طور پر نیشنل عاملہ کی میٹنگ میں کبھی کبھی وہ بہت ڈائریکٹ طریقہ سے بات کرتے تھے اور ان کی صاف گوئی کی وجہ سے کچھ لوگ ناراض بھی ہو جاتے تھے۔ جب ان کے سوالات کا فوری طور پر یا صحیح جواب نہ ملتا تو جب تک ان کی تسلی نہ ہو جاتی، وہ پیچھے پڑے رہتے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو تلخی پیدا ہو جاتی۔ تب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر دعاؤں میں لگ جاتے۔ ان کے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ دعائیں اثر دکھاتی اور مجھ پر بھی اس بات کا بہت اثر ہوتا۔ اس طرح سے مجھے ان کے مستحکم اور مضبوط ایمان کا احساس ہوا۔ اللہ پر مضبوط یقین اور دعا کی طاقت ان کو پھر دوبارہ سہارا دیتی۔ ان کی وفات سے کچھ ماہ پہلے میں اکثر ان کے پاس ہوتا تھا اور ان کے وجود سے ظاہر ہوتا ہوا سکون صاف صاف محسوس کرتا تھا اور یہ کہ وہ اندورنی طور پر پُر اطمینان ہیں اور ان کی آنکھوں سے ظاہر ہوتی ہوئی خاموش مسکراہٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ ہر چیز سے بالا تھے۔ آخر تک ایسا لگتا تھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ 'جو میرے سے ہو سکا، میں نے کیا'۔ ان کو جیسے دوبارہ چین مل گیا تھا۔ میں وہ تصویر کبھی نہیں بھول سکتا جب میں اکثر شام کے وقت ان کے پاس بیٹھا ہوتا تھا اور وہ اپنی میز کے آگے بیٹھے مسکرا رہے ہوتے اور چہرے سے ناقابل یقین اطمینان اور سکون ظاہر ہو رہا ہوتا۔ اسی وجہ سے میں وہاں جاتا تھا چاہے میرے پاس وقت ہوتا یا نہ ہوتا، کوئی بات کرنے کو ہوتی یا نہ ہوتی۔ بعض دفعہ تو ہم بغیر کچھ کہے بیٹھے رہتے تھے۔

عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ ضرور کچھ بولنا چاہیے کیونکہ ان کو اس خاموشی اور خالی پن سے خوف آتا ہے۔ ہدایت اللہ صاحب کے ساتھ یہ ہوتا کہ ہر ایک اپنی دعاؤں میں مگن ہوتا تھا اور اپنے خیالات یا ذکر الٰہی میں محو ہوتا، لیکن پھر بھی ایک دوسرے سے لاتعلق نہ ہوتے۔ باتیں کئے بغیر اس طرح آگاہی حاصل ہونا ان کے ساتھ ایک نارمل اور خوش کن اور پرسکون امر تھا۔ لیکن کچھ لوگوں کو یہ عجیب لگتا۔

ہدایت اللہ صاحب نے مجھے بہت سے شعر لکھ کر دیئے۔ جب بھی میں مشکل وقت میں سے گزر رہا ہوتا تھا وہ محسوس کر لیتے تھے، مثال کے طور پر عاملہ کی میٹنگ میں کوئی پرابلم ہوتا یا مشکلات ہوتیں، یا کسی کی وفات پر، وہ ہمیشہ ایک چھوٹی سی نظم یا شعر لکھ کر بھیجتے، جس سے پھر میری ڈھارس بندھتی۔ اس طرح سے وہ بہت مدد دیتے۔ بہت سی نظمیں بار بار ملتی تھیں، بعض دفعہ وہ تنقیدی ہوتیں یا مطالبہ کرتی ہوئی۔ مجھے توجہ دلانے کے لئے کہ مجھے کوئی فیصلہ کرنا چاہیے یا کچھ کہنا چاہیے۔

غیر از جماعت کا ان کے بارے میں تاثر:۔

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جماعت سے باہر بھی ہدایت اللہ صاحب کو بہت عزت ملی جس کا بہت سے لوگوں کو ان کی وفات کے بعد پتہ چلا۔ کیونکہ اس سے پہلے ان لوگوں سے کم ملاقات ہوتی تھی۔ لوگوں کو ان کے کھرا پن اور صاف گوئی نے اپنی طرف متوجہ کیا۔ تبلیغی پروگراموں میں ان کا پہلے سے کوئی پلان نہیں ہوتا تھا۔ شروع میں تو ایسا لگتا کہ بس ابھی سو جائیں گے، مگر جب ان کی باری آتی تو بالکل انوکھے طریقہ سے بات شروع کرتے، اپنے ساتھ پیش آئے ہوئے کسی واقعہ کا ذکر کرتے یا کمرے میں موجود کسی شخص سے بات شروع کرتے یا حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے۔ لوگوں کی توجہ کھینچنے اور پھر ان کو آہستہ سے اسلام کی طرف لانے کی صلاحیت ان میں موجود تھی جو لوگوں کے لئے انوکھی بات تھی۔ لوگوں کو اس طرح سے محسوس کراتے تھے کہ اسلام تمام انسانوں کے لئے اس زمانے کے لئے بلکہ مغرب میں رہنے والوں کے لئے ہی بنا ہے۔ لوگوں کو پہلی بار اس نئے ڈھنگ سے اسلام کے بارے میں پتہ چلا۔ ہدایت اللہ صاحب نے لوگوں کی توجہ اس طرف پھیری کہ وہ اسلام کے بارے میں تحقیق کریں اور خود اپنی رائے قائم کریں۔

میڈیا کا ان کی وفات کے بعد کا ردعمل:۔

ان کی وفات کے بعد جرمنی کی میڈیا کا بہت سچا اور مخلص ردعمل تھا، سب نے ادب اور احترام کے ساتھ ان کی خدمات کو سراہا۔ FAZ اخبار، جس کے ساتھ ان کے کچھ پرابلم بھی رہے تھے، اس اخبار نے ان کا آخری پورے کا پورا خط شائع کیا، جو اس نے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ شروع میں انہوں نے وہاں کام کیا تھا، مگر پھر ان کے پگڑی پہننے اور لاٹھی لے کر چلنے پر اعتراض ہوا، کہ یہ ایک یورپی اخبار کے اڈیٹر کو زیب نہیں دیتا۔ پھر انہیں نوٹس دیا گیا اور کانٹریکٹ کینسل کر دیئے گئے۔ FAZ کے لئے وہ باقاعدگی سے میوزک، حالات حاضرہ، اور خاص طور پر مذہبی امور اور اسلام کے بارے میں مضمون لکھتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد نہ صرف ان کا خط شائع ہوا بلکہ اس کے نتیجہ میں شروع ہونے والی بحث، جو مشہور شاعر گوئٹے اور اسلام کے متعلق تھی اور Sarrazin-Hübsch-Kelek Debatte کے نام سے مشہور ہے، کو بھی دو سے تین ہفتہ تک شائع کیا جاتا رہا۔ ان کی بیٹی خولہ ہبش صاحبہ نے اس ڈسکشن کو مزید آگے بڑھایا۔ اس کے بعد خولہ کے مزید دو مضمون اس اخبار میں شائع ہوئے ہیں، اور صرف خط لکھنے والی کے طور پر نہیں بلکہ آزاد مصنف کے طور پر، جس سے ان کے والد صاحب کو روکا گیا تھا۔ لگتا ہے کہ اخبار والوں کا ضمیر جاگ اٹھا تھا۔ افسوس، جب بھی کوئی اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو بہت سے لوگوں کو تب اس کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ جماعت میں اس کے برعکس ہوا۔ بہت سے نوجوانوں کا ہدایت اللہ صاحب کے ساتھ خطوط کے ذریعہ گہرا رابطہ تھا اور وہ ہر ایک کے مسائل جن کا تعلق ازدواجی زندگی، والدین کے ساتھ پرابلم، اسکول میں مسائل وغیرہ سے ہوتا، حل کرنے میں ان کی پوری مدد کی کوشش کرتے اور ان کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے۔ ہر خط کا وہ خود اپنی ٹائپنگ مشین پر جواب لکھتے تھے۔ ان نوجوانوں کے ردعمل کو میں اب دیکھتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو سمجھ گئے ہیں کہ ان کو پہلے سے بڑھ کر کوشش کرنی ہوگی۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے ان کی وفات کے بعد ہماری جماعت کے نوجوان پہلے سے زیادہ ایکٹیو ہو گئے ہیں۔ ان کا نمونہ ان نوجوانوں کے لئے اور بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہو گیا ہے اور ان کے عمل پر اثر انداز ہو رہا ہے۔

کتنی لطیف ہے خدا کی محبت، جب تیری طلب پوری ہو جاتی ہے
اور تیری آنکھیں آسمان سے گرتی ہوئی روشنی سمیٹنے لگتی ہیں
تیری لڑکھڑاہٹ رک جاتی ہے اور وہ خوف جس کے بارے میں
شیاطین آوازیں بدل بدل کر گاتے تھے، ختم ہو جاتا ہے
تب دل پر امن ہو جاتا ہے اور درد آرام پاتا ہے اور دنیا کا فریب دور ہو جاتا ہے
کتنی لطیف ہے خدا کی محبت، کتنی شفا بخش اس کی محبت اور کتنا تعجب خیز اس کا نور
کیا تمہیں یہ سب احمد میں نظر نہیں آتا؟
کیا تُو اپنے آپ کو اس وحشی بھیڑ کے شور سے سحر زدہ ہونے دے گا جس سے تیرے کان بجتے ہیں
اور جب تُو جھوٹی انا اور نفرت سے الگ ہو کر،
ندامت میں ڈوب کر خدا کا کلام اپنے اندر جذب کرے گا
تو تب تُو اسلام کا مطلب سمجھے گا
کتنی لطیف ہے خدا کی محبت، کتنی شفا بخش اس کی محبت اور کتنا تعجب خیز اس کا نور
کیا تمہیں یہ سب احمد میں نظر نہیں آتا؟
جب بہکانے والی تصویریں، جو تجھے مزید پاگل کرتی ہوں
تیری روح سے نکل جائیں تو ساری زندگی آسان ہو جائے گی
اللہ تجھ پر فضل کرے گا لطیف اور مہکتی ہواؤں کے ساتھ
اور غم اور چیخ و پکار سے آزاد کر دے گا اور تجھے امن حاصل ہو جائے گا
کتنی لطیف ہے خدا کی محبت، کتنی شفا بخش اس کی محبت اور کتنا تعجب خیز اس کا نور
کیا تمہیں یہ سب احمد میں نظر نہیں آتا؟

آؤ ہم اس دنیا کو مزید خوبصورت بنائیں، رکنا نہیں اور اکتانا نہیں، ابھی تو ہم مل کر بہت کچھ بہتر کر سکتے ہیں (ہدایت اللہ ہبش، مئی 2010)

ایک دوست کی یاد میں،
عبداللہ (نیشنل امیر صاحب جرمنی) رمضان 2011

مکرم ہدایت اللہ ہبش صاحب کی حسین یادیں

(مکرمہ صادقہ ہبش صاحبہ)

اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے خاوند کے ساتھ تقریباً تیس سال کا عرصہ گزارنے کا موقع عطا فرمایا۔ اور ان سالوں کی بے شمار یادوں اور واقعات میں سے کچھ کا انتخاب کرنا ناممکن لگتا ہے

میرے شوہر جرمن تھے اور اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ میرا تعلق قادیان سے ہے۔ میرے والد مکرم چوہدری سعید احمد مہار صاحب مرحوم تین سو تیرہ درویشانِ قادیان میں سے تھے۔ میری والدہ صاحبہ سیٹھ خیر الدین صاحب لکھنؤ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا نام مکرمہ طاہرہ صاحبہ تھا۔ قادیان میں ہی ان کی شادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ اس طرح مسیح موعودؑ کی پاک بستی قادیان کے پاکیزہ اور روحانی ماحول میں میں نے اپنا بچپن اور جوانی گزاری۔

مجھے جلسہ سالانہ کے وہ خاص برکت اور رونق والے دن یاد ہیں جب دنیا بھر سے مہمان آیا کرتے تھے۔ جلسہ کے دنوں میں ہم لڑکیوں کی ڈیوٹی لگا کرتی تھی کہ ہم باہر سے آنے والے مہمانوں کو قادیان کی سیر کروائیں۔ جیسا کہ منارۃ المسیح، بہشتی مقبرہ وغیرہ۔ ایک دن اسی طرح ہم مہمان خواتین کے ساتھ منارۃ المسیح کے اوپر گئے ہوئے تھے کہ میں نے اوپر سے دیکھا کہ نیچے ہبش صاحب جرمنی کے موجودہ امیر مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب کے ساتھ کھڑے ہیں جو اس وقت ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے اور ہبش صاحب ان کو قادیان کے مقدس مقامات کی سیر کروا رہے تھے۔ ہبش صاحب نے سفید رنگ کی پگڑی اور شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ یہ میرے لئے انتہائی خوبصورت نظارہ تھا، میں نے ان کے بارہ میں جماعتی لٹریچر میں پڑھا ہوا تھا کہ انہوں نے کیسے احمدیت قبول کی تھی۔ مجھے اس وقت انہیں وہاں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

کچھ دن کے بعد میری ممانی "جو لکھنؤ سے آئی ہوئی تھیں" نے مجھے کہا کہ وہ ہبش صاحب کی بیوی مکرمہ ہدایت بیگم سوفیہ صاحبہ سے ملنے جارہی ہیں تو میں ان کے ساتھ چلی گئی۔ اس طرح محترم میاں وسیم احمد صاحب کے گھر ان کے ساتھ پہلی دفعہ ملاقات ہوئی، میری ممانی تو ان کے ساتھ باتیں کرتی رہیں اور میں ان کی چھوٹی سی بیٹی عطیہ نور کے ساتھ کھیلتی رہی جو مجھے بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اس وقت تو دور دور تک میرے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ ایک دن میں اس نیک شخص کی بیوی اور اس پیاری بچی کی ماں بنونگی۔ جب ہبش صاحب کی اہلیہ کی وفات ہوئی تو وہ چھوٹی سی تین سال کی بیٹی کے ساتھ اکیلے رہ گئے۔ اور ظاہر ہے کہ انہوں نے جلد ہی دوبارہ شادی کے متعلق سوچا۔ مختلف رشتے سامنے آئے اور ایک جگہ بات کافی آگے بھی پہنچ چکی تھی۔ رمضان کا بابرکت مہینہ تھا، ہبش صاحب نے خواب میں میرے والد صاحب کو دیکھا کہ وہ ان کو ایک انگوٹھی دے رہے ہیں چنانچہ ان کے دل میں آیا کہ انہیں اس درویش آدمی کی بیٹی سے ہی شادی کرنی چاہیے۔ اگلی صبح ہی ہبش صاحب نے میرے والد صاحب کو رشتے کے لئے خط لکھا۔ اس طرح سے میرا نکاح ہبش صاحب سے عمل میں آیا اور حیرت انگیز طور پر میں کچھ ہی دنوں میں جرمنی پہنچ گئی۔

ہدایت اللہ صاحب کا خدا تعالیٰ سے خاص تعلق تھا اس کی برکت سے مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے بے شمار واقعات کا مشاہدہ کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ ان میں سے چند ایک پیش کرنا چاہوں گی۔ شادی کے شروع میں مجھے کافی مشکل لگتا تھا اور میں سوچتی تھی کہ یہ اتنی بڑی شخصیت اور اتنے علم والے ہیں اور میں تو بالکل سادہ اور کم علم ہوں یہ جوڑی کیسے کامیاب ہوسکتی ہے۔ ہم دونوں ہم زبان بھی نہیں تھے۔ اس وجہ سے میں بہت پریشان رہا کرتی تھی اور بہت دعا کیا کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خوابوں کے ذریعے تسلی دی۔

شادی کے کچھ عرصہ بعد جب ہم پاکستان گئے اور وہاں محترم سر ظفراللہ خانؓ صاحب سے ملاقات کی تو میں نے ان سے بھی اس فکر کا اظہار کیا اور دعا کی درخواست کی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انہوں نے کہا کہ آؤ مل کر دعا کرتے ہیں۔ انہوں نے دعا کروائی اور آمین کہتے ہی میرے اندر عجیب سی تسلی اور سکون پیدا ہو گیا۔ اور اس کے بعد مجھے کبھی بھی احساس کمتری نہ ہوا۔ یہ بھی ذکر کرنا چاہوں گی کہ جب میں ہبش صاحب کے سامنے ان کے مقام اور اپنی کم مائیگی کا اظہار کرتی کہ میں آپ کی ہم کفو نہیں ہوں تو مجھے پرزور انداز میں سمجھاتے کہ دیکھو میرا اور تمہارا رشتہ آسمان پر طے ہوا ہے تم میرے لئے بنائی گئی ہو اور ہم نے ہر صورت میں اکٹھے رہنا ہے۔

ہبش صاحب بہت دماغی محنت کا کام کرتے تھے اور جماعتی مصروفیات بھی ہوتی تھیں۔ کام کی زیادتی سے کافی کمزوری ہو جاتی تھی۔ اس لئے مجھے بحیثیت بیوی بہت سی قربانیاں دینا پڑتی تھیں۔ وہ اپنی مصروفیات اور بیماری کی وجہ سے مجھے اتنا وقت نہ دے سکتے تھے۔ لیکن جب بھی میرے ساتھ وقت گزارتے تو اتنا ہنساتے اور خوش رکھتے تھے کہ مجھے اپنی زندگی جنت نظیر لگتی تھی اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی تھی کہ اللہ نے مجھے ایسے نیک اور پیار کرنے والے ہم سفر سے نوازا ہے۔ وہ میرا بہت خیال رکھتے تھے اور خاص طور پر جب بچے کی پیدائش متوقع ہوتی تھی تو ان دنوں وہ میرا بہت ساتھ دیتے تھے۔ اور کبھی کبھی تو مجھے کہتے کہ تم آرام کرو کھانا میں بنا لیتا ہوں اور پھر مجھ سے پوچھ پوچھ کر کھانا تیار کر کے میرے سامنے رکھ دیتے۔

انہوں نے کھانے کے معاملہ میں آنحضرت ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کبھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ جو پکا ہوتا خاموشی سے کھا لیتے، اگر نہ پسند آتا تو کبھی برائی نہ کرتے اور جب پسند آتا تو ہمیشہ تعریف کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے۔ اس کی بہت سی مثالیں ان کی زندگی میں موجود ہیں۔ جب بچے کی پیدائش ہوتی تو شہد لے کر ہسپتال میں جاتے سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے بچے کے کان میں اذان دیتے اور اس کو شہد چٹاتے۔ ہمارے ایک بیٹے کی پیدائش وقت سے تین ہفتے پہلے ہوگئی۔ کیونکہ ان دنوں مکان بدلنے کی وجہ سے مجھے زیادہ کام کرنا پڑا اور بوجھ اٹھانے کی وجہ سے پیدائش کے

دوران خطرناک صورتِ حال پیدا ہوگئی۔ حتیٰ کہ فوراً آپریشن کرنا پڑا۔ وہ اس دوران سورہ یٰسین پڑھتے رہے انہیں کشفی صورت میں دیوار پر لفظ alive لکھا ہوا نظر آیا جس سے ان کے دل کو تسلی ہوگئی کہ سب کچھ خیریت سے ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت فضل فرمایا اور میں اور بیٹا دونوں خیریت سے رہے۔

ان کو جنون کی حد تک تبلیغ کا شوق تھا۔ دل میں تڑپ تھی کہ لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچاؤں اور اسلام کی خوبصورتی دنیا کو دکھاؤں۔ اس مقصد کی لئے ہر قسم کی تکلیف اٹھا کر اور اپنی صحت کو نظر انداز کر کے بھی دور دور تک سفر کر کے تبلیغی میٹنگز میں شامل ہوتے اور لوگوں سے ذاتی ملاقاتوں میں ان کو تبلیغ کرتے۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو انکے مسائل کے متعلق سمجھانے کی کوشش کرتے اور کہا کرتے تھے کہ جب تک لوگوں کو ان کے مسائل سمجھاؤں گا نہیں تو ان کا حل کیسے پیش کر سکوں گا۔ اور یہی وجہ تھی کہ لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آتے تھے اور ان سے متاثر ہوتے تھے اور انکی باتوں کو دھیان اور شوق سے سنتے تھے۔ اس طرح سے بہت کامیاب طریقِ تبلیغ آپ نے اپنایا ہوا تھا۔ جماعتی کاموں سے کبھی انکار نہ کرتے۔ جب بھی فون آتا فوراً تیار ہو جاتے چاہے طبیعت کتنی بھی خراب ہوتی ہمیشہ خدمت کے لئے حاضر ہوتے اور اس طرح اپنے عہدِ وقف کو خوب نبھایا۔ اگر میں نے کبھی کہا بھی کہ اس وقت آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں آج نہ جائیں تو مجھے سمجھاتے کہ میں تو وقف ہوں مجھے تو جانا ہی ہے۔ باجماعت نماز کے بہت پابند تھے۔ اور بچوں کو بچپن سے ہی نماز کی تاکید کرتے تھے۔ جونہی بچہ سات سال کا ہوتا تو خود ساتھ کھڑے ہو کر اسے وضو کرنا سکھاتے اور پھر سب کے ساتھ نماز باجماعت کا عادی بناتے۔ جس دن ہماری چھوٹی بیٹی سات سال کی ہوئی تو وہ خود ہی ان سے کہنے لگی کہ مجھے وضو کرنا سکھائیں اور پھر چھوٹا سا دوپٹہ لے کر نماز پڑھنے ساتھ کھڑی ہوگئی۔ جس سے ہم دونوں کو انتہائی خوشی ہوئی۔

ان کو فرض نماز سے بہت محبت تھی اور اس کی ادائیگی کا خاص خیال رکھتے۔ ساتھ ہی نوافل کی ادائیگی کی طرف بھی بہت توجہ تھی۔ سفر سے واپس آتے تو ہمیشہ پہلے دو نفل ادا کرتے۔ جب بھی کوئی پریشانی آتی تو سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے نوافل کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے شاید انکے نماز سے عشق کی وجہ سے ان کو یہ توفیق دی کہ وفات کے دن بھی فجر کی نماز اپنی فیملی کے ساتھ ادا کی۔ ان کو سنت رسول ﷺ کا بہت خیال رہتا تھا اس لئے جب بھی سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب کے لئے چھوٹے چھوٹے تحفے ضرور لاتے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی سنت ہے۔ اب انکے یہ تحائف ہی ہم سب کے لئے یادوں کا ایک خزانہ بن گئے ہیں۔

خلافت سے عشق تھا۔ آپ کو تین خلفاء کی خدمت کا موقع ملا۔ خلیفہ وقت سے گہرا تعلق رکھتے اور ہمیشہ موقع ملنے پر تحائف بھی بھجوا کرتے اور یہ محض خدا کا فضل تھا کہ خلفاء کی طرف سے بھی بہت شفقت اور پیار کا سلوک عطا ہوا۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح خامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ میں ذکر فرمایا تھا۔ کہ جب حضور ازراہِ شفقت ہمارے گھر تشریف لائے تھے تو حبش صاحب کی خوشی کی انتہا نہ تھی اور خوشی خوشی انہوں نے حضورِ اقدس کو سارا گھر دکھلایا۔

ان کا اپنے بچوں کے ساتھ بہت پیار کا سلوک تھا۔ اپنی مصروفیت کی وجہ سے بچوں کو زیادہ وقت نہ دے سکتے تھے لیکن جب بھی وقت ملتا تو بچوں کو باہر لے جاتے۔ آئس کریم وغیرہ کھلاتے۔ ان کا سکول کا کام بھی چیک کرتے۔ بچوں کے ساتھ عموماً سختی نہیں کرتے تھے اگر تربیتی امور میں ضرورت پڑتی تو ناراضگی کا اظہار کر دیتے جس سے بچوں کو بات سمجھ آ جاتی۔ مجھے بھی سمجھاتے کہ بچوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے پیش آؤ۔ ان کو کبھی مارنا یا ڈانٹنا نہیں چاہئے۔

ان کے قبولیتِ دعا کے بے شمار واقعات ہیں۔ اور اکثر اللہ تعالیٰ پہلے ہی اشارے فرما دیتا۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی یوں فرماتا کہ ان کو ایسے راستہ پر لے جاتا جہاں ان کا جانے کا ارادہ تو نہ ہوتا لیکن ادھر ان کے جانے سے کوئی نہ کوئی فائدہ پہنچتا تو اس پر بہت خوشی کا اظہار کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں میری رہنمائی فرمائی اور میرا فلاں مقصد پورا ہوا۔ اس طرح کے واقعات ہم اکثر دیکھا کرتے تھے اور اس طرح ہمیں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے سے رحم اور شفقت کا سلوک مشاہدہ کرنے کا موقع ملتا۔ آپ میں توکل علی اللہ اور مالی قربانی کا جذبہ بے مثال تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ مالی تنگی کے وقت اپنا پرس دیکھتے اور جو کچھ اس کے اندر ہوتا وہ خدا کی راہ میں دے دیتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح میری مشکلات دور فرمائے گا اور ایسا ہی ہوتا۔ اکثر بتاتے کہ کس طرح خدا نے غائبانہ طور پر میری مشکل کشائی کی ہے۔ مثلاً کہیں سے کوئی چیک آ جاتا یا کوئی کام مل جاتا۔ اس لئے ہمیشہ کہتے تھے کہ ''پریشان نہیں ہونا چاہئے بلکہ دعا کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ خود مدد فرمائیگا''۔

آپ بہت ہی کھلے دل کے مالک تھے جب بھی موقع ملتا عید سے پہلے یا دوسرے موقعوں پر مجھے ساتھ بازار لے جاتے اور میری پسند کی چیزیں دلواتے، چیزیں ڈھونڈنے میں مدد کرتے۔ اور کہتے جو پسند ہے لے لو۔ کبھی کنجوسی نہ کرتے۔ اسی طرح کے بہت سے واقعات ہیں اب تو یادیں ہی رہ گئی ہیں۔

اکتوبر ۱۹۹۷ میں آپ ازبکستان گئے جہاں انہیں مختلف جماعتی خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ مصنف کی حیثیت سے بھی انکی کچھ مصروفیات تھیں۔ وہاں قیام کے دوران ان کو دل کا دورہ پڑا۔ اور وہیں ایک ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا۔ ہمارے لئے انتہائی پریشانی کے ایام تھے اتنی دور بیرونِ ملک وہ تکلیف میں تھے۔ واپسی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ ادھر میں چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ اکیلی پریشان تھی، کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ میں نے دردِ دل سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور معجزانہ طور پر آپ کو جرمنی لانے کا بندوبست ہوگیا۔ یہاں بائی پاس ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے صحت عطا فرمائی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ پیار کا خاص سلوک ہے۔ اس کے بعد آپ تیرہ سال تک زندہ رہے۔ اور جماعت کی مزید خدمت کے ساتھ انہیں بہت سی کتابیں بھی تحریر کرنے کی توفیق ملی۔ ذالک فضل اللہ۔

آج ہمارے لئے انہوں نے بیشمار دعائیں چھوڑی ہیں اور ان کی نصیحت ہمیشہ ہمیں یاد رہے گی کہ صبر کرو اور دعا کرو۔ جب بھی پریشانی ہوتی یہی نصیحت کرتے اور خود بھی اس پر عمل کرتے۔ رو کر دعائیں کرتے تھے۔ ان کی ساری زندگی اس کی زندہ مثال ہے کہ کیسے انسان دعا کے ذریعہ خدا کا قرب اور فضل حاصل کر سکتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں صبر کے ساتھ ان کی نصائح پر عمل کرنے اور ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

میرے والد کی یادیں

عطیہ ھبش فرانکفرٹ
(ترجمہ۔ماہم منیر رامہ)

میری پہلی یادیں اپنے والد ہدایت اللہ ھبش کے متعلق اس وقت سے شروع ہوتی ہیں جب میں تقریباً تین چار سال کی تھی۔ میرے ذہن میں ایک تصویر آتی ہے کہ وہ میرے ساتھ نور مسجد فرینکفرٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور میرے ساتھ سورۃ فاتحہ دہرا رہے ہیں۔اتنی بار کہ مجھے جلد ہی زبانی یاد ہوگئی۔

اپنی زندگی کا ہر لمحہ انہوں نے دعا اور خدا کی یاد میں گزارا۔خدا کی محبت انکی روح کی گہرائیوں تک اتر گئی تھی۔اور انہوں نے اپنی اولاد کو بھی یہی تعلیم دی کہ ہماری زندگی کا مقصد خدا تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق قائم کرنا ہے۔اور یہ کہ ہمیں دعاؤں اور صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اسکی رحمت مانگنی ہے۔انکے لئے آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنا بہت اہمیت رکھتا تھا۔ہمارے روزمرّہ کے معمولات اسی طرح گزرتے تھے۔چاہے وہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوں کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سیدھے ہاتھ سے کھانا۔وہ اپنے بچوں کی تربیت میں سختی اور جبر سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ انکی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ ایسی باتوں پر آپس میں تبادلہ خیالات کیا جائے۔وہ ہمیں خود بھی سوال کرنے کو کہتے۔بہت محبت کے ساتھ اسلامی تعلیم کو خوبصورت انداز سے بیان کرتے کہ ہمیں اپنے ہر سوال کا جواب مل جاتا۔صرف ہم نے ہی نہیں بلکہ بہت سے نومبایعین اور نوجوانوں نے بھی ان سے بہت کچھ سیکھا۔انہوں نے ایک غیر اسلامی معاشرے میں زندگی گزارنے کے لئے بہتوں کی مدد کی اور اس طرح انہوں نے ایک غیر اسلامی معاشرے اور اسلامی تعلیم کے درمیان ایک پل کھڑا کردیا۔آپس میں تبادلہ خیال (Dialog) انکے لئے اتنا ضروری تھا کہ انہوں نے بہت سے لوگوں سے ذاتی تعلق رکھا ہوا تھا۔چاہے وہ فون کے ذریعے ہو، خط ہو یا میل جول کے ذریعے ہوں۔انکی وفات کے بعد بہت لوگوں نے ہمیں بتایا کہ انکا ہمارے والد کے ساتھ کتنا گہرا تعلق تھا۔ہم سنکر حیران رہ گئے کہ انہوں نے اتنے سارے لوگوں سے کیسے اتنا گہرا تعلق رکھا ہوا تھا۔

چونکہ میں کچھ دور رہتی ہوں اور میرے والد کے گھر تک آدھے گھنٹے کا سفر ہے، وہ مجھے بھی اکثر خط لکھا کرتے تھے۔جب بھی کوئی پریشانی یا مشکل آتی تو دعائیں لکھ کر دیتے جو میں ان حالات میں پڑھوں یا تسلی دینے کے لئے نظمیں لکھ کر بھیجتے۔

خلافت سے محبت ایک اور ضروری پہلو ہے جو انہوں نے ہمیں بچپن سے ہی سکھایا۔جونہی مجھے لکھنا آ گیا انہوں نے مجھے حضور کو خط لکھنے کی بھی ترغیب دلائی۔جب بھی میں اپنے والد کے پاس کسی مسئلے کے لئے آتی تو وہ کہتے کہ دعا کرو اور حضور کو خط بھی لکھو۔میرے والد کو خدا پر بہت توکّل تھا۔جو بہت سے واقعات اور دعائیں قبول ہونے سے مضبوط ہوتا گیا۔کبھی بھی انہیں شک نہیں ہوا اور نہ ہی انہوں نے کبھی ہمّت ہاری بلکہ وہ زیادہ ہی دعاؤں میں ڈوب جاتے اور انہیں پورا یقین رہتا کہ اللہ تعالیٰ ضرور انکی مدد فرمائے گا چاہے بظاہر کتنا ہی مشکل اور غیر ممکن معاملہ ہو۔

انکے کردار کی خوبصورتی کو چند سطروں میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔اتنا کچھ ہے جو بیان کرنے کے لائق ہے۔قرآن سے محبت اور اس کی سمجھ، آنحضرت ﷺ سے محبت، حضرت مسیح موعودؑ سے محبت، خلافت سے محبت، قادیان سے محبت، انکا حوصلہ، مالی قربانیاں، شاعری، کتب، جماعت کی خدمت، تبلیغ کا جنون وغیرہ وغیرہ۔ حضور نے اپنے ۷ جنوری ۲۰۱۱ کے خطبے میں میرے والد کے متعلق فرمایا کہ:

ایک صاحبِ علم شخصیت تھے اور ہر طرح سے کہنا چاہئے، جو بھی انسان میں، ایک مومن میں خصوصیت ہونی چاہئیں وہ ان میں پائی جاتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انہیں جنت میں بلند درجہ عطا فرمائے۔اور ہمیں توفیق دے کہ انکے کام کو پورا کرسکیں اور آگے بڑھا سکیں اور اس طرح خدا تعالیٰ ہمارے ذریعے صدقہ جاریہ کے طور پر آگے انعام دیتا رہے اور برکتیں نازل فرمائے۔آمین

وہ ایک روشن مینار تھے

جو ثابت کر گئے، کہ اسلام جرمنی کا حصہ ہے

(خولہ مریم حبش صاحبہ فرانکفرٹ)

جب سے میرے والد صاحب کو 13 برس قبل ہارٹ اٹیک ہوا، اس وقت سے مجھے ان کی موت کا خدشہ رہنے لگا تھا جبکہ میں ابھی چھوٹی بچی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے ساتھ گزارا ہوا ہر لمحہ میرے لئے قیمتی تھا۔ یہ وقت حیرت انگیز تھا۔ گھنٹوں تک میرے اور میرے میاں کے ساتھ باتیں کرنا، دنیا کی حدود سے تجاوز کرتی ہوئی خیالی سیروں پر نکل جانا، ایسی جگہوں پر جن کی موجودگی کے بارے میں ہم جانتے بھی نہ تھے۔ وہ کسی بات کی پروا نہ کرتے اور اس طرح سے ہمیں خیالات کی دنیا کے قیمتی خزانے دے کر خوش کرتے۔ ان کی ہر بات کی بنیاد قرآن مجید پر ہوتی تھی، بعض دفعہ تو پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ اپنی کوئی بات کر رہے ہیں یا قرآن مجید کے حوالے سے کہہ رہے ہیں۔

میں نے ایسے لوگ بہت کم دیکھے ہیں جن کے لئے کسی اصول، کسی نظریہ کی کوئی اہمیت نہیں سوائے اس بات کے جو خدا سے زندہ تعلق کا ثبوت پیش کرتی ہو جو ہر چیز پر اثر انداز ہے۔ اگر میں کسی بات کو اپنی عقل کی بنیاد پر صحیح سمجھتی تو وہ اسے بھی شک میں ڈال دیتے۔ وہ غیر معمولی طور پر زود فہم تھے۔ پھر ان میں ایک ایسی بات تھی جو اس زمانے میں بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ ان کی ذہانت خالصتاً علمی نہیں تھی بلکہ صوفیانہ عمل پر مبنی تھی اور ان کی زندگی مکمل طور پر پر حکمت تھی۔ خودی کی قید سے باہر نکلنے اور معاشرہ کی پابندیوں یا انانیت کے جذبہ سے آزاد ہونے کی جستجو ان میں ہمیشہ سے تھی، چاہے سرکش اسٹوڈنٹ کے طور پر یا ہپی، یا احمدی کے طور پر۔ وہ اپنا شعور وسیع کرنا چاہتے تھے اور ذہنی تعدی سے آزادی چاہتے تھے تا کہ وہ خدا کی محبت حاصل کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار لوگ ان کی طرف مائل ہوئے، بہت سے نئے احمدی، غیر مسلم اور دہریت کے قائل لوگ بھی۔ ہر طرح کے لوگوں سے تعلق تھا۔ بالکل سادہ طبیعت کے ان پڑھ لوگ، دماغی طور پر الجھے ہوئے لوگ، انقلابی فنکاروں، علم کے پیاسے احمدی اسٹوڈنٹ، دانشور شاعر اور مصنف یا اعتدال پسند تعلیم یافتہ لوگ۔ ان لوگوں کی زندگی میں ان کی بہت اہمیت تھی۔ ایک روشن مینار تھے جو راستہ دکھاتا تھا جب کسی کو مشکل کے وقت مدد کی ضرورت ہوتی، جو ان کے لئے وقت نکالتا تھا۔

سچ پوچھیں تو یہ سب کچھ مجھے اس وقت پتہ چلا جب ان کی وفات ہوئی۔ میں یہ تو پہلے سے جانتی تھی کہ ان کے بہت لوگوں سے واسطہ رہتا تھا، کیونکہ فون کی گھنٹی اکثر بجتی رہتی تھی اور وہ روزانہ بہت سارے خط اور ای میل لکھتے تھے۔ لیکن ہم ان سب باتوں کے اتنے عادی ہو چکے تھے کہ یہ ہمارے لئے نارمل بات تھی۔ اس کا احساس ہمیں تبھی ہوا جب ان کی وفات کے بعد ہر طرف سے لوگ تعزیت کے لئے آئے اور ہزاروں نے نماز جنازہ میں شرکت کرنا چاہی اس کی وجہ سے ایک اسکول کے ہال کا انتظام کرنا پڑا جو معجزانہ طور پر مل بھی گیا، اسی طرح جس طرح اور بہت ساری باتیں ان کی وفات کے وقت اور بعد میں بھی معجزانہ طور پر واقع ہوئیں۔ جب بے شمار خطوط آنے شروع ہوئے اس وقت مجھے پتہ چلا کہ میرے والد صاحب کا ان لوگوں سے کتنا گہرا رشتہ تھا، ہر کسی کا ان سے ایک خاص تعلق تھا جو وہ بیان کرتا تھا۔ وہ انسانوں کی خدمت کرنے والے تھے اور کسی کی تکلیف ان کے لئے اتنی غیر اہم نہیں تھی کہ وہ اس کے دور کرنے کے لئے کوشش نہ کرتے۔ ان کے دل میں لوگوں کے لئے سچی ہمدردی تھی اور اس وجہ سے وہ اکثر غمزدہ ہوتے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ اس وجہ سے بھی تھا کہ وہ خود بھی اپنی غیر معمولی زندگی کے نشیب و فراز سے گزرے تھے اور جانتے تھے کہ کسی بھی انسان سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

جیسا کہ اکثر شاعروں میں پایا جاتا ہے، وہ بہت حساس طبیعت کے مالک تھے اگر چہ دیکھنے میں ایسا لگتا نہیں تھا کیونکہ وہ اسلام کا دفاع کرنے والوں میں سے تھے۔ ہم نے بارہا دیکھا کہ جب وہ دعا کرتے یا جب اللہ کے کسی پیارے بندے کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ وہ جذبات میں آکر رو دیتے تھے، جیسے اس وقت جب ان کی وفات سے کچھ ہی دن پہلے پوری فیملی اکٹھی ہوئی اور ہم سب نے ان کی لکھی ہوئی نظمیں پڑھیں۔ یہ ہماری الوداعی ملاقات تھی اور میرا الوداعی تحفہ، اس لئے کہ میں کبھی نہیں بھولوں گی کہ کس طرح میں نے اصرار کر کے انہیں نیچے بلایا تا کہ ہم نظمیں پڑھ سکیں اور کس طرح انھوں نے ہنستے ہوئے مجھے دیکھا۔

جب بھی خلفاء کی بات ہوتی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ میں اکثر والد صاحب کے ساتھ اکیلی انگلینڈ کے جلسہ پر جاتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ہم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ ملاقات کے لئے گئے کیونکہ مجھے جلد کی بیماری تھی۔ جب ہم اندر گئے تو مجھے پتہ چلا کہ جلد کی بیماری تو صرف بہانہ تھی جو دو محبت کرنے والوں کی پیاس بجھانے کا ذریعہ بن گئی۔ جب والد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دیکھا اور حضورؒ کی نظر ان پر پڑی تو اس وقت مجھے ایسا لگا جیسے دونوں بھول گئے ہیں کہ میں بھی وہاں ہوں اور پھر میں نے ایک نا قابل یقین نظارہ دیکھا۔ دونوں کے چہروں پر آنسو رواں تھے اور دیر تک وہ دونوں بغلگیر رہے، پھر حضورؒ نے والد صاحب سے کہا: ''میں روزانہ تمہارے لئے دعا کرتا ہوں''۔ تب مجھے اندازہ ہوا کہ میرے والد حضورؒ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو بھی انھوں نے دیکھا تھا اور بنیادی باتیں انھی سے سیکھی تھی۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا انتقال ہوا تو میرے والد صاحب کو بھی انتخاب خلافت کمیٹی میں شامل ہونے کے لئے بلایا گیا۔ باوجود اس کے کہ میرے والد صاحب نے موجودہ خلیفہ ایدہ اللہ تعالیٰ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بعد میں انھوں نے ہمیں بتایا کہ ''وہ نہایت درجہ کی روحانی طاقت رکھتے ہیں''۔ کئی سال پہلے والد صاحب نے مجھے بتایا کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ہمارے گھر تشریف لائے ہیں اور واقعتاً اس کے بعد عید الاضحیٰ کے دن حضور ایدہ اللہ

تعالیٰ ہمارے گھر آئے۔ والد صاحب بے حد خوش تھے اور اس برکتوں والے دن ان کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے نم رہیں۔

اگر ایک طرف وہ ایک عاجز عاشق اور گیان پانے والے تھے تو دوسری طرف وہ سہارا دینے والے اور وہ سب باتیں جو انھوں نے خلفاء سے سیکھیں، آگے پہنچانے والے تھے۔ ''مسلمان وہ ہے جو خود امن میں ہوتا ہے اور دوسروں کو امن پہنچاتا ہے'' حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے یہ الفاظ اکثر دوہراتے تھے۔ ان کی تحریرات شائع کرنے والی ایک خاتون نے مجھ سے کہا'' عجیب بات تو یہ ہے کہ ان کے بہت سے دوست تو تھے مگر یہ تعلق کبھی ہم مرتبہ نہیں تھا، ہمیشہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہدایت اللہ ہی ہیں جو نشاندہی کرنے والے ہیں جو مشورہ دیتے ہیں، جس کی قربت لوگ حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کو راستہ ملے''۔

ایک غیر معمولی قوت ان سے نکلتی تھی اور ان کو بعض سچائیوں کے بارے میں ایک ناقابل یقین اطمینان حاصل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے انہیں یہ قوت ملتی تھی اور دوسرے ان کی طرف دیکھتے تھے۔ میری مراد اس اطمینان سے ہے جو اس یقین سے پیدا ہوتا ہے کہ خدا زندہ ہے اور بولتا ہے اور جواب دیتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ فلاسفی کے کورس میں جب میں دہریہ خیالات والوں کے ساتھ بحث کرنے لگی تو مجھے احساس ہوا کہ مجھے ذرا بھی کبھی اس بات پر شک نہیں ہوا کہ خدا ہے۔ مجھے کبھی اس قسم کے شکوک کا سامنا کرنا ہی نہیں پڑا کیونکہ میں نے خود مشاہدہ کیا تھا کہ کس طرح بار بار میرے والد کی دعائیں معجزانہ طور پر قبول ہوتی تھیں۔ ان کی پوری زندگی ایک لمبا سلسلہ ہے ایسی قبولیت دعا کے واقعات اور نشانات کا جن کو اس وقت بیان نہیں کیا جا سکتا۔ خدا نے ہمیشہ اپنی عظمت دکھائی اور ناممکن حالات میں انہونی باتیں وقوع پذیر ہوئیں اور سب رکاوٹیں رستہ سے ہٹ گئیں جس طرح ایک قوی ہیکل سونامی لہر سب کچھ بہا کر لے جاتی ہے۔

ایک بار صبح کے وقت جب میں اپنے والد صاحب کو جگانے کے لئے گئی تو انہوں نے نیم غنودگی کی حالت میں پوچھا'' کیا تم فرشتہ ہو؟'' اس سے مجھے معلوم ہوا کہ فرشتوں کا نظر آنا ان کے لئے کوئی نئی بات نہ تھی اور انھوں نے فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ وہ ایک دفعہ جلدی جلدی سڑک پر جا رہے تھے اور ایک گاڑی کے نیچے آنے سے صرف اس لئے بچ گئے تھے کہ ایک فرشتہ نے انھیں بچا لیا۔

کبھی کبھی وہ کسی خاص نام کے مطلب کے بارے میں پوچھتے اور ہم جب اس کی وجہ پوچھتے تو کہتے کہ وہ اس لئے جاننا چاہتے تھے کہ انھوں نے کشف دیکھا تھا۔ وہ اس یقین پر مضبوطی سے قائم تھے کہ ایک زندہ خدا ہے جو سنتا، بولتا اور اپنا آپ ظاہر کرتا ہے۔ اسی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی محبت الٰہی تھی جس کی وجہ سے وہ منور تھے۔ حقیقت میں وہ اس دنیا میں ہوتے ہوئے اس دنیا کے نہیں تھے جیسا کہ مشہور صوفی کہاوت ہے کہ'' جس نے محبت الٰہی کا مدہوش کر دینے والا آب حیات چکھ لیا اسے دنیا کی ادنیٰ لذات سے کیونکر لگاؤ ہو سکتا ہے؟'' اسکے باوجود وہ کوئی سادہ لوح درویش نہ تھے بلکہ وہ اپنے اردگرد کے لوگوں اور معاشرہ کو غور سے دیکھتے اور پرکھتے تھے اور یہ جاننے کی ان تھک کوشش کرتے تھے کہ ہر بات کے پیچھے کوئی سبب ہے۔ کسی گناہگار انسان کو دھتکارنا اور نجات کے قابل نہ سمجھنا ان کی عادت نہ تھی، بلکہ وہ اپنے آپ سے پوچھتے کہ اس نے یہ گناہ کیوں کیا تاکہ وہ مسئلہ کو حل کر سکیں۔ وہ ان باتوں کی کھوج لگانے کی کوشش کرتے جن کے سبب سے ایک انسان ایک خاص رویہ اختیار کرتا ہے۔ ان کی بے پناہ دور اندیشی اسی بات کا نتیجہ تھی کہ وہ ہر معاملہ کو ہمیشہ ایک اور نقطہ نظر سے دیکھتے تھے۔

باوجود اس کے کہ انھیں خدا کی محبت کے حصول کی ہر وقت جستجو رہتی، وہ خدا کی مخلوق کی مشکلات کا بھی خیال کرتے۔ ہر روز اخبار پڑھتے اور نہ صرف ایسے مضامین کا جواب دیتے جن میں اسلام کو غلط طور پر پیش کیا گیا ہو، بلکہ دوسرے معاشرتی حالات کا بھی غور سے جائزہ لیتے رہتے۔ شروع میں جب میں جرنلزم کی طالبہ تھی تو ہماری بحث ہوا کرتی، میں سمجھتی تھی کہ آزمودہ اعداد و شمار کی بنیاد پر میں سب معلومات حاصل کر سکتی ہوں، اور میں وہ ساری پرانی دلیلیں پیش کرتی جو میں نے سیکھی تھی، یہ سمجھے بغیر کہ والد صاحب ہر بات کو گہرائی کے ساتھ پرکھتے تھے۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر لگی کہ میری سوچ کتنی محدود ہے اور میں اور زیادہ ان کے قرب کی تلاش میں لگی رہتی۔ ہماری ہر گفتگو کے بعد میں ایسا محسوس کرتی جیسے کوئی اپنے چھوٹے سے کمرے میں سے نکل کر ایک وسیع کمرے میں آ گیا ہو۔ بہت اچھا محسوس ہوتا اور میرے علم میں اضافہ ہوتا۔ مجھے یہ تحفے بہت پسند تھے اور اب میں انھیں دھیان سے سنبھال کر رکھتی ہوں۔

ان کی باتیں سننا اسی طرح لگتا جیسے نئی طاقت، نئی زندگی مل گئی ہو، جینے کی ہمت پیدا ہو گئی ہو۔ میں اور میرے شوہر ہر وقت ان کے پاس رہتے، پہلے تو میرا کمرا ان کے کمرے کے ساتھ تھا اور مجھے عادت سی پڑ گئی تھی ان کے ٹائپ رائٹر کی آواز کی دھن پر سونے کی، یہاں تک کہ جب وہ سفر پر ہوتے تو اس آواز کی کمی محسوس کرتی۔ ساری رات ٹائپ کرتے رہتے تھے اور جب میں صبح نماز کے لئے اٹھتی تو تب بھی مصروف ہوتے۔ بعد میں ہم ساتھ والے گھر میں شفٹ ہو گئے۔ ان کی زندگی کے آخری دنوں میں میں کہیں اور گھر لینے کے بارے میں سوچنے پر مجبور تھی لیکن وہ ایسا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے ہم نے وہیں رہنے کا ارادہ کر لیا۔ میں جب اخبار پڑھنے کے لئے یا تبلیغی نشست کے بعد اپنے بچوں کو لینے کے لئے آتی تو بہت خوش ہوتے۔ اپنے انداز میں بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ مجھ سے کہتے کہ بچوں کو ان کے پاس چھوڑا کروں تاکہ جماعتی کاموں میں حصہ لے سکوں، مگر وہ روایتی نانا بالکل نہیں تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی شاعری ایک ادبی روزنامہ میں شائع کی گئی جس میں سے ایک نظم کو انھوں نے میری بیٹی کا نام دیا، یہ ان کے پیار کا اظہار تھا۔ جب انھیں میرے حمل کے دوران یہ پتہ چلا کہ جڑواں لڑکیاں ہونگی تو انھوں نے ہنس کر کہا'' جرمنی میں اسلام کو طاقتور عورتوں کی ضرورت ہے''۔

میرے بچے بڑے ہو کر اپنے نانا کو تو نہیں پا سکیں گے، مگر ان کے پاس شاعری، کتابوں اور بولے گئے لفظوں کا ایک سمندر ضرور ہو گا جس کی مدد سے وہ اپنے نانا کو جان سکیں گے۔ مجھے ہمیشہ اپنے والد صاحب کی وفات کا خوف تھا، اس دن کا خوف جب سب کچھ بدل جانا تھا۔ اسی لئے میں نے ہر گفتگو کو نوٹ کر لینے کی عادت بنا لی تھی، اور کوشش کرتی کہ بچوں کی ان کے ساتھ تصویریں کھینچوں، اور یہ بات ہر وقت

ذہن میں ہوتی کہ شائد یہ ان کے ساتھ آخری تصویر ہے۔ شاید یہ عجیب بات تھی، لیکن میں یہ خیال اپنے بچوں کے ذہن میں ہمیشہ کے لئے ڈال دینا چاہتی تھی کہ تمہارے نانا کوئی معمولی انسان نہیں تھے۔ والد صاحب کے ساتھ ہماری آخری سیر 2010 کی گرمیوں میں مائن دریا کی سیر تھی، جہاں میرے والد صاحب نے ایک نمائش کے دوران ایک خیمہ لگا کر اپنی مصوری کی نمائش بھی لگائی۔ یہ دن بہت پر سکون تھا اور میں نے بچیوں اور والد صاحب کی بہت ساری تصویریں کھینچی، اتفاق سے سب نے اس دن سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ یہ تو آخری تصویریں تھیں مگر جو تصویریں میرے ذہن میں ہیں وہ کبھی مدہم نہیں پڑیں گی۔

بچپن میں اکثر ان کے لیکچر وغیرہ میں میں ان کے ساتھ ہوتی، اور توجہ سے سب کچھ سنتی اور اپنے اندر جذب کرتی جاتی، جیسے مجھے ڈر ہو کہ کوئی چرا لے گا۔ بعد میں زیادہ سمجھ تو آنے لگی مگر جب ضرورت پڑتی تو میں ان سے پوچھتی۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو بھی مسئلہ ہوتا، وہ ہمیشہ میری بات سمجھتے اور میری طرفداری کرتے۔ ایک رشتہ کے سلسلے میں ان سے میں روزانہ پوچھتی کہ میں کیا فیصلہ کروں مگر انھوں نے ذرا بھی مجھ پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا۔ یہ میری ذمہ داری تھی، یہ فیصلہ میں نے خود دعائیں کر کے کرنا تھا۔ سب سے اہم یہ بات تھی کہ ''صبر اور دعا کے ساتھ مدد مانگو''۔ اور وہ پوچھتے رہتے کہ ''کیا تم نے حضور کو خط لکھا ہے؟'' میں جواب دیتی ''ہاں، میں نے حضور کو خط لکھا تھا''۔ جب ان کی وفات ہوئی تو میں نے لکھا کہ جب ہمیں کوئی پریشانی ہوتی تو آپ ہمیشہ یہی پوچھتے تھے۔ میری یہ بات پھر حضور نے جنازے والے دن ساری دنیا کو بتائی اپنے خطبہ جمعہ میں۔

میں نے سب کچھ انھی سے سیکھا، ہر ضروری بات سیکھی۔ کیسے سوچنا ہے اور ذہنی حدود پر بھروسہ نہیں کرنا ہے، اپنا محاسبہ کرنا ہے۔ ان کی آخری بات جو انھوں نے مجھ سے کی یہ تھی کہ ''انسان بہت کم غور اور فکر کرتے ہیں''۔ میں کسی اور کو نہیں جانتی جو اتنا غور اور فکر کرنے کا عادی ہو۔ ''میں ایسا کیوں محسوس کرتا ہوں، میں ایسا کیوں کرتا ہوں، میں ایسا کیوں چاہتا ہوں''۔ کوئی سوال ایسا نہیں تھا جو نہ پوچھا جا سکتا ہو، ہر چیز کے بارے میں پوچھتے۔ ہمارے اندر کی تمام باتیں جو انسانی روح کی گہرائیوں میں موجود ہوتی ہیں وہ دیکھ لیتے تھے۔ غور اور فکر کرنے کے علاوہ وہ دعا بہت کرتے تھے۔ ان کے لئے دعا کرنا محبت کے اظہار کا درجہ رکھتا تھا اور یہی ان کا مشغلہ تھا۔ میں حیران ہوتی کہ وہ ہر وقت لگاتار دعا کی حالت میں ہوتے تھے، وہ مکمل توجہ اور وجود کی آگاہی کی حالت جو ان کی ذات کا حصہ بن چکی تھی۔

ایک بار میں نے ان سے ایک لمبے سفر پر جانے کے بارے میں پوچھا جو اسلام کے متعلق لیکچر کے سلسلے میں تھا اور یہ معلوم نہیں تھا کہ کتنے لوگ یہ لیکچر سننے کے لئے آئیں گے۔

انھوں نے حیرانگی سے کہا ''کیوں نہیں، اتنا سارا وقت صرف دعا کے لئے! اگر صرف ایک بندہ بھی آتا ہے تو یہ بھی کافی ہے''۔ ان کے لئے سفر کی تکلیفیں روحانی تفریح کے برابر تھیں۔ میں کبھی کبھی ان کی مدد کے لئے کمپیوٹر پر ٹائپنگ کا کام کرتی تھی، ان کا کمپیوٹر بہت آہستہ کام کرتا تھا اور مجھے عادت تھی تیز کام کرنے والی جدید ٹیکنالوجی استعمال کرنے کی۔ جب وہ محسوس کرتے کہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تو کہتے۔ ''کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کوستے ہیں جب کمپیوٹر آہستہ چلتا ہے، حالانکہ وہ اس وقت کے دوران دعا کر سکتے ہیں''۔ مگر یہ بات وہ بالواسطہ مجھ سے نہ کہتے بلکہ کسی اور موقع پر، کسی اور تعلق میں ہنستے ہوئے کہتے۔ بہت ڈپلومیٹک تھے۔ ہمیشہ کہتے کہ اسلام انسانوں کو شائستگی سکھانے کیلئے اور بیہودہ باتوں سے روکنے کے لئے آیا ہے۔

صبر اور دعا کے ساتھ مدد مانگو، یہی ان کے لئے اہم بات تھی اور ان کی سبز آنکھوں کی طرح ان کی شخصیت کا حصہ تھی۔ وہ آنکھیں جو وہ نوجوان ہی کے زمانے میں اس لئے قربان کرنے کے لئے تیار تھے تا کہ انھیں مسجد نور میں داخل ہونے کی اجازت ملے اور جو آنکھیں میں نے ان سے ورثہ میں پائی۔ میری خواہش تھی کہ مجھے ان کا صبر بھی ورثہ میں ملا ہوتا، حالانکہ یہ انھیں پیدائشی طور پر نہیں ملا تھا۔

گیارہ ستمبر 2001 کے واقعہ کے بعد ان کو اسلام اور دہشتگردی کے بارے میں کتاب لکھنے کا کام دیا گیا جو تھوڑے وقت میں مکمل کرنا تھا۔ جب کتاب کا تیسرا حصہ مکمل ہو چکا تو غلطی سے وہ فائل ڈیلیٹ ہو گئی اور سب ضائع ہو گیا۔ کیونکہ میرے شوہر کمپیوٹر اسپیشلسٹ ہیں، ان کو بلایا گیا مگر وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ میرے والد صاحب کوئی لفظ نہیں بولے اور نہ ہی وہ پریشان ہوئے۔ دوبارہ کام شروع کر دیا۔ ''ہوسکتا ہے کہ اس میں کچھ ٹھیک نہیں تھا''۔ میرے سات بہن بھائی ہیں اور وہ سب اس بات کے گواہ ہیں کہ ان کے ساتھ متواتر دو دفعہ پھر ایسا ہوا۔ جب آدھی کتاب مکمل ہوگئی، تو پھر سب کچھ غائب ہو گیا۔ پھر ایک پورا باب ڈیلیٹ ہو گیا۔ اور ہر بار میرے والد صاحب نے اس ناقابل یقین صبر کا مظاہرہ کیا، جس پر ہم حیران بھی نہ ہوئے، کیونکہ ہمیں ان کا پتہ تھا۔ اور یہ سب ان کی جذباتی طبیعت کے باوجود۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا تھا اور یقیناً والد صاحب بھی اس کے بارے میں جانتے تھے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ ہر بات میں حضرت محمد ﷺ کی پیروی کریں اور آپ ﷺ کے فرمانبردار شاگرد بنیں۔ یہ ان کی شخصیت کے عین موافق تھا کہ انھوں نے فریدالدین عطار کی تصنیف ''تذکرۃ الاولیاء'' کا ترجمہ کیا۔

یہ بھی ان کی شخصیت کے مطابق تھا کہ وہ ایک ترجمان تھے۔ ان کا شمار ان لوگوں میں تھا جو دو جہانوں کو ملاتے ہیں، اور ایک ایسے پل کا کام دیتے ہیں جو ایک کی خوبصورت باتیں دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔ وہ مغرب کو مشرق سے، جرمن قوم کو اسلام سے، روحانی تعلیم کو عملی تجربہ سے، نظریاتی عقل کو تخلیقی صورت سے ملاتے تھے (اس کا ثبوت ان کی شاعری اور تصویریں تھیں)، ان میں ایک عاجز مخلوق کی خدمت کرنے والا اور اسلام کا شیروں کی طرح دفاع کرنے والا یکساں موجود تھا۔ وہ اپنے آپ کو کسی قسم کے عقائد کے دباؤ میں نہیں آنے دیتے تھے اور اپنے مقاصد ہمیشہ سامنے رکھتے تھے، اعتدال پسند، حقیقت پسند تھے۔ انھیں اس بات کا اندازہ تھا کہ انسانی فطرت کو ایک سہارے کی ضرورت ہے جس کی مدد سے وہ ترقی کر سکتا ہے۔ الغرض وہ حق، حسن اور بھلائی کو اپنے اندر اور اپنے کام میں جمع کرنے کی کوشش کرتے۔ ان کا آخری خط جو انھوں نے جرمنی کے سب سے بڑے اخبار کو لکھا، وہ جرمنی کے سب سے معروف شاعر گوئٹے کے اسلام کے بارے میں نظریات کے متعلق تھا۔ ہاں، وہ مشرق اور مغرب کو ملانے والے ایسے وجود تھے جو ثابت کر گئے، کہ اسلام جرمنی کا حصہ ہے۔

میرے والد کی یادیں لکھنا میرے لئے آسان نہیں

(امۃ الشافی خان فرانکفرٹ)
(ترجمہ۔ ماہم منیر رامہ)

اپنی زندگی کے آخری دن تک وہ لکھنے کے لئے اپنا ٹائپ رائٹر ہی استعمال کرتے رہے۔ کمپیوٹر کا استعمال صرف شاذ کے طور پر ہی کرتے تھے۔ حالانکہ وہ اس ایجاد سے بہت متاثر تھے اور انہیں کبھی یقین ہی نہیں آتا تھا کہ ای میل جس وقت بھیجو اسی وقت دوسرے کو پہنچ بھی جاتی ہے۔ اس کے باوجود انکا ٹائپ رائٹر ہی انکے لئے کارآمد رہا۔ اس پر انہوں نے بے شمار کتابیں اور خطوط لکھے۔ میرے والد اکثر رات دیر تک اس پر کام کرتے رہتے۔ اس شور نے مجھے کبھی تنگ نہیں کیا بلکہ اس سے مجھے اطمینان ہی رہتا تھا کہ وہ پاس ہی ہیں۔ اور یہی وہ اعتماد اور بھروسہ تھا جو انہوں نے ہر لحاظ سے ہم سب بہن بھائیوں کو دیا۔ جو بھی مسئلہ پیش آتا کبھی کوئی سوال ہوتا، کوئی خیال یا کوئی پریشانی، میں ہمیشہ انہی کے پاس جاتی، وہ غور سے میری بات سنتے اور حوصلے اور محبت سے ہر سوال اور ہر مسئلے کا جواب دے دیتے۔ سب سے پہلا مشورہ جو وہ دیا کرتے تھے وہ یہ تھا کہ دعا کرو اور حضور کو خط لکھو، اسکے بعد وہ پوری بات سنتے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ انہیں خود ہی احساس ہو جاتا کہ کوئی بات ہے۔ تب وہ خود ہی پوچھ لیتے۔ انکی اس طرح کی گفتگو نے مجھے ہمیشہ بہت طاقت دی حالانکہ کبھی وہ بہت مختصر سی ہوتی تھی لیکن اس کے اندر بہت ہی محبت اور اپنائیت ہوتی تھی۔ انہوں نے تنقید یا تعریف کرنے میں کبھی جھجک محسوس نہیں کی۔ مجھے ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ صرف میرے والد ہی میری باتوں کو سمجھتے ہیں اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ وہ ہمیشہ میرے پاس رہتے اور ایک شیر کی طرح میرا خیال رکھتے۔

زیادہ تر انکے مشورے صحیح ہی ہوتے۔ مجھے صرف ایک آدھ دفعہ کا ہی پتہ ہے جہاں انکا مشورہ صحیح نہیں تھا اور مجھے یاد ہے کہ میں کتنا حیران ہوئی تھی کہ ایسا کیسے ہو گیا۔ کیونکہ وہ مشورے ایسے ہی نہیں دے دیتے تھے۔ وہ اسلامی تعلیم کی گہرائیوں کے مطابق ہمیشہ اپنے مشورے دیا کرتے۔ سب سے اہم بات یہ ہوتی کہ اپنے آپ کو نیچا سمجھتے ہوئے حوصلے سے مسئلے کا حل ڈھونڈنا۔ دوسروں میں نقص تلاش کرنے کی بجائے اپنی غلطیوں کو تلاش کرنا۔ اور یہ کہ ہر چیز میں خوبی تلاش کرنا۔

something good in everything I see ۔ میرے والد اکثر یہ جملہ کہا کرتے۔ یہ جملہ وہ صرف بولتے ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے اسے اپنی زندگی میں اپنایا بھی تھا۔ مجھے بہت سے ایسے واقعات یاد ہیں جہاں انہوں نے ناکامی کی صورت میں بھی ہار نہیں مانی بلکہ اس میں بھی بہتری کا پہلو ہی تلاش کیا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ انہوں نے دو ہفتوں کے اندر اندر ایک کتاب مکمل کرنی تھی۔ وقت بہت ہی تھوڑا تھا۔ کچھ ٹیکنیکل غلطیوں کے نتیجے میں بہت سے صفحے اور کچھ باب (chapters) ضائع ہو گئے۔ میرے والد زیادہ دیر تک پریشان نہیں رہے بلکہ یہ سوچتے ہوئے کہ شاید اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بھی اچھی کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائے گا اپنے آپکو جلد ہی سنبھال لیا۔ انکو اتنا خدا پہ یقین تھا کہ انہیں ایک لمحے کے لئے بھی شک نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ انکی مدد نہیں کریگا۔ اس یقین نے مجھ پر ایسا اثر ڈالا کہ میں چھوٹی عمر سے ہی اپنی خواہشات کے لئے خدا سے دعا کرنے لگی۔

مجھے اکثر وہ دن یاد آتے ہیں کہ جب میں چھوٹی سی تھی اور اپنے ابا کے ساتھ ہر جگہ جاتی۔ کبھی مسجد میں کبھی دیگر پروگرامز میں، پوسٹ کے لئے جاتے ہوئے یا کیفے ٹیریا میں جہاں گرم چاکلیٹ اور وہ کافی پیتے، یا پھر ہم اکٹھے آئس کریم کھاتے۔ اس دوران میں انہوں نے مجھے بہت کچھ سکھایا بھی۔ یعنی جماعت کے ساتھ تعلق اور اسکی خدمت۔ حضور سے میرے والد کو اتنی محبت تھی کہ انکی وجہ سے مجھے بھی ہو گئی۔ انکی دعائیں قبول ہوتے دیکھ کر میں خود بھی دعائیں کرنے لگی۔

اپنے سفروں میں بھی وہ ہمیں یاد رکھتے اور ہمارے لئے تحفے اور سوینیرز لے کر آتے۔ کام سے واپس آتے ہوئے کبھی بہت سے Kastanien چن کر میرے لئے لاتے تاکہ میں انہیں سوئی دھاگے میں پرو کر کچھ بنالوں۔

کبھی چاکلیٹ وغیرہ لے کر آتے۔ ہمارے بڑے ہونے کے بعد بھی وہ ہمیں تحفے دیتے رہتے۔ شاپنگ کے لئے جاتے یا کبھی Flohmarkt جاتے تو ضرور کوئی تصویر یا ایسی کوئی اور چیز لے آتے اور اس بات کا خیال رکھتے کہ ہر ایک کو اسکی پسند کے مطابق ہی چیز ملے۔ اسی طرح اپنی نظموں میں بھی انہوں نے ہمیں یاد رکھا بہت سی بچوں کی نظمیں انہوں نے ہمارے لئے لکھیں اور ہماری شادیوں پر ہر جوڑے کو انہوں نے علیحدہ نظم لکھ کر دی۔ اور انکا یہ تحفہ میرے لئے ہر سونے کی انگوٹھی سے زیادہ قیمتی ہے۔

انکے دل میں خدا سے اتنی محبت تھی جو ہم سب پر گہرا اثر چھوڑ گئی۔ انکی وفات کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ انکی دعائیں ہمیشہ میرا ساتھ دیں گی۔ اس خواب میں وہ ایسے ہی مسکرا رہے تھے جیسے وہ ہمیشہ مسکرایا کرتے تھے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان پر رحم فرمائے اور ہمیں انکے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مجھے ان کی مسکراہٹ بہت یاد آتی ہے

عالیہ حبش۔فرانکفرٹ

مجھ سے میرے والد صاحب کی وفات کے بارے میں پوچھا ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہیں سب جانتے تھے اور ان کا سب سے ایک ذاتی تعلق تھا۔کیونکہ بہت سے ایسے لوگوں نے بھی ان کے بارے میں بات کی ہے جن کو ہم ذاتی طور پر نہیں جانتے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی وفات کے بارے میں سوچ کر ایک عجیب سی کیفیت ہو جاتی ہے یقین نہیں آتا کہ اب وہ ہم میں موجود نہیں ہیں۔شائد یہ ایک قدرتی امر ہے کہ ایک مشہور شخصیت کا اس دنیا سے چلے جانا بہت سے انسانوں کو محسوس ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ان کا مختلف اقوام اور طبقات سے خاص پیار و محبت کا تعلق ہوتا ہے جیسا کہ میرے والد صاحب کا تھا۔وہ ہر اس شخص کو جوان سے ایک مرتبہ مل لیتا اور ان سے بات کر لیتا، بہت خاص توجہ دیتے۔ان سے ہمیشہ رابطہ رکھنے کی کوشش کرتے بلکہ یہ بات تو ان کی فطرت میں شامل تھی کہ وہ بیماروں، ضعیفوں، نوجوانوں اور خاص طور ان لوگوں کے لئے جو نا امیدی کا شکار ہو گئے ہوں ضرور وقت نکالتے، ان کی تکالیف سنتے اور انہیں امید دلاتے اور ان کی تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کرتے۔وہ بے حد شوق سے روزانہ بے شمار خطوط لکھا کرتے تھے اور یہ سلسلہ اس وقت بھی جاری رہا جبکہ ان کا دایاں بازو ٹوٹ گیا تھا اور وہ تکلیف کی وجہ سے لکھ نہیں سکتے تھے، تو انہوں نے بہت محنت سے ٹائپنگ شروع کر دی۔ان دنوں ہمیں یہ بہت عجیب لگتا تھا کہ ہمارا پوسٹ بکس خطوط سے اوپر تک بھرا ہوا نہیں ہوتا تھا۔

میرے والد صاحب کبھی بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے، اس وقت بھی نہیں جب راستے میں کوئی انہیں دیر تک روکے رکھتا اور یہ اکثر ہوا کرتا تھا، اور اس وقت بھی نہیں جب وہ سو رہے ہوتے تھے، تو اکثر ہوتا کہ میں انہیں جگانا نہیں چاہتی تھی لیکن جب بھی ٹیلیفون کی بیل بجتی، اور وہ بیل کی آواز سن کر یا ویسے کسی شور کی وجہ سے جاگ جاتے تو غنودگی کی حالت میں اشارہ کرتے کہ میں سویا ہوا نہیں ہوں، حالانکہ وہ ایک مصروف انسان تھے لیکن پھر بھی بہت خوش اخلاق اور ہر کسی کا دکھ سکھ بانٹنے والے تھے۔جب بھی کوئی شخص انہیں دعا کے لئے کہتا تو وہ تب تک دعا کرتے رہتے اور اس سے پوچھتے رہتے جب تک اس کا مسئلہ حل نہ ہو جاتا۔

میں جب اسکول یا بعد میں یونیورسٹی سے گھر واپس آتی تو ان کی روزانہ یہ عادت تھی کہ مجھ سے میری طبیعت اور پڑھائی کے بارے میں ضرور پوچھتے۔بعض دفعہ میں تھکاوٹ کی وجہ سے صرف اتنا کہہ دیتی کہ 'بس ٹھیک تھا' یا 'اچھا تھا' یا پھر 'بہت بورنگ تھا'۔یعنی مختصر سا جواب ہوتا تھا۔یعنی اگر کبھی میں زیادہ بات کرنے کے موڈ میں نہیں بھی ہوتی تھی پھر بھی وہ اپنے تجسس اور اپنے سوالات کے انداز سے میری توجہ اپنی طرف کھینچ لیتے۔اور جاننا چاہتے کہ آج ٹیچر کے ساتھ کن موضوعات پر بحث ہوئی، اور یہ کہ میری رائے ٹیچرز کے بارے میں کیا ہے۔اگر میری رائے اچھی ہوتی تو میری تائید کرتے، ورنہ مجھے اس معاملہ میں دوبارہ سوچنے کے لئے کہتے۔میری تربیت میں انہوں نے خاص طور پر یہ بات شامل کرنے کی کوشش کی کہ ''میں اپنی سوچ کو مختلف پہلوؤں مثلاً مذہبی، روحانی اور دنیاوی زاویہ سے پرکھوں، اور مجھے سکھایا کہ اپنے علم اور معلومات کو بڑھانا ایک احمدی کا اہم فرض ہے۔خاص طور پر اسلام کی تعلیم کو وہ ایک ایسی ناقابل یقین محبت کے ساتھ بیان کرتے کہ اسلام کی گہرائی سمجھنے کے لئے ہم میں شوق پیدا ہو جاتا۔بار بار ہماری توجہ اس بات کی طرف پھیرتے کہ انسان کی انانیت ہی ہے جس کی وجہ سے دنیا میں اتنی تکلیفیں ہیں اور اس انانیت کے زور اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے منفی اثرات کا صحیح اندازہ لگانا چاہئے اور اسی وجہ سے اسلام انانیت کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہے۔

میرے والد صاحب ہر ایک سے ایک جیسی محبت کرتے تھے اور ان کی زندگی ''محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں'' کے مطابق تھی جو قرآن کی بنیادی تعلیم ہے۔اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ وہ کونسی باتیں ہیں جو میں نے اپنے والد صاحب سے سیکھی ہیں، تو میں کہوں گی اللہ اور اس کی مخلوق سے محبت، نماز کی پابندی اور اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کرنا یعنی ''حقیقی اسلام'' کی تعلیم۔ان کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ ہماری روحانی تربیت ہو، اور آخر وقت تک اس کے لئے کوشش کرتے رہے۔وہ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے کر آنا چاہتے تھے اس لئے بھی کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اللہ کے فضلوں اور اس کے زندہ نشانوں کو پایا تھا۔بارہا میں نے دیکھا کہ خدا نے کیسے مشکل وقت ان کی مدد کی۔مثال کے طور پر جب میرے بھائی کی شادی ہونی تھی تو ان کی مالی حالت اتنی اچھی نہ تھی (مصنف اور صحافی کی آمدنی اتنی زیادہ نہیں ہوتی)۔تب ایک دن ان کو ڈاک کے ذریعہ سے ایک نامعلوم شخص کی طرف سے دعا کی درخواست اور کئی ہزار یورو کی رقم ملی۔ایک بار وہ ربوہ کے جلسہ پر جانا چاہتے تھے لیکن مالی حالت اجازت نہیں دیتی تھی۔انہوں نے اللہ کے حضور بہت دعا کی کہ وہ کوئی سبب پیدا کر دے۔کچھ دن بعد ان کو ایک مشہور اخبار کی طرف سے فون آگیا کہ آپ پاکستان جا کر پاکستان کے متعلق ایک اخباری رپورٹ لکھیں، تمام اخراجات اور ٹکٹ کا خرچہ بھی اخبار والے دیں گے۔یہ ایک ناقابل یقین معجزہ تھا۔ان کے حالات کیسے ہی مشکل اور نا امید کر دینے والے ہوتے، اللہ ہمیشہ ان کی دعائیں ایسے مختلف طریقوں سے قبول کر دیتا کہ میں حیران ہو جاتی۔ان کا خدا پر انتہائی مضبوط ایمان تھا اور انسان ان کے صبر اور حوصلہ کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔وہ اکثر کہتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ نے خود مجھے ہدایت دی ہے اور میرا خدا پر ایمان کوئی بھی نہیں چھین سکتا''۔

میرے والد صاحب کو قادیان جانے کا بہت شوق تھا۔میری والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ کس طرح وہاں وہ سارا وقت مساجد میں گزارتے اور ان کی کوشش ہوتی کہ چاہے تہجد کی نماز کا وقت ہو یا کسی اور نماز کا وقت سب سے پہلے وہ ہی مسجد میں پہنچیں۔جب بھی وہ قادیان جاتے ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو رواں ہو جاتے ان کا پورا وجود روشنی سے بھرا ہوا معلوم ہوتا جیسے ان کے اندر کا سکون ظاہر ہو رہا ہو۔

مجھے ان کی مسکراہٹ بہت یاد آتی ہے۔ہر موقع پر وہ مزاحیہ لطیفے سنایا کرتے تھے، اکثر ناشتے کے وقت بھی۔ان کا روزانہ کا معمول تھا کہ انہوں نے انڈا ضرور کھانا ہوتا تھا جس پر ہمیں ہنسی آتی تھی۔کبھی کبھی وہ بتائے بغیر کچن کی صفائی میں لگ جاتے، جو بہت دلچسپی کا باعث ہوتا کیونکہ بعد میں ہم میں سے کسی کو دوبارہ صفائی کرنی پڑتی کیونکہ وہ اچھی طرح سے صفائی کرنا نہیں جانتے تھے، مگر پھر کوشش کرتے تھے۔وفات سے ایک دن پہلے شام کے وقت میں اور میری بہن ایک آرٹسٹ کی بنائی ہوئی تصویر لے کر آئیں جسے دیکھ کر وہ مسکرائے۔صحت کی کمزوری کے باوجود (زکام کی وجہ سے کمزوری تھی) میں ان کی اچانک وفات کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔یہ بات ہم سب کے لئے انتہائی صدمے کی تھی کہ وہ چار جنوری کی صبح کو فجر کی نماز کے بعد سونے گئے، پھر دوبارہ کبھی نہ اٹھے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔آمین۔

مجھے وہ لمحہ ابھی بھی یاد ہے جب......

صادقہ ریکسن ۔ ایرفورٹ (ترجمہ) منورہ احمد فلڈا

"تو (ان سے) کہہ دے کہ ہم کو تو وہی پہنچتا ہے جو اللہ نے ہمارے لئے مقرر کر چھوڑا ہے۔ وہ ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو چاہیے کہ وہ اللہ پر ہی توکل رکھیں۔ (سورۃ توبہ آیت ۵۱)"

خدا تعالیٰ کے احسانات کا بے انتہا شکر کرتے ہوئے میں ایک نہایت مقدس انسان کی یادوں میں گم ہوں جنہیں میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے پیارے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے بعد پہلے تین سالوں میں ایک خدا سے ڈرنے والے اور دوسروں کا خیال رکھنے والے استاد کے رنگ میں پایا۔

یہ غالباً موسم بہار یا موسم گرما 2009ء کی بات ہوگی جب میں ایک اور احمدی بہن کے ہمراہ مکرم ہدایت اللہ ہبش صاحب اور ان کی اہلیہ کے ہاں ان سے ملنے گئے۔ اس سے پہلے میں ہبش صاحب کو ان کی کتابوں، ایم ٹی اے کے پروگراموں اور جلسہ سالانہ جرمنی 2008 کے موقع پر مقرر کے طور پر جانتی تھی، اور یہی وجہ تھی کہ میں بڑی بے صبری سے اس متوکل اور پرہیزگار انسان کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے بے چین تھی، لیکن ان کی مخلصانہ مہمان نوازی اور قدردانی نے میری گھبراہٹ کو ختم کر دیا۔

مجھے وہ لمحہ ابھی بھی یاد ہے جب مکرم ہبش صاحب نے مجھے یہ باور کروایا کہ ایک احمدی مسلمان عورت کی حیثیت سے میرا راستہ مجھے کہاں لے جائے گا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں جس جگہ رہائش پذیر ہوں وہاں احمدیوں سے میری ملاقات بہت کم ہوتی ہے اور اسی وجہ سے میں یہ کوشش کرتی ہوں کہ اپنے مختلف دوروں کے دوران زیادہ سے زیادہ احمدی بہنوں سے ملاقات کروں اور جماعتی تقریبات میں زیادہ سے زیادہ شرکت کروں۔ میں نے ان سے کہا چونکہ سفر کے دوران مجھے اپنی ذاتی حفاظت کی بھی فکر رہتی ہے اس لئے میں جماعت کے لوگوں پر بھروسہ کرتی ہوں۔ اسی لمحہ مکرم ہبش صاحب نے میری بات کو ٹوکتے ہوئے کہا کہ مجھے مکمل بھروسہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرنا چاہیے۔ ان کے اس جواب سے مجھے سمجھ آئی کہ مجھے اپنے الفاظ اور اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کا بے حساب شکر کرنا چاہیے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو ہماری زندگی میں ہمیں نجات دیتا ہے ہماری حفاظت کرتا ہے اور ہماری روح کو اطمینان بخشتا ہے۔

اس ملاقات کے بعد مکرم ہبش صاحب سے میری خط و کتابت جاری رہی۔ اپنے خطوط اور ای میل میں میں ان سے اسلام کے متعلق تشریحی سوالات پوچھتی۔ (واضح رہے کہ یہ سوالات خدا تعالیٰ کے وجود یا اسلام کے نظریات میں شک کی بناء پر نہ تھے بلکہ اسلامی تعلیمات کی گہرائی جاننے کے لئے تھے) ان سوالات کے جواب وہ بڑی محنت سے دیتے۔

مجھے ان کی یہ بات بہت قابل احترام لگتی کہ اگر وہ کسی سوال کو کسی مربی یا علماء کرام کو بجھواتے کہ اس کا جواب دیں تو مجھے بھی ضرور بتاتے۔ اپنے روحانی اور مذہبی علم کی وجہ سے ان کو اس بات کا پوری طرح سے احساس تھا کہ صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہی تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔

علاوہ ازیں مکرم ہبش صاحب کو اس بات کی بھی فکر رہتی کہ آیا میں نے بڑے جماعتی پروگراموں میں شمولیت کی ہے یا نہیں اور ان کی برکات سے فائدہ اٹھایا ہے یا نہیں!! اگر ان سے رابطہ میں میری طرف سے تاخیر ہو جاتی تو وہ مجھے اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتے کہ میں ان سے رابطہ رکھا کروں، خط و کتابت کے سلسلہ کو دیکھتے ہوئے مجھے احساس ہوتا کہ ان میں اسلام کی خدمت کرنے کا اور اس کی تعلیمات کو پھیلانے کا کس حد تک جذبہ ہے اور نئی نسل کے لئے ان کے دل میں کتنی تڑپ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ 2009ء میں مجھے موقع ملا کہ میں جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ میں شامل ہو سکوں۔ ایک چھوٹے سے قافلے کے ہمراہ، جس میں مکرم ہبش صاحب اور ان کی تین بیٹیاں شامل تھیں ہم ایک بابرکت سفر پر انگلینڈ روانہ ہوئے۔ یہ میرے لئے پہلا لمبا سفر تھا جو میں نے احمدیوں کے ساتھ کیا اور اسی وجہ سے اس میں میرے لئے نا بھولنے والی یادیں اور خوشگوار لمحے موجود تھے۔ سب سے پہلی نئی بات میرے لئے یہ تھی کہ سفر شروع کرنے سے پہلے ہم دعا کرتے جس کی یاددہانی مکرم ہبش صاحب کرواتے تاکہ ہم خدا تعالیٰ کی حفاظت اور مدد کے حصار میں داخل ہو جائیں۔

اس سفر کے دوران میں نے محسوس کیا کہ مکرم ہبش صاحب انتہائی خیال رکھنے والے انسان ہیں جن کی نظر قافلے کے ہر فرد پر ہوتی تھی کہ ان کے آرام اور آسائش کا خیال رکھتے کہ ہم میں سے ہر ایک میں اتنی ہمت ہے کہ ہم یہ لمبا سفر بآسانی کر سکیں۔ وہ دلی طور پر پوری کوشش کرتے کہ اپنے علم اور مدد سے سفر کی تمام مشکلات کو دور کریں چاہے وہ کسی اجنبی علاقے سے نکلنا ہوتا یا ہم عورتوں کی سامان اٹھانے میں مدد کرنا ہوتی یا سخت بارش کی وجہ سے رہائش گاہ میں رات گئے خیمہ تبدیل کرنا پڑتا، وہ ہمارے لئے موجود ہوتے۔

ساتھیوں سے محبت اور گردوپیش کا بہت خیال رکھتے اس بات کا علم مجھے سفر سے واپسی پر پیش آنے والے ایک واقعہ سے ہوا۔ ہم لوگ یورپ کی زمین پر کسی جگہ سفر کر رہے تھے کہ مکرم ہبش صاحب نے ڈرائیور سے اگلی پارکنگ پر گاڑی روکنے کے لئے کہا۔ رکنے کی وجہ یہ تھی کہ مکرم ہبش صاحب کی سیٹ پر ایک کیڑا رینگ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اکثر لوگ اس طرح کے کیڑے کو بغیر ہاتھ لگائے رینگنے دیتے یہاں تک کہ وہ گاڑی کے کسی اندھیرے کونے میں گھس جاتا یا پھر گاڑی کا شیشہ کھول کر

اسے باہر کی ہوا میں پھینک دیتے۔ لیکن میں یہ دیکھ کر جذباتی ہوگئی کہ اگلی پارکنگ میں مکرم ھبش صاحب نے اس کیڑے کو ایک محفوظ اور اس کے لئے آرام دہ جگہ پر اتار دیا۔ جب مکرم ھبش صاحب کا دل ایک کیڑے کے لئے اتنی توجہ اور ہمدردی کے جذبات رکھتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق بنی نوع انسان کے لئے ان کے دل میں کس قدر پیار ہوگا۔

اتنی خصوصیات کے مالک انسان کے لئے میرے دل میں آج بھی غم ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے نبیوں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ جو رحیم ہے اور بار بار رحم کرنے والا ہے، رشید ہے، ہم سب کو راستہ دکھانے والا ہے، ہمیں توفیق دے کہ ہم مستقبل میں مکرم ھبش صاحب کی خوبیاں اپنانے والے ہوں۔ آمین

اسلام کا دفاع کرنے والے ہدایت اللہ ھبش صاحب

نائلہ وارلی، Meinershagen (ترجمہ) منورہ احمد فلڈا

کسی ایسے انسان کو کھو دینا جو دل کے بے حد قریب ہو گیا ہو آسان بات نہیں ہوتی۔ زندگی کھوکھلی اور ویران سی لگنے لگ جاتی ہے۔ اللہ کا خاص فضل ہے کہ اکثر مقامات پر ہدایت اللہ ھبش صاحب کی نہ بھولنے والی یادیں موجود ہیں جو وہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ ایسا ہی ہمارے علاقہ Sauerland میں بھی ہے۔ دوسری طرف یہ ایک بہت ہی پرسکون احساس ہے کہ انہیں یقیناً جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا ہوا ہوگا کیونکہ وہ سب خدمت جو انہوں نے جماعت کے لئے کی وہ انداز جس سے آپ انسانوں سے ملتے آپ کی اسلام سے والہانہ محبت، قرآن پاک سے عشق اور خاص طور پر حضرت محمد ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ سے عشق، جو آپکو تھا، یہ تمام تر خصوصیات ہمیں اس کے علاوہ کچھ اور سوچنے نہیں دیتی۔

1999ء میں ہمیں یہ اعزاز حاصل ہوا کہ ہم ایسے محبت کرنے والے شخص سے ملے۔ وہ ایک بہت ہی خاص لمحہ تھا جب وہ ہمارے ہاں Meinershausen میں ہم سے ذاتی طور پر ملنے کے لئے تشریف لائے۔ ان سے ہی ہم نے اپنے مذہب کی باریکی جانی۔ احمدیت کے تعارف سے پہلے ہی ہم پنج وقتہ نماز کی ادائیگی کیا کرتے تھے لیکن نماز میں لذت کیسے ملتی ہے اور نماز کی اصل غرض کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق قائم کرنا یہ سب ہم نے ان سے سیکھا اور یہ بھی کہ آج بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بولتا ہے جیسے کہ وہ پہلے بولتا تھا ہمیں ان سے پتہ لگا۔

ایک اور بات جس نے ہمیں بے حد متاثر کیا یہ ہے کہ ایک پیدائشی جرمن جس نے بہت بعد میں اسلام قبول کیا فی زمانہ کے پیدائشی مسلمان علماء سے زیادہ اچھا اسلام کا دفاع کرسکتا ہے۔ دو سال کی تبلیغی کاوشوں کے بعد جب ہم جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کے لئے بیعت کر رہے تھے تو ہم نے دیکھا کہ ہدایت اللہ صاحب روتے ہوئے ہمارے لئے محو دعا تھے۔ مجھے نہیں پتہ کہ ہم کیسے ان کی دعا اور ان کے دیئے ہوئے حوصلے کے بغیر دشمنوں کا مقابلہ کر پاتے۔ وہ ہمیشہ ہمارے لئے مشکل اور مسائل کے وقت موجود ہوتے جب بھی میرے میاں انہیں دعا کے لئے کہتے تو وہ کہتے کہ "حضور کو بھی دعا کے لئے لکھو"۔ نہ صرف ٹیلی فون پر دعا کرتے بلکہ کچھ دن بعد ایک خط آجاتا، جس میں بہت ساری دعائیں لکھی ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ آمین

پھر جب ہم تبلیغی میٹنگ رکھتے اور انہیں دعوت دیتے تو وہ ہمیشہ آتے تب بھی جبکہ بہت کم تعداد میں لوگ شامل ہوتے، وہ ہمیں حوصلہ دیتے کہ ہم اور زیادہ تبلیغ کریں۔ 2003ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی وفات ہوئی اور انہیں لنڈن جانا پڑا تو ہمیں لگا کہ وہ اس تبلیغی میٹنگ میں شاید نہ پہنچ پائیں، جو کہ بہت پہلے سے رکھی گئی تھی اور جس کا موضوع "مذاہب کا ایمان میں دخل" رکھا گیا تھا۔ لیکن ہمارا اندازہ غلط ثابت ہوا اور وہ وعدہ کے مطابق پہنچ گئے اور تمام مقررین سے بہتر دلائل دیئے اور اسلام کے جھنڈے کو ایک عیسائی ادارے میں سب سے بلند رکھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جماعت احمدیہ یعنی حقیقی اسلام کی انتھک خدمت کر سکیں۔ ھبش صاحب وفات پا گئے لیکن ان کی یادیں ہمیشہ زندہ رہیں گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی محنت کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

خدا حافظ ہمارے بھائی خدا نے تمہیں بلایا ہے

انیٹے ناصرہ سلطانہ احمد ڈامشٹڈ

(ترجمہ) منورہ احمد فلڈا

مؤرخہ 4، جنوری 2011 بروز منگل میرے میاں کو ہمارے حلقہ صدر صاحب نے بذریعہ ایس ایم ایس اطلاع دی کہ برادرم ہدایت اللہ صاحب وفات پا گئے ہیں۔ میرے میاں نے اسی وقت مجھے بتایا۔ یہ خبر سن کر میں ایک دم ششدر رہ گئی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کے الفاظ پڑھے۔ لیکن اس بات کا یقین کر لینا میرے لئے کافی مشکل امر تھا کہ برادرم ہدایت اللہ ہبش صاحب ہمیں چھوڑ کر اس جہان سے کوچ کر چکے ہیں، ابھی ان کی عمر بھی زیادہ نہیں تھی، صحت کے لحاظ سے وہ پوری طرح مضبوط نہیں تھے لیکن ان کی بیماری کی بھی کوئی خبر میں نے نہیں سنی تھی۔ اسی وجہ سے میں مکمل طور پر حیران اور دکھی تھی۔

جس وقت میں جماعت میں شامل ہوئی، نو مبائع کی حیثیت سے ہم نے پر جوش خط و کتابت سے آپس میں رابطہ رکھا۔ انہوں نے تفصیلی خطوط کے ذریعہ میری بہت راہنمائی کی میرے سوالات کے جواب دیئے میرے شک وشبہ کو دور کیا اور مجھے حوصلہ دیا کہ میں صحیح راستہ پر گامزن ہوں۔ مجھے اپنے جامع تجربات سے وثوق کے ساتھ یقین دلایا کہ ایک زندہ اور پیار کرنے والا خدا موجود ہے جو ہماری نگرانی کرتا ہے اور ہماری دعاؤں کا جواب دیتا ہے زندگی کے گہرے اندھیروں کے اختتام پر ایک روشنی کی کرن ہوتی ہے مختصر یہ کہ تمام تر جدوجہد اور مستقل مزاجی سے کی گئی کوششیں آخر کار خدا تعالیٰ کے راستہ پر ہی کامیاب ہوتی ہیں اور جو خدا تعالیٰ کو مستعدی سے ڈھونڈے اسے وہ مل جاتا ہے۔

بذریعہ ٹیلی فون بھی برادرم ہدایت اللہ صاحب کے ساتھ کافی رابطہ رہا اس کے علاوہ ذاتی طور پر ان سے جرمن ڈیسک کی میٹنگز کے دوران بھی بات چیت رہی۔ اس وقت یہ میٹنگز مرد و خواتین کی اکٹھی منعقد کی جاتی تھیں ان مواقع پر بہت سے موضوعات زیر بحث لائے جاتے ایک پردہ کے ذریعہ مردوں اور عورتوں کے حصہ کو تقسیم کر دیا جاتا اور سب ان موضوعات پر پر جوش طریقہ سے حصہ لیتے۔

برادرم ہدایت اللہ صاحب بہت سے نو مبائعین کے ساتھ ذاتی رابطہ میں تھے اور ان کی روحانی ترقی کے لئے ہمیشہ انہیں کچھ نہ کچھ سوچنے کے لئے دیتے رہتے تھے۔ وہ جامع علم اور گہری سوچ کے مالک تھے۔ اسلامی دستور اور روحانی پہلو کو اچھی طرح سمجھتے ہوئے ان دونوں کو مطابقت دیتے تھے۔ ان کی روحانیت قابل رشک تھی اور میرے لئے ہمیشہ عمل پر ابھارنے والی تھی۔

مؤرخہ 30/اپریل 1999 کو ہم نے فلڈا میں Offener Kanal پر ایک پروگرام "Stunde des Islam" شروع کیا جس کی وجہ سے ہماری اکثر ملاقات ہوتی۔ ہم نے کئی دلچسپ پروگرام بنائے جن میں ہم دونوں نے کبھی اکیلے کبھی مہمانوں کے ساتھ اور کبھی براہ راست نشر ہونے والے پروگرام شامل کئے۔ بعد ازاں میں فلڈا میں نہیں رہتی تھی اور اپنے چھوٹے بچوں کی وجہ سے پروگرام چھوڑنا پڑا جس کی مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ برادرم ہدایت اللہ صاحب تا دم مرگ اس کام کو پورا کرتے رہے۔

ان کی کتابیں میرے لئے ایک بہت بڑی مدد تھیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ سوالات کے جواب دینے کے لئے قرآن پاک کے حوالہ جات ڈھونڈنے اور نئے راستے کھولنے کے لئے بہترین ہیں۔ ان تمام باتوں سے جو انہوں نے لکھیں یا کہیں خدا تعالیٰ کی محبت ٹپکتی ہے اور جماعت اور خلافت سے پیار ظاہر ہوتا ہے۔ جماعت کے ساتھ ان کا گہرا دلی تعلق میرے لئے ہمیشہ نمونہ رہا ہے۔ اسی طرح مختلف شعبہ جات میں انکی انتھک کاوشیں بے مثال ہیں۔ ان کی متحرک زندگی نے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنا مرکز بنا لیا تھا اور اپنے مقصد کو پا لیا۔

جب بھی میں انکے بارہ میں سوچتی ہوں تو محسوس کرتی ہوں کہ ہمیں ان کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے محبت کرنے والے خدا کی طرف لوٹ گئے ہیں۔

ہمیں ان کے جانے کا افسوس ہے، ہم انہیں یاد کرتے ہیں، لیکن ہم ان کے لئے خوش ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کے مقصد کو پا لیا۔

اللہ تعالیٰ انہیں اپنے قرب وجوار میں جگہ دے اور انہیں ہمیشہ آسودگی سے رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو ہمت طاقت اور صبر دے۔ آمین ثم آمین

افسوس کی حالت میں لکھے گئے اشعار:

خدا حافظ ہمارے بھائی خدا نے تمہیں بلایا ہے
اپنے پاس اور تمہیں جانا ہے
جب اسکی رضا ہوگی تب ہم ملیں گے
خدا نے تمہیں بلایا ہے
اور تم تیار تھے
ہمیں کبھی کبھی وقت بہت تھوڑا معلوم ہوتا ہے
جو زمین پر ہمارے لئے بچا ہے
ہم نے جرمن ڈیسک کے موقع پر کیا کیا نہیں کیا تھا
باتیں کیں اور رات گئے تک بحث بھی
جھگڑے بھی روئے بھی اور ہنسے بھی
ہم بہت رنجیدہ ہیں
اپنے لئے نہ کہ تمہارے لئے
تم تو اب خدا کے قریب ہو
اس کی محبت اور اس کی روشنی میں ہو
خدا حافظ ہمارے بھائی ہم تمہیں یاد رکھیں گے
تمہاری زندگی اور تمہارا کام
ہمارے لئے مثال اور مشعل راہ ہیں

ایک شاعر ایک مسلم

امن کی تلاش میں رہنے والے مشہور جرمن امام ہدایت اللہ ہبش

Heusenstamm: (ترجمہ) ماہم منیر رامہ

ہدایت اللہ ہبش صاحب کی وفات صرف جماعت احمدیہ جرمنی کے ہی لئے ایک افسوس ناک واقعہ نہیں تھا بلکہ پورے ملک میں دیگر جرمن اخباروں نے بھی ان کی وفات پر نہایت افسوس اور تکلیف کا اظہار کیا ہے۔ روزنامہ Junge Welt 06.01.2011 لکھتا ہے کہ وہ ایک نہایت حلیم الطبع شخص تھے انہوں نے اپنا نام بدل کر ہدایت اللہ رکھا جس کا مطلب ہے خدا سے ہدایت یافتہ۔ لوگ جو بھی اسلام کے متعلق رائے رکھیں لیکن اس دین نے ان کے اس نام کو بالکل ایک شفاف صاف شیشے کی مانند دکھادیا۔

Kulturnetz.ev.07.01.2011 نے بیان دیا کہ امن کی تلاش میں رہنے والے سابق ہپی ہدایت اللہ ہبش ایک چھپے ہوئے شاعر تھے۔ فرینکفرٹ کے سب سے پہلے ہیڈ شاپ کے بانی، ہیسن کے ادیبوں کی انجمن کے بانی، بلند پایہ ادیب، صحافی اور اسلام کے عالم تھے اور ان کے اندر تعلقات عامہ کی خاص صلاحیت تھی جس سے انہوں نے انسانوں کو متحد کرنا چاہا۔ خاص طور پر نوجوان ادب کی مدد کرتے تھے۔ وہ دو تہذیبوں کے درمیان ایک پل بنے ہوئے تھے۔ ان کی کمی شاید ہی پوری ہو سکے۔

Glanz&Elend Magazin لکھتا ہے کہ ان کی بار بار سنائی ہوئی اور بار بار یاد کروائی ہوئی آپ بیتی ایسی کامیاب زندگی تھی ایک ایسے شخص کے لئے جو خوشی کے تلاش میں ہو۔ Journal Frankfurt 04.01.2011 لکھتا وہ نرم مزاج تھے عیسائیوں اور مسلمانوں کے آپس کے رواداری کے لئے انہوں نے بہت ساتھ دیا۔

روزنامہ Frankfurter Rundschau 05.01.2011 لکھتا ہے وہ ایک شاعر اور مسلمان تھے۔ سب سے زیادہ سچے شاعر تھے جس کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ وہ ایک ایماندار مسلم تھے۔ کچھ عرصہ کے لئے جماعت احمدیہ کے ترجمان بھی رہے۔ ۲۰ سال سے زیادہ عرصہ نور مسجد کے امام رہے۔ ان کی جماعت کہتی ہے کہ ان کی ایمانداری، ان کی شخصیت اور ان کی خدمت جو انہوں نے اسلام کی خاطر کی اس کی وجہ سے وہ ان ستونوں میں سے تھے جنہوں نے جماعت کو کھڑا رکھا تھا۔

اخبار Die Welt 06.01.2011 میں آیا ہے کہ Günter Grass (جو آج کل کے سب سے اہم جرمن مصنفوں میں سے ہیں اور جنہیں ۱۹۹۹ء میں ادب کا نوبل پرائز ملا تھا) نے ہدایت اللہ ہبش صاحب کو ایک دفعہ ایک بہت بڑا شاعر بننے کی پیشگوئی کی تھی۔

پریس نے بیان دیا کہ ہدایت اللہ ہبش صاحب ایک ایسے شخص تھے جن کے اندر مختلف بڑی بڑی صلاحیتیں پائی جاتی تھیں۔

Minister Hahn (Hessens minister for justice,for integration and europe) 06.01.2011 کہتا ہے کہ اسلامی احمدیہ مسلم جماعت کے سپیکر کے حوالے سے سب سے مشہور جرمن مسلمان ہونے کے حوالے سے انہوں نے integration کا بہت ساتھ دیا۔ انہوں نے لبرل اسلام کا اظہار کیا، وہ خطبہ جمعہ جرمن زبان میں دیتے تھے، اس طرح وہ دو دنیاؤں کے درمیان میں ایک پُل بنے ہوئے تھے۔

انٹرنیٹ کی مختلف ویب سائیٹ پر لکھا ہے کہ ان کی شاعری بھی دل کی گہرائیوں سے نکلتی تھی اور ان کی نثر بھی جو کہ زیادہ تر اسلام پر مبنی ہے وہ بھی دل کی گہرائیوں سے لکھی گئی تھی۔ (knobi-der-buechernomade.blog.de)

انہوں نے اتنی ساری بنیادی اینٹیں فن اور ادب کے مختلف اداروں میں رکھی تھیں کہ انسان ان سے کثیر المنزلہ عمارت تعمیر کر سکتا ہے۔ (boombooks.de) وہ ایک بڑے بھائی تھے۔ (songdog.at/blog/p=5063) انہوں نے اپنے مخالفوں سے بھی اور میڈیا کے ذریعہ اسلام سے نفرت کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

ان کی جدائی سے جرمن فنونِ لطیفہ ایک انتہائی پاکیزہ ادیب کو کھو بیٹھا ہے۔ ان کا رویہ عاجزی اور ملنساری لئے ہوتا تھا۔ جب کوئی ان سے برابری کی بنیاد پر سوال کرتا تو وہ مدد کے لئے تیار ہوتے تھے۔ ہدایت اللہ ہبش صاحب عاجزی کی تصویر تھے۔ اسی سے آپ کی شخصیت بنتی تھی اور اسی لئے وہ سب کو عزیز تھے۔ (studio96-berlin.de)

میری پیاری امی جان

عابدہ بشریٰ خالد صاحبہ Obertshausen

ہر کوئی کہتا ہے ''ماواں ٹھنڈیاں چھاواں'' اس بات کی سمجھ انسان کو اس وقت زیادہ آتی ہے جب اس کی اپنی ماں جدا ہو جاتی ہے میری امی جان کا نام مکرمہ رشیدہ بشیر صاحبہ تھا۔

میری والدہ صاحبہ 1947ء میں اوکاڑہ میں پیدا ہوئیں۔ ابھی کم سن ہی تھیں کہ ان کی والدہ صاحبہ کی وفات ہو گئی۔ اس پر ہمارے نانا جان محترم مولوی جمال دین صاحب مرحوم انہیں مکرمہ سیدہ چھوٹی آپاؓ (حضرت ام متین صاحبہ) اور حضرت مصلح موعودؓ کے پاس چھوڑ گئے چنانچہ وہیں امی جان نے تعلیم حاصل کرنی شروع کی حضرت سیدہ چھوٹی آپاؓ نے انتہائی شفقت اور پیار سے ان کی پرورش کی۔ 1959ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے امی جان کے لئے رشتہ تجویز کر کے شادی کی بات کی تو امی جان بتاتی تھیں کہ جب رشتہ طے کیا گیا تو حضور انورؓ نے نانا جان کو خط لکھا کہ آ کر لڑکا دیکھ لیں مگر نانا جان نے خط لکھا کہ آپؓ نے دیکھ لیا ہے اور میں نے تصویر دیکھ لی ہے۔ میں راضی ہوں۔ پھر نانا جان کی وفات امی کی شادی سے قبل ہو گئی چنانچہ حضرت میر محمود احمد صاحب اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور صحت میں برکت ڈالے ان کے وکیل بنے۔

شادی کے بعد بھی آپ کا خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے گہرا تعلق اور انتہائی عقیدت رہی۔ ہر ایک کا ذکر انتہائی محبت سے کرتیں اور اکثر کہتیں کہ اگر میں خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں نہ ہوتی تو نہ جانے میرا کیا انجام ہوتا۔ حضرت سیدہ چھوٹی آپا کے ساتھ اور حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ایسا پیار تھا کہ الفاظ میں لکھنا مشکل ہے۔ ہم ساری اولاد اس بات کی گواہ ہیں کہ بہت بھرم اور رکھ رکھاؤ کی زندگی گزاری۔ تنگی ترشی میں بھی ہمیشہ صبر اور حوصلہ سے وقت گزارا۔ ہمیشہ صدقہ اور خیرات کھلے دل سے کرتیں۔ اپنے غریب بہن بھائیوں کی مدد اس طرح کرتیں کہ ان کے جذبات کو تکلیف نہ پہنچے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنی چھ طلائی چوڑیاں 100 مساجد میں دے دیں اور عجیب بات یہ کی کہ کسی کو پتہ تک نہیں لگنے دیا۔ آپ بہت مہمان نواز تھیں۔ کھانا بنانے کے بعد ایک ڈونگے میں کچھ اچھا سا سالن نکال لیتیں کہ مہمان کا کچھ پتہ نہیں کہ کب آ جائے اور وہ رحمت ہوتا ہے۔ گھر میں موسمی پھل آتا تو حصوں میں بانٹ دیتیں۔ ایک حصہ ہم سات بہن بھائیوں کے لیے، دوسرا رشتہ داروں کے لیے اور تیسرا یتیموں کے لیے۔ اگر ہم دکھی ہوتے کہ ہمارے حصہ کی چیزیں دوسروں میں کیوں بانٹ دیتی ہیں تو کہتیں کہ جو خود کھا لیا وہ تو کھا لیا باقی وہی بچے گا جو تقسیم ہو جائے گا۔

ہمارے ایک چچا مکرم مسرت احمد صدیقی جو جوانی میں شہید ہو گئے۔ ان کی بیوی اور بچوں کے ساتھ ہمیشہ شفقت کا سلوک فرماتیں رہیں اور اپنی ضرورت رد کر کے بھی ان کے لیے آرام اور آسائش کا باعث بننے کی کوشش کرتیں۔ گھر میں کھانا بنتا تو لازماً پہلے کچھ سالن نکال کر ان کے گھر بھجوا دیتیں اور بعد میں اپنے بچوں کو دیتیں۔ اپنے سسرال کے ساتھ بھی بہت وفا اور خلوص کا سلوک رکھا۔ نندوں کے ساتھ ہمیشہ بہنوں کی طرح کا سلوک رہا اسی طرح ہمارے دادا جان اور دادی جان کی بھی بہت خدمت کی۔ 1986ء میں جرمنی آ گئیں تو یہاں بھی دین کی خدمت کو اوّلین فریضہ سمجھا۔ عہدیدان کی خاص اطاعت کرتیں اور جہاں حکم دیا جاتا وہیں خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتیں۔ 1989ء میں سیدہ چھوٹی آپاؓ کی جرمنی آمد پر مکرمہ کوثر شاہین ملک صاحبہ اس وقت کی نیشنل صدر جرمنی کے گھر رہ کر ان کی دل و جان سے خدمت کی اور اسی طرح ان کی دعاؤں کی وارث ٹھہریں۔ لجنہ جرمنی میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک فعال ممبر کے طور پر زندگی گزاری۔ مختلف اوقات میں مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ آپ جماعتی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتیں۔

انہوں نے اپنے ہر داماد اور بہو کے ساتھ بھی ہمیشہ بہت نیک سلوک کیا۔ اکثر دامادوں کی تعریف کرتیں اور اپنی بیٹیوں کو ان کی غلطی کی طرف توجہ دلاتیں۔ اور کہتیں کہ اپنے ساتھی کی عزت کا بہت سارا حصہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ خود بھی ابا جان کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا۔ ابا جان کا نام بہت محبت سے لیتیں اور مثالی جوڑا کے طور پر زندگی گزاری۔ اکثر کہتی تھیں کہ زندگی میں صبر اور حوصلہ نہ ہو تو گھر بہت جلدی ٹوٹ جاتا ہے۔ ہمیں بھی نصیحت کرتیں کہ بچوں میں صبر اور حوصلہ کی پختہ عادت ڈالو۔ امی جان نے کبھی اپنی تکلیف کا اظہار بے چین ہو کر نہیں کیا بلکہ ہمیشہ صبر اور بہادری کے ساتھ ہر تکلیف کو برداشت کیا۔ اور ہمیشہ اللہ کی رضا پر راضی رہیں اور ہمیں بھی نصیحت کرتی تھیں کہ صدقہ اور خیرات کھلے دل سے کیا کرو اور اللہ پر توکل رکھا کرو کوئی زیادتی کر بھی جائے تو دل سے معاف کر دیا کرو۔ ان کا شیوہ تھا ہمیں بھی یہی کہتیں کہ ہمیشہ تعلق کو جوڑنا اگلا بے شک تعلق توڑے مگر تم نہ توڑنا اور اپنا معاملہ اکثر اللہ کے سپرد کرتیں۔ قرآن کریم کی تلاوت صبح صبح انتہائی سوز کے ساتھ کرنا ان کی عادت تھی اسی طرح کھانا پکاتے، کپڑے دھوتے اور چلتے پھرتے وقت بھی دعائیں کرتیں۔ اور فرماتیں کہ ''یہ ہم نے حضرت اماں جانؓ سے سیکھا ہے۔''

وفات سے چند روز قبل خواب میں دیکھا حضرت سیدہ چھوٹی آپاؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ایک جہاز میں سوار ہیں اور وہ بادلوں میں اڑ رہا ہے میں جلدی جلدی برقعہ پہن کر جاتی ہوں اور جب میں جہاز میں داخل ہوتی ہوں تو آپا جانؓ فرماتی ہیں کہ ''کہاں رہ گئی تھیں رشیدہ جلدی آ جاؤ''۔ سو ایسے ہی جلدی جلدی ہم سے دور چلی گئیں۔

وفات 2 جولائی کو بائی پاس آپریشن کے بعد ہوئی اور آپریشن سے قبل مجھے کہا کہ پاکستان فون کر کے آپی یعنی میری بہن سے کہو کہ تین دیگیں پکوا کر غریبوں امیروں اور تمام عزیزوں کو بلا کر دعوت کر دے اور میرے انجام بخیر کے لیے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس طرح وہ ان کی دعائیں زندگی میں قبول فرماتا رہا اور انہیں محتاجی کی زندگی اور تلخی کی موت سے بچایا ایسے ہی اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں بھی اپنی رحمت کے سائے میں رکھے۔ آمین۔ وہ یہاں بھی خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی ادنیٰ خادم تھیں وہاں بھی اللہ تعالیٰ انہیں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت سیدہ چھوٹی آپاؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کی محبت نصیب فرمائے۔ اور ہمیں ان کی نیکیاں زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ

ایک عظیم باپ کی یاد میں

راشدہ کرن خان۔ آئرلینڈ

باپ وہ عظیم ہستی ہے جس کے دل سے نکلی ہوئی دُعا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ضرور اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے۔ باپ وہ عظیم ہستی ہے جس کا بھیگی آنکھوں کے ساتھ بیٹی کے سر پر ہاتھ، دنیا کی تمام نعمتوں سے بھاری ہوتا ہے اور جو تازیست دعاؤں کا خزانہ ہوتا ہے۔ آج ایسے ہی ایک عظیم باپ کی غم زدہ بیٹی، اپنے پیارے ابو کی یادوں میں سے کچھ پل یہاں تحریر کرنے جارہی ہے۔ میرے ابو جان مکرم پروفیسر عبدالباسط ملک صاحب، (صدر جماعت ڈیٹسن باخ جرمنی) کی شخصیت ہم سب بھائی بہنوں کے لئے ایک مشعلِ راہ ہے۔ ہمارے بچپن سے لے کر جوانی تک، ہماری مذہبی اور دنیاوی راہنمائی کیلئے ہمارے لئے ہر دم حاضر رہتے اور ایسے احسن طریق سے مطمئن کرتے، کہ ہمیں کبھی کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ابو کی یاد میں لکھنے بیٹھی ہوں تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے وہ میرے سرہانے بیٹھے ہوں۔ ان کے پیارے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آج بھی وہ ہوتے تو مجھے ہمیشہ کی طرح بے حد پیارے انداز میں کہتے، 'کرن بیٹا، آپ Please یہ کام صبح کرلیں۔ ابھی بہت دیر ہوگئی ہے، اور میں اصرار کرتی کہ: "ابوجی، یہ بہت اہم کام ہے۔ ابھی نہیں کروں گی، تو یہ کام مکمل نہیں ہوسکے گا۔'' میری یہ بات سُن کر ابو فوراً اُٹھتے اور کچن میں چلے جاتے اور اپنے ہاتھوں سے دودھ گرم کرکے میرے پاس واپس آتے اور دودھ کا کپ میرے سامنے رکھ دیتے، اور کہتے: "اگر کام اہم ہے تو آپ کی صحت بھی اہم ہے۔ یہ دیکھ کر میں شرم سے سر جھکا دیتی، کتنے افسوس کی بات ہے، کتنی نالائق بیٹی ہوں، اپنے ابو کی خدمت کرنے کے بجائے اُن سے خدمت لے رہی ہوں۔ یہ سوچتی اور بس سوچتی چلی جاتی۔ لیکن ابو کی بے حد شفقت اور محبت کا بدلہ کبھی پورا نہ کرپاتی۔ اگست 2010ء میں جب میں ابو کے پاس جرمنی گئی۔ رات کافی دیر تک اپنے جماعتی رسالہ پر کام کرتی رہی۔ اور ابو مجھے کام کرتے دیکھ کر ایسا ہی کیا کرتے۔ کبھی میرے پاس دودھ کا کپ رکھتے، کبھی میوے اور پھل رکھ دیتے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ رات دیر تک میرے ساتھ بیٹھ کر میری مدد کرتے رہے۔ اس کام کے دوران ابو نے بتایا کہ کراچی نیشنل کالج جہاں ابو تعلیم دیا کرتے تھے، وہاں کے انگریزی زبان میں چھپنے والے رسالہ کے مدیر ابو ہی ہوا کرتے تھے۔ یہ سن کر میں حیران ہوئی کہ ابو نے پہلے کبھی ذکر نہیں کیا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو کو اپنی کوئی بڑائی یا خوبی بیان کرنا پسند نہیں تھا۔ ابو ہمیشہ اپنی گفتگو میں کسی سے مخاطب ہوتے تو 'آپ' اور 'please' کا لفظ استعمال کرتے تھے، چاہے کسی چھوٹے بچے سے ہی کیوں نہ مخاطب ہوں۔ اپنے دامادوں کو بھی ہمیشہ ان کے نام کے ساتھ 'صاحب' کہہ کر پکارا۔ ہر کسی کی بہت عزت اور احترام کیا کرتے۔ باوجود اس کے کہ ابو کا مزاج سخت اصول پسند اور رعب دار تھا۔ لیکن کبھی کسی کو کچھ سمجھانے کی ضرورت محسوس کرتے تو ایسے احسن طریق سے سمجھاتے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔

میرے پیارے ابو 1946ء میں سیالکوٹ میں ایک معزز احمدی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابو کے دادا حضرت منشی اللہ رکھاؓ اپنے خاندان میں سب سے پہلے جماعتِ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ ابو کا بچپن اور جوانی کراچی اور سندھ میں گزرا۔ ابو کا خاندان کافی رئیس اور کاروباری تھا۔ اسلئے ابو کا بچپن نہایت شاندار اور خوشگوار گزارا۔

لیکن جب ابو کی عمر تقریباً 10 سال کی ہوئی تو اُن کی والدہ اچانک وفات پاگئیں۔ اس عرصہ میں اُن کے خاندان میں مالی حالات بہت خراب ہوگئے۔ اتنی چھوٹی عمر میں پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود ابو نے اپنی محنت اور خداداد ذہانت کی بنا پر بعدازاں اسلام آباد سے ایم اے انگلش لٹریچر اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ پھر خدا کے فضل سے کچھ عرصہ کے بعد ایم اے ہسٹری (انگلش) بھی کیا۔ اس طرح سے ڈبل ایم اے کرنے کی توفیق پائی۔ کافی عرصہ ٹھٹہ کالج اور نیشنل کالج کراچی میں بحیثیت لیکچرار تعلیم دینے کی توفیق پائی۔

میری والدہ کا خاندان ہندوستان سے ہجرت کرکے لاہور آیا تھا۔ ایک روز میری نانی امی مرحومہ (محترمہ شفیقہ ملک صاحبہ، پرنسپل وومین کالج، صدر لجنہ لاہور دارالذکر) کے پاس ان کی بہن آئیں اور انہوں نے بتایا کہ کچھ لوگ کراچی سے رشتہ کے سلسلہ میں آئے ہیں۔ کچھ دنوں تک ابو کے ساتھ نانا ابو کی میل ملاقات چلتی رہی، اس عرصہ میں انہوں نے دُعائیں کی اور میرے ابو کے مزاج کو جان کر انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔ لہٰذا اُنہوں نے ضرورت نہیں سمجھی کہ کوئی مزید معلومات حاصل کریں۔ میرے والدین شادی کے بعد دو سال کراچی میں مقیم رہے۔ میری پیدائش کے کچھ ماہ کے بعد ابو نے کسی عزیز کے اصرار پر ایک ملازمت کے لئے اپلائی کردیا جو کہ ملک یمن (عرب) میں تھی۔ اللہ کے خاص فضل سے ابو کا سلیکشن ہوا۔ اس طرح سے 1983ء میں ہم یمن کے شہر ثناء شفٹ ہوگئے۔ جہاں میرے ابو نے 2 مختلف یونیورسٹی میں بحیثیت پروفیسر 8 سال تک تعلیم دینے کی توفیق پائی۔ ابو یمن میں پاکستانی ایمبیسی کے ممبر بھی تھے اور وہاں کے سفیر کے ساتھ مختلف شعبہ جات میں کام کرنے کی توفیق پائی۔ کوئی محفل لگا کرتی تو اس میں میزبان کا رول ادا کرتے تھے۔ ابو کو شروع سے ہی انگلش لٹریچر اور شاعری سے بہت لگاؤ رہا۔ اس کے لئے خاص وقت نکالا کرتے۔ 1991ء تک یمن میں احمدیت کی مخالفت بڑھ چکی تھی۔ اس عرصہ میں ابو نے بہت دُعائیں کیں۔ ابو نے خواب میں دیکھا ہے کہ ابو ایک ایسے کسی ملک میں کھڑے ہیں جہاں ایک چرچ سے گھنٹیوں کی آوازیں آرہی ہیں۔ اس خواب کے بعد ابو نے ایک ماہ کے اندر جرمنی اور برطانیہ کے ویزے لگوالئے۔ میرے تایا ابو جرمنی میں اُس وقت تقریباً 16 سال سے مقیم تھے۔ ابو نے سوچا کہ ہم پہلے جرمنی جاکے دیکھیں گے پھر وہاں سے برطانیہ ہجرت کرلیں گے۔ لیکن جب 1991ء میں ہم جرمنی گئے تو ہمارا پروگرام تبدیل ہوگیا اور وہیں رکنے کا فیصلہ کرلیا۔ ابو کو اپنے اس فیصلے پر کچھ عرصہ کے بعد پچھتاوا محسوس ہوا۔ ابو کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہاں آکر زبان سب سے بڑا مسئلہ بنے گی۔ ابو کا بس چلتا تو اسی وقت واپسی کا انتظام کرلیتے۔ لیکن خدا تعالیٰ کو ہمارا وہاں پر رکنا ہی منظور تھا۔ ہم کاسل شہر کے قریب وُنسن ہاؤزن شفٹ ہوگئے۔ جہاں ابو جاتے ہی جماعتی ذمہ داریوں میں مصروف ہوگئے۔

غالباً 1994ء کے شروع سے ابو صدر جماعت کی ذمہ داری سنبھال رہے تھے۔ 1996ء میں ابو نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ہمارے گھر تشریف لائے ہیں۔ ابو نے کہا مجھے ایسا لگتا ہے یہ خواب پورا ہوگا۔ 1997ء میں ابو کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق دی کہ وہ ایک کامیاب تبلیغی نشست منعقد کرسکیں۔ خدا تعالیٰ نے

ابو کا خواب پورا کر دکھایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ہمارے چھوٹے سے شہر میں ازراہِ شفقت اس میٹنگ میں تشریف لائے۔ جو کہ ہمارے لئے بے حد خوشی اور اعزاز کی بات تھی۔ ان میٹنگز کے بعد حضورؒ نے میرے ابو سے انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور اور بہت مبارک باد دی۔ میں اپنی شادی کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ایک ملاقات کرنے گئی، تو حضورؒ نے انتہائی خوشی اور جوش سے ابو کا ذکر فرمایا۔ اور انکی مصروفیت کے بارہ میں مجھ سے دریافت کیا۔ ابو کو شروع سے ہی دعوت الی اللہ کا بے حد شوق تھا۔ اسی غرض سے شہر کے Buergermeister، ڈاکٹرز، پادری، استاد اور مختلف محکمہ سے تعلق رکھنے والے افراد کو گھر کھانے پر دعوت دیتے۔ نہایت خوش اخلاقی سے ان کی مہمان نوازی کرتے۔ اور جماعتی لٹریچر وغیرہ تحفہ میں دیتے۔ 2004ء میں ابو میرے سسرال کے قریب ڈیٹسن باخ شفٹ ہو گئے۔ وہاں آتے ہی ابو کو صدر جماعت کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ اب تک تین مختلف حلقوں میں شفٹ ہوئے اور ہر حلقہ میں صدر جماعت کی ذمہ داری سنبھالنے کی توفیق پائی۔ اس کے علاوہ نیشنل رشتہ ناطہ اور دیگر شعبہ جات میں تعاون کے لئے وقت نکال کر بیت السبوح جایا کرتے تھے۔ آخری دنوں میں ابو امورِ عامہ میں خدمت سرانجام دینے کے لئے بیت السبوح جایا کرتے تھے۔ ابو کا زیادہ تر وقت مسجد میں اور جماعتی مصروفیات میں گزرا کرتا تھا۔ مسجد میں نمازیں باجماعت پڑھنے کے عادی تھے۔ اپنے ہمسائے میں کچھ احمدی بچوں کو اپنے ساتھ پیدل مسجد لے کر جایا کرتے تھے۔

میرے ابو کی وفات: 30 اکتوبر 2010ء کی صبح، میرے ابو اپنے کام پر جانے کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ صبح چھ بجے کے قریب میرا بھائی ابو کو کام پر چھوڑنے کے لئے نکل گئے۔ میری امی آرام کے لئے دوبارہ لیٹ گئیں، تو امی نے ایک عجیب سا خواب دیکھا کہ امی خون میں لپٹی ہوئی ہیں اور ہسپتال میں ہیں۔ اس خواب کے بعد امی بہت گھبرائیں اور ابو اور بھائی کی خیریت معلوم کرنے کے لئے فون کیا لیکن رابطہ نہیں ہوا۔ پھر کچھ دیر بعد پولیس گھر پر آئی اور بتایا کہ ابو اور بھائی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ پولیس نے بتایا کہ مخالف سمت سے آنے والی کار میں ایک شخص جو کہ نشے کی حالت میں تھا، اُس نے تیز رفتاری سے ابو کی کار کو ٹکر ماری ہے۔

یہ دردناک خبر سنتے ہی امی اور بہنیں ہسپتال پہنچیں اور معلوم کرنے پر پتہ لگا کہ ابو کی حالت کافی تشویش ناک ہے۔ اور بھائی اللہ کے فضل سے بہتر ہے۔ کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر نے میری بہن کو بتایا کہ ”آپ کے والد شدید زخمی ہیں، ہم آپ کے والد کو نہیں بچا سکیں گے، شاید اُنکے پاس کچھ منٹ باقی ہیں“۔ میری بہن نے ڈاکٹرز سے کہا ”ہمارا ایمان خدا پر ہے، اللہ تعالیٰ قادر ہے، وہ ہی زندگی دینے کی طاقت رکھتا ہے۔“ ہماری یہ حالت تھی کہ دُعاؤں کے سوا کوئی بات سمجھ نہیں آتی تھی۔ میں آئر لینڈ سے جرمنی پہنچ گئی۔ اُسی رات ڈاکٹر نے بتایا کہ ”اچانک سے آپ کے والد کی طبیعت میں بہتری ہو گئی ہے“۔ ساری رات ہم سجدوں میں گرے رہے، اگلے دن ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کے والد معجزانہ طور پر بہتر ہو گئے ہیں جبکہ ایسا ہونا ناممکن تھا“۔ اس حادثہ کے تین ہفتے تک ابو کی تقریباً 5 سرجریز ہوئیں۔ اور ابو کو اس عرصہ میں بے ہوش رکھا گیا اور جب ہوش میں لے کر آئے تو ابو صرف آنکھیں کھولتے تھے۔ ہم ابو کے پاس جاتے اور اُنکا ہاتھ تھامتے، ان سے باتیں کرتے تو انکی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ اُن کو کبھی زندگی میں ہم نے بیمار ہوتے نہیں دیکھا تھا، انکو کبھی اپنے کاموں سے تھکتے نہیں دیکھا تھا۔ اور آج ہم اُن کو اس حالت میں دیکھ رہے تھے، ہمارے اس درد اور کیفیت کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پورے ایک ماہ تک دنیا کے بے شمار جگہوں پر ابو کے لئے دُعاؤں کی درخواست کے اعلانات کئے جاتے رہے۔ ابو کی وفات سے 2 دن پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس میرے تایا ابو مرحوم اور باقی رشتہ دار کھڑے ہیں۔ اور وہ سب مجھے اصرار کر رہے ہیں کہ تم اپنی سب سے زیادہ قیمتی انگوٹھی نکال کر تایا ابو کو صدقے کے لئے دے دو۔ میں بہت روتی ہوں کہ میں ایسا نہیں کر سکتی۔ میری امی روتے ہوئے کہتی ہیں کہ ”کرن تم اگر انگوٹھی نہیں دے سکتی تو جو تمہارے پاس پیسے ہیں وہ ہی دے دو۔ میں کہتی ہوں: ”امی، یہ پیسے میں ایک عرصہ سے جمع کر رہی تھی۔ یہ دینے کے بعد میرے پاس کچھ نہیں رہے گا“۔ میں روتی جاتی ہوں اور تایا ابو کہتے ہیں ”بیٹا تمہیں یہ دینے پڑیں گے“۔ اور پھر وہ لے جاتے ہیں۔ پھر منظر بدل جاتا ہے اور میں دیکھتی ہوں کہ میرے ابو میرے گھر میں صوفہ پر بیٹھے ہیں۔ (جیسے وہ اکثر مسجد کے بعد میرے گھر پر آکر بیٹھا کرتے تھے) میں ابو کے قدموں میں بیٹھ جاتی ہوں اور زار و قطار روتے ہوئے کہتی ہوں: ”ابو، میرے پاس جو پیسے جمع تھے وہ تایا ابو نے مجھ سے لے لیئے ہیں، میرے پاس اب کچھ نہیں رہا، ابو! میں کیا کروں“۔ میری یہ بات ابو بہت اطمینان سے سنتے ہیں اور مجھے تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ ”اچھا۔ کچھ سوچتے ہیں“۔ ابو کی وفات سے ایک رات پہلے میں ساری رات نوافل پڑھتی رہی۔ صبح ۵ بجے لیٹی تو آنکھ لگنے پر خواب میں دیکھا کہ ہم سب کسی شادی کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ اور باجماعت نماز پڑھنے کے لئے قطاروں میں کھڑے ہو رہے ہیں۔

اُسی دن، ایکسیڈنٹ کے پورے ایک ماہ کے بعد 30 نومبر 2010ء کی صبح 6:36 پر ابو کی وفات ہوئی۔ یہ وہ ہی تاریخ اور بالکل وہ ہی ٹائم تھا جس وقت ابو کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے یہ 30 دن ہمیں اپنا رحم کرتے ہوئے ہمارے لئے صبر کا سامان کرتے ہوئے، ہمیں عطا فرمائے۔ ابو کی نماز جنازہ بیت السبوح میں پڑھائی گئی جہاں پر باوجود خراب موسم کے اس قدر حاضری تھی کہ کھڑے ہونے کی بمشکل جگہ تھی۔ ہر فرد یہ کہتا تھا کہ ”آپ کے والد صاحب کے ساتھ ہمارا بہت گہرا تعلق تھا۔ وہ بہت ہی پیاری شخصیت کے مالک تھے“۔ اکثر ایسے افراد بھی تھے جن کو ہم ذاتی طور پر جانتے بھی نہیں تھے لیکن ابو کے حسنِ سلوک کے واقعات سب سے سن رہے تھے۔ پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت بیت الفضل لندن میں 29 دسمبر 2010ء کو ابو کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ ابو کی تدفین کے کچھ دنوں کے بعد امی نے خواب میں دیکھا کہ ابو گھر پر آئے ہیں اور امی کو گلے لگاتے ہیں، امی خواب میں کہتی ہیں کہ ”آپ تو فوت ہو گئے تھے، آپ کیسے آئے ہیں؟“۔ ابو کہتے ہیں، ”کس نے کہا میں فوت ہو گیا ہوں۔ میں زندہ ہوں، دیکھو میں بالکل ٹھیک ہوں اور بہت خوش ہوں“۔ الحمدللہ

قارئین کرام سے عاجزانہ دُعا کی درخواست ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ میرے پیارے ابو کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے۔ اور انکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو ان کی خوبیوں کا وارث بنائے اور ان تمام نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے جو ہمارے ابو کی ذات میں جلوہ گر تھیں۔ آمین۔

یہ بے ربط تحریر پیارے ابو مغفور کی اعلیٰ خوبیوں کے اظہار کے لئے کچھ بھی نہیں سوائے ایک بیٹی کے جذبات کا ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اظہار۔

یہ نازش صد شمس و قمر تیرے حوالے
مولیٰ میرا نایاب پدر تیرے حوالے

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

میرے پیارے تایا جان مکرم ملک انصار الحق صاحب شہید

ربیعہ ملک Hattersheim

جمعۃ المبارک مؤرخہ ۲۸ مئی ۲۰۱۰ تاریخ احمدیت میں ایک نئے باب کا اضافہ کر گیا۔ خلافت احمدیہ کے نئے سال کا پہلا دن، خدا کی راہ میں بہتا ہوا لہو، بہت سے کمزور ایمان والوں کے دلوں کو تقویت دینے کا باعث بنا۔ بہت اچھے بیٹے، بھائی، خاوند، باپ، بہت پیار کرنے والے سسر اور بہت اچھے میرے تایا ابو مکرم ملک انصار الحق صاحب تھے۔ ان کے والد مکرم ملک انوار الحق صاحب صدر بازار لاہور تھے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد صاحب کے ذریعہ آئی۔ جنہوں نے اپنے خاندان میں سب سے پہلے بیعت کی تھی میں نے اپنے تایا جان سے ایک بھتیجی اور بہو ہونے کے باوجود بالکل ایک پیاری بیٹی جیسا سلوک پایا۔ وہ اپنے بیٹے کی تعریف سے پہلے میری تعریف کیا کرتے تھے۔ میرا بڑا بیٹا یعنی ان کا پہلا پوتا عزیزم ملک حسام الحق، آخری روزہ والے دن پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش کی خبر سنتے ہی سارے محلے میں مٹھائی بانٹی اور اپنی نئی نسل کی خوشی منائی۔

میرے چھوٹے بیٹے عزیزم ملک ریان الحق کی پیدائش پر ایک غریب محلے میں گئے اور سڑک پر کھڑے ہو کر خود عقیقے کا گوشت تقسیم کیا۔ آپ اپنے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں سے جن کی تعداد اس وقت نو ہے بہت پیار کرتے تھے۔

آپ کو خدا کے فضل سے تین مرتبہ جرمنی آنے کی توفیق ملی اور آپ کی خواہش کے مطابق خدا تعالیٰ نے بیٹے اور بہو کی ہمراہی میں یورپ کی خوب سیر کا موقع بھی عطا فرمایا۔ نیز ہر دفعہ جرمنی تشریف لانے پر تمام رشتہ داروں سے ملنے کی خواہش بھی پوری ہوتی رہی۔ میری بیٹی عزیزہ عروش میں اپنی منجھلی بیٹی عزیزہ ثوبیہ کی جھلک پاتے تھے۔ بچوں کی شرارتوں سے محظوظ ہوتے مگر ساتھ ہی کہتے کہ تم اتنی شرارتیں کیوں کرتے ہو، تم تو میرا خون ہو۔ اپنے تینوں بھائیوں کے بیرونِ ملک آجانے کے بعد والدین کی خدمت کی بہت توفیق ملی۔ ان کی خدمت کے باعث نہ صرف بیرون جانے کا خیال ترک کر دیا بلکہ دوسرے شہروں میں اچھی نوکری کو بھی صرف خدمتِ والدین کے لئے ٹھکرا دیا۔ یتیموں کا بہت خیال رکھتے تھے اور اپنی اولاد کو بھی اسکی تلقین کرتے رہتے۔ اپنے ہی محلہ میں ایک غیر از جماعت کی وفات پر اس کے اہل خانہ کا بہت خیال رکھا۔ بہت خدا ترس تھے، کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیا۔

شہادت سے ۴ ماہ قبل تک آپ کینیڈا میں مقیم تھے۔ وہاں آپ نے سیاسی پناہ کی درخواست دے رکھی تھی۔ اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی سے چند روز پہلے پاکستان واپس پہنچے اور شادی کے معاملات میں جو کمی رہ گئی تھی اسے بڑی محنت سے پورا کیا۔ حالانکہ آپکے دونوں بیٹے اپنی دانست میں سب تیاریاں، سب انتظامات مکمل کر چکے تھے۔ جب آپ کینیڈا سے واپس آئے تو اپنا اسائلم کیس ختم کروا کر آئے تھے۔ سب بہن بھائی اس بات پر ناراض تھے کہ آپ نے اتنا اچھا موقع خود چھوڑ دیا، لیکن خدا تعالیٰ نے انکا کیس پاس کرنے کے اور ہی سامان کر چھوڑے تھے۔ انکا خون انکی نسلوں کی آبیاری کے کام آنا تھا۔ انکی شہادت کا سنتے ہی میرے منہ سے پہلی بات یہ نکلی کہ تایا ابو تو پاکستان گئے ہی شہادت کے رتبہ کے لئے تھے۔ میں نے جب چھوٹے بیٹے کو تحریک وقف نو میں پیش کیا تو جماعتی لحاظ سے اپنے خاندان کا نام روشن کرنا ہی میرے پیشِ نظر تھا مگر خدا تعالیٰ نے تو اس کے دادا جان سے یہ کام لینا تھا اور انہیں کے وجود سے یہ پیارا تحفہ اس خاندان کے نام کرنا تھا۔

Malik Ansar Ul Haq Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore
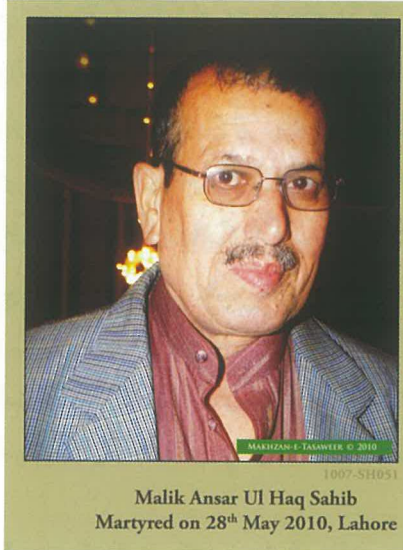
آپکی اہلیہ صاحبہ، دو بیٹے، تین بیٹیاں اور تمام بہن بھائی، رشتہ دار آپ کے وجود کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ تایا ابو پانچ وقت کے نمازی تھے۔ نماز جمعہ کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ شہادت والے دن بھی اپنی پنشن سے بنایا ہوا نیا سوٹ پہن کر صبح ہی کام کے سلسلے میں گھر سے نکلے اور مسجد دارالذکر میں نماز جمعہ کیلئے چلے گئے اور شہادت کا رتبہ پایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی نیکیوں کو زندہ رکھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

''اے راہ حق کے شہیدو! تم نے خاک و خون میں غلطاں ہو کر جو حسین رسم جاری کی ہے اس کے اعتراف میں ہم بڑے عجز سے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے مولا کریم ان پاک باز عشاق کی روحوں کو اپنی رحمت و محبت کی چادر میں لپیٹ لے''۔

؎ دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

محترم ومکرم مرزا خورشید احمد صاحب امیر مقامی ربوہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''آپ کی طرف سے لجنہ جرمنی کے رسالہ ''خدیجہ'' کا شہداء نمبر ملا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ماشاء اللہ بہت محنت اور سلیقہ سے یہ نمبر تیار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تیار کرنے والی ٹیم کی مساعی کو قبول فرمائے اور جیسا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تبصرہ میں فرمایا ہے ''اس کی اشاعت سے بہتوں کو تقویٰ اور اعمال صالحہ میں ترقی نصیب ہو نیز پڑھنے والوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانیاں کرنے کا جذبہ بڑھتا رہے آمین۔''

امام مسجد فضل لندن مکرم عطاء المجیب راشد صاحب لکھتے ہیں:۔

''ماشاء اللہ ایک جامع اور خوبصورت دستاویزی مجلّہ پیش کرنے کی لجنہ اماء اللہ جرمنی کو توفیق ملی ہے۔ میں نے ابھی اس کو ایک سرسری نظر سے دیکھا ہے لیکن اسے اس موضوع پر معلومات سے بھرپور پایا ہے۔ حضور انور کے خطبات تو اس مجلّہ کا سب سے اہم اور نمایاں حصہ ہیں۔ دیگر مضامین بھی بہت قرینہ سے اکٹھے کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پیش کش کو قبول فرمائے اور آپ کو اور جملہ معاونات کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔ اس مجلّہ میں ایک جگہ بعض شعراء کے اشعار پسندیدہ اشعار کے طور پر دیئے گئے ہیں۔ اس میں ایک شعر کے ساتھ میرا نام شائع ہوا ہے جبکہ یہ شعر میرا نہیں ہے۔ میں نے چاہا کہ آپ کو بتادوں اگرچہ اب اس کی درستی تو ممکن نہ ہو گی (ضمناً یہ خوشی کی بات ہے کہ اس غلطی کی وجہ سے میرا ذکر بھی اس تاریخی رسالہ میں آ گیا۔ اگر مجھے پہلے علم ہوتا تو میں بھی کوئی مضمون، نظم ارسال کر دیتا)''۔

محترمہ قیصرہ صاحبہ پاکستان سے تحریر کرتی ہیں:۔

''اس وقت میرے سامنے شہداء نمبر موجود ہے اور مسلسل آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں عبدالرحمٰن شہید کی والدہ قیصرہ بات کر رہی ہوں۔ جیسے جیسے شہادتوں کی تفصیلات پڑھتی ہوں اپنا غم بہت معمولی لگتا ہے اور یہ سب آپ سب کی بے شمار دعاؤں اور شدید محنت کا نتیجہ ہے۔ اس شمارے کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے میں آپ لوگوں کو سلام پیش کرتی ہوں کہ آپ سب نے اس قدر محنت کی، یہ صرف جماعت کے ساتھ خلوص اور ہمدردی کا سچا جذبہ ہے اور یہ کام صرف سچائی اور خلوص جیسے پاکیزہ جذبات سے ہوتے ہیں۔''

پاکستان سے محترمہ امۃ السلام صاحبہ اہلیہ مکرم جنرل ناصر احمد صاحب شہید لکھتی ہیں کہ:۔

''آپ کا ''خدیجہ'' ملا۔ میرے لئے یہ بہت مفید ثابت ہوگا کیونکہ مجھے پڑھنے کا بہت موقع ملتا ہے۔ آپ کی محنت بہت خوبصورت، مفید اور ہمیشہ پاس رکھنے والی چیز ہے۔ آپ میری طرف سے اپنی عاملہ کو بھی مبارک باد اور محبت بھرا سلام دیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے اور اپنی حفاظت میں رکھتے ہوئے کامیابی کے رستوں پر گامزن کرے''۔

محترمہ طیبہ مشہود صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ آئر لینڈ تحریر کرتی ہیں:۔

''رسالہ خدیجہ شہداء نمبر نہایت خوبصورت تحفہ ہے۔ اس کے تمام مضامین نہایت خوبصورت اور دلگداز ہیں۔ ہر مضمون پڑھتے وقت فرط جذبات سے آنکھیں نم ہوئیں اور ایمان میں ترقی کا باعث بنا۔ ''شہداء نمبر'' شائع کرنا بہت ہی احسن قدم اور شاندار کاوش ہے۔ موضوع کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ سے لیکر خلفائے احمدیت کے ارشادات کے علاوہ سانحۂ لاہور کے شہداء کرام کی فہرست اور زخمیوں کی فہرست۔ یہ رسالہ میری نظر میں کسی اثاثے سے کم نہیں ہے۔ یہ تاریخ ساز شہادتیں جس طرح اس رسالہ میں محفوظ کر لی گئیں ہیں یہ آئندہ احمدیت کی نسلوں کے لئے روحانی اور ایمانی ترقی کا ذریعہ بنے گا۔ مختصراً یہ کہ خدیجہ رسالہ کا یہ شمارہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ صدر صاحبہ آپ کو، اس رسالہ کی ایڈیٹرز کو اور تمام ٹیم کو میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو۔''

لندن سے محترمہ امۃ الباسط ایاز صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:۔

''آپ کی اشاعت کی ٹیم نے آپ کی رہنمائی میں ہمارے قیمتی ہیروں کو شہداء کی صورت میں ایک جگہ جمع کر کے عمدہ تصاویر اور حالات کے ساتھ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمان کے ساتھ لکھا ہے یہ مجلّہ واقعی جماعت کے لئے ایک بہت قیمتی خزانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے اور خاص طور پر

آپ کی اس مساعی کو بہت مفید بنائے''۔آمین

مکرم محترم حمید اللہ ظفر صاحب نیشنل سیکرٹری تحریک جدیدلکھتے ھیں:۔

''خدیجہ کا شہداء نمبر نظر نواز ہوا۔الحمد اللہ تعالیٰ لجنہ اماء اللہ جرمنی مبارک باد کی مستحق ہے۔کہ انہوں نے بڑی محنت اور مسلسل کوشش کے ساتھ نہ صرف ۲۸ مئی کے شہداء کا انمول ذکر خیر طبع کیا بلکہ ۱۹۰۱ء سے شہداء احمدیت سے شروع کر کے اب تک جو شہید ہوئے ان کی مکمل تفصیل شائع کی۔ان کے اوصاف حمیدہ تصاویر اور سب سے بڑھ کر پیارے آقا کے خطبات جمعہ میں ان کے ذکر کو شامل کیا۔

اس شمارہ کو ایک مستند تاریخی حیثیت حاصل ہوئی ہے۔جن بچیوں، بہنوں نے اس کی اشاعت میں حصہ لیا ہے وہ خصوصی دعاؤں کی حق دار ہیں۔مولا کریم ان کی کاوشوں کو شرف قبولیت عطا کرے یہ عظیم الشان کام کرنے کی توفیق لجنہ اماء اللہ جرمنی کے حصہ آئی ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

مکرم نیشنل سیکرٹری اشاعت صاحب جرمنی تحریر کرتے ھیں:۔

''آپ کی طرف سے رسالہ خدیجہ شہداء نمبر موصول ہوا جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ماشاء اللہ رسالہ بہت محنت سے تیار کیا گیا ہے اور بہت خوبصورت ہے مواد بھی بہت اچھا ہے۔جو دعائیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ کے لئے کیں ہیں۔اللہ تعالیٰ وہ تمام قبول فرمائے آمین ثم آمین۔''

نیشنل سیکرٹری ضیافت جرمنی مکرم خاور افتخار صاحب لکھتے ھیں:۔

''یہ شمارہ شہدائے احمدیت کی یادوں کو زندہ رکھنے کے لئے بطور سووینیر ہے بہت کم عرصہ میں اتنا قیمتی شمارہ شائع کرنے پر مجلس ادارت یقیناً مبارکباد اور شکریہ کی مستحق ہے۔خاص طور پر جرمن ترجمہ کرنے والی ٹیم مبارکباد اور شکریہ کے ساتھ ساتھ خاص دعاؤں کی بھی مستحق ہے۔جرمن پڑھنے لکھنے والوں کو اس مواد کی بہت زیادہ ضرورت ہے''۔

صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی مکرم حافظ مظفر عمران صاحب تحریر کرتے ھیں:۔

''ماشاء اللہ آپ نے اس رسالہ میں بہت اچھے انداز میں شہدائے احمدیت کا ذکر فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو تیار کرنے والی تمام ممبرات کو بہترین جزاء دے آمین۔ماشاء اللہ یہ جو طریق ہے کہ ایک رسالہ کا ایک موضوع ہو اور اس پر مواد کو دونوں زبانوں میں شائع کرنے سے ''خدیجہ رسالہ'' ایک ریفرنس بھی بنتا جائے گا۔کسی کو کسی مخصوص مضمون پر کوئی مواد درکار ہو گا تو وہ اس رسالہ کو بطور ریفرنس بھی استعمال کیا کرے گا انشاء اللہ۔''

محترمہ امتہ القیوم صاحبہ فرینکفرٹ سے تحریر کرتی ھیں:۔

''ہم سب پڑھنے والے خدیجہ رسالے کے بھی شکر گزار ہیں کہ فوری طور پر اتنے کم عرصہ میں شہداء نمبر شائع کیا جس سے شہداء کی نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق اور عمدا سیرت منظر عام پر آئی۔اور شعبہ اشاعت لجنہ جرمنی نے جس طرح نہایت عمدگی سے ساری جماعت کی نمائندگی کی ہے وہ قابل رشک ہے جزاکم اللہ۔اس کے ذریعے شہداء کے کمال درجہ کے اخلاق اور عظیم قربانیوں اور عمدہ سیرت اس رنگ میں دنیا کے سامنے آئیں ہیں اور ان کے نیک نمونہ نے ساری جماعت کو قربانیوں کا ایک نیاء پلیٹ فارم مہیا کیا ہے۔جس نے دل پر ایسا اثر کیا ہے کہ ساری جماعت میں ایثار اور قربانی کی ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ہم ساری جماعت میں خاص بیداری ولولہ اور ایسا جوش پیدا ہو ہے کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ کاش ہمیں بھی شہادت کا رتبہ نصیب ہو۔''

محترمہ سلمیٰ منیر باجوہ صاحبہ مہدی آباد ھیمبرگ تحریر کرتی ھیں:۔

''خدیجہ شہداء نمبر ملا۔اس کو کیا کھولا کہ ان جانثاروں کی دلگداز داستانوں کا ایک جہان کھل گیا۔ایک سے بڑھ کر ایک کی راہ حق میں وفاؤں نے اس قدر مغلوب کیا کہ......

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سن کر میرے نالے غزل خواں ہو گئیں

ہر شہیدِ حق کے حالات پڑھ کر دل بے اختیار پکار اُٹھتا ہے کہ۔اے راہِ وفا میں قربان ہونے والے تیرے پر ہزاروں رحمتیں!!!

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کتنی عظیم نعمتِ خداوندی ہیں۔حضور اقدس کے ایک فون کال نے شہداء کے عزیز وا قارب کے زخموں پر مرہم رکھ دیا اور تڑپتے دلوں کو قرار آ گیا۔

اُس نے جلتی ہوئی پیشانی پہ جب ہاتھ رکھا
روح تک آ گئی تاثیر مسیحائی کی

یہ بلاشبہ ایک عظیم سعادت ہے جو آپکے اور آپ کی ساتھی کارکنات کے حصہ میں آئی ہے۔آپ کی ساتھی کارکنات کو دوسروں سے کام کروانے کا ڈھنگ اور سلیقہ بھی خوب خوب آتا ہے فاستبقو الخیرات کے اس میدان میں اسقدر لگن اور جانفشانی سے خدمت کرنے پر لجنہ اماء اللہ جرمنی کو بہت بہت مبارک ہو۔اللہ تعالیٰ قبول

فرمائے۔ آمین۔"

محترمہ مبارکہ شاہین صاحبہ ہینز ہائم سے تحریر کرتی ہیں:۔

"رسالہ خدیجہ کا "شہداء نمبر" ملا "ادارہ خدیجہ" اس خوبصورت کامیابی پراز حد مبارکباد کا مستحق ہے۔حق تو یہ ہے کہ ان چند الفاظ میں شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا ۔آپ نے اتنے مختصر عرصہ میں یہ جامع شمارہ نکال کر یقیناً بے شمار احمدی دلوں کی دعائیں اور بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔

محترمہ شازی احمد صاحبہ نیدر ز اکسن تحریر کرتی ہیں:۔

"رسالہ خدیجہ" شہداء نمبر" واقعتاً ایک ایسا تاریخی رسالہ بن گیا ہے گویا کہ ایک ایک شہید زندہ ہو کر ہمارے گھروں میں موجود ہیں۔ رسالہ کیا ہے جذبات کا ایک سمندر ہے جو کبھی رلاتا ہے تو کبھی شہداء کے گھر والوں پہ رشک آتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہر شہید کی شہادت کو قبول فرمائے اور ہر شہید کے گھر والوں کا خود حامی و ناصر ہو۔آمین"

محترمہ فرحت جبین صاحبہ فرینکفرٹ سائلس ہائم تحریر کرتی ہیں:۔

"سب سے پہلے تو میں اتنا اچھا "رسالہ خدیجہ" شائع کرنے پر مبارک باد دیتی ہوں۔ جب رسالہ مجھے ملا باوجود اس کے کہ میں شادی شدہ جاب کرنے والی لجنہ ہوں، اس نے مجھے اس طرح اپنے حصار میں جکڑے رکھا کہ باوجود مصروفیت کے اس کو ختم کر کے ہی دم لیا۔ ہر لحاظ سے رسالہ اتنا اچھا تھا کہ "پہلی مرتبہ قلم اٹھانے کی جرأت بھی کرلی"۔ آپ اور آپ کی ٹیم کی میں تہہ دل سے مشکور ہوں آپ کے تمام کاموں میں برکت عطا ہونے کے لئے دعا گو ہوں۔ خدا آپ کی مساعیوں میں برکت ڈالے اور یہ رسالہ سب کے لئے ازدیادِ دین ثابت ہو آمین۔ رسالہ پڑھتے وقت پتہ نہیں کتنی دفعہ روئی اور شہداء کے لئے پُر درد دعائیں نکلیں، ایک لمحہ کے لئے دل چاہا کہ ان ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، بیویوں کے گلے لگ کر خوب روؤں جنہوں نے اتنے بلند حوصلے سے ان کے بارے میں لکھا۔ آخر میں ایک دفعہ پھر آپ سب کی مشکور ہوں کہ اس رسالے کی بدولت اتنے عظیم لوگوں کے خاندانوں سے اس رنگ میں ملاقات ہوسکی اور ان کے تأثرات پتہ چل سکے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔"

محترمہ امتہ الرشید صاحبہ دارالعلوم وسطی ربوہ کا کہنا ہے:۔

"جس طرح ہمارے شہداء نے ہنس ہنس کر قربانیاں دیں اور جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک نیا باب رقم کر گئے، اس سے جماعت میں ایک نئی ہمت اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ان تقویٰ شعار مثالوں کو ماشاء اللہ بہت جامع انداز میں نہایت عرق ریزی سے تیار کیا گیا ہے۔ احمدیت کی صدی پر محیط تاریخی قربانیوں کے اتنے وسیع و عریض دریا کو گویا کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ تو اپنی تقدیر پوری کیا کرتا ہے۔ مگر اس کے لئے وہ جن بندوں کو چنتا ہے وہ بڑے نصیبوں والے ہوا کرتے ہیں۔ واقعی قربانیوں کے بغیر قومیں ترقی نہیں کر سکتیں۔"

نائب منتظم اصلاح و ارشاد مجلس انصار اللہ مقامی ربوہ محترم محمد احمد رضوان ہاشمی کا کہنا ہے:۔

"ماشاء اللہ بہت خوبصورت کاوش ہے۔ انتہائی محنت کے ساتھ شہدائے احمدیت کی ایک سو دس سالہ تاریخ کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس طرح سے خدیجہ کا یہ شمارہ تاریخ احمدیت کا ایک نہایت اہم ریکارڈ بن گیا ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ ادارے کی سب کارکنات کو بہت بہت مبارکباد۔"

مکرم شیخ نعیم اللہ صاحب نوایزن برگ سے لکھتے ہیں:۔

گھر میں خدیجہ رسالہ کا شہداء نمبر دیکھنے کا اتفاق ہوا اس کو سرسری رنگ میں دیکھنے کے بعد موضوع کے حساب سے اسقدر مکمل پایا کہ ڈیوٹی پر اپنے ساتھ لانے پر مجبور ہو گیا۔ ماشاء اللہ رسالے میں شروع سے لے کر آب تک کے شہداء کی خوبیوں اور واقعات کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ اس سے ایک خاص بیداری اور قربانیوں کا ایک نیا جوش پیدا ہوا ہے۔ واقعات پڑھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گویا ہم بھی اسی مقام پر موجود تھے۔ شہداء کی لسٹ میں مکرم عقیل بن عبدالقادر شہید صاحب اور مکرم بابو عبدالغفار صاحب شہید کی شہادت کا واقعہ بھی آنکھوں کے سامنے آ گیا خاکسار کا تعلق بھی حیدر آباد سے ہے۔ شہادت سے کچھ گھنٹے قبل مکرم بابو عبدالغفار صاحب شہید خاکسار کے ساتھ تھے۔ اگر شہداء نمبر کے متعلق پہلے معلوم ہوتا تو خاکسار بھی ان شہداء کے بارے میں چند یادیں لکھ کر بھجوا دیتا۔ بہر حال بہت ہی پیارے انداز میں سب کے واقعات کو پیش کیا ہے۔ ان واقعات کو قلم بند کر کے رسالے کی شکل دینے اور اس کی تیاری میں شامل کارکنات کو اللہ تعالیٰ بے شمار فضلوں کا وارث بنائے آمین۔

مکرمہ امتہ الشافی صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب شہید امریکہ سے لکھتی ہیں:۔

شہداء نمبر موصول ہوا جزاکم اللہ پڑھ کر اچھا لگا بہت محنت سے تیار کیا گیا ہے ہر شہید کی خوبیوں کو بے حد حسین پیرائے میں اجاگر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہر پڑھنے والے کیلئے ایمان میں ترقی کا باعث بنائے اور تقویٰ کی راہوں پر چلائے اور آپ کو پہلے سے بڑھ کر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین